ادارۂ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن

نمبر (۵)

سالنامۂ نظامیہ

تقریب یوم تاسیس جامعۂ نظامیہ میں پڑھے ہوئے علمی مذہبی اور تحقیقاتی مقالے

ابوالخیر کنج نشین فاضل (نظامیہ)

وَقُل رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا

سالنامہ نظامیہ

مرتبہ

ابوالخیر کنج نشین مولوی فاضل (نظامیہ)

مجریہ

ادارہ ترقی تعلیم اسلامی حیدرآباد دکن

(سنہ ۱۳۶۰ھ)

شمس الاسلام پریس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس سالنامہ نظامیہ

پیش لفظ	مدیر مجلہ نظامیہ	
انتساب	باسم گرامی فضیلت مآب نواب سر صدر اعظم بہادر	
خطبہ صدارت یوم تاسیس جامعہ نظامیہ	نواب مرزا یار جنگ بہادر	9
جامعہ نظامیہ کیا ہے	مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین	10
تحریک توسیع جامعہ نظامیہ	مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن	12
پیامات	مشاہیر علماء ہند و دکن	14
خطبہ صدارت	نواب مہدی یار جنگ بہادر	14
تحریک تحصیل علوم میں سہولتیں اسباب پیدا کرائے جائیں و نتائج نمائش خطاطی	مولوی محمد عبدالواحد صاحب ایل ایل بی نظامی وکیل ہائیکورٹ	15
تقریر	جناب معتمد صاحب مجلس علماء دکن	18
فہرست کتب قلمیہ کتب خانہ جامعہ نظامیہ		18
یوم تاسیس کے متعلق اہل ملک کی رائیں		22
منتخب رباعیات	حضرت امجد (نظامیہ) سید ابوالنظر صاحب	24
جامعہ نظامیہ سے خطاب	مولوی سید اشرف علی صاحب کامل (نظامیہ) مفتی صدارت العالیہ	25
فغان مسلم	از ہادی مچھلی شہری	27
جامعہ نظامیہ کا ماضی و حال	مولانا خواجہ عبدالعزیز صاحب (نظامیہ) رکن ہائیکورٹ	28
علمائے اسلام کے فرائض	علامہ نواب صدر یار جنگ بہادر	33
کیا جامعہ نظامیہ میں انقلاب کی ضرورت ہے	از علامہ شاہ محمد صاحب شطاری صدر جامعہ نظامیہ	34
رباعی	از جناب مولوی مسعود الرحمن صاحب عثمانی	42
محدثین کرام کا اعجاز نما حافظہ	مولوی سید احمد [illegible]	[illegible]
مساوات واخوت کا پیغام نما	از نواب صدر یار جنگ بہادر	48
جامعہ نظامیہ سے خطاب	مولوی سید عثمان قادری صاحب فاضل (نظامیہ)	49
خون جگر	از جناب جگر مرادآبادی	50
تاریخ قرأت و تجوید	مولوی حافظ قاری محمد عبدالرحمن صاحب کامل (نظامیہ) شیخ القراء جامعہ نظامیہ	51
آزادی نسواں اور مسئلہ حجاب و حدود ستر و نظر	از مولوی محمد علی صاحب (نظامیہ) استاد جامعہ عثمانیہ	60
طلبہ عربی سے خطاب	مولوی سید دلدار علی صاحب علومی فاضل	75
شعر العرب	مولوی حکیم محمد حبیب اللہ صاحب فاضل (نظامیہ) استاد نظامیہ طبی کالج	77
زبان عربی اور اس کی اہمیت	مولوی قاضی محمد منیر الدین صاحب کامل (نظامیہ) استاد جامعہ نظامیہ	112
تاریخ جامعہ نظامیہ	از مدیر مجلہ نظامیہ	119 تا 187

فہرست مضامین تاریخ جامعہ نظامیہ

از۱۹۹تا۱۸۶

جامعہ نظامیہ کے اصول و مقاصد ۱۱۹
سرپرست جامعہ نظامیہ ۱۲۰
جامعہ نظامیہ کی سب سے پہلی مجلس مشاورت ״
جامعہ نظامیہ کی دوسری مجلس مشاورت ۱۲۱
فرمان مبارک۔ یادگاری وظایف جامعہ نظامیہ کا دوسرا دور۔ ۱۲۲
جامعہ نظامیہ کا تیسرا دور، جامعہ کا اعزاز شاہی سے ممتاز ہونا۔ ۱۲۳
مہتممین و ناظران جامعہ ۱۲۴
امیران جامعہ نظامیہ و معتمدین و نظماء جامعہ ۱۲۵
جامعہ نظامیہ کے صدر الاساتذہ و عہدہ افتاء ۱۲۶
جامعہ کے نائب مفتی، عہدہ داران اقامت خانہ و دواخانہ ۱۲۷
تیسرے دور کے بعض حالات ۱۲۸
ضابطہ مدرسہ نظامیہ کی منظوری ۱۲۹
تغیرات و انحطاطی دور کا آغاز، جامعہ کا چوتھا دور ۱۳۰
جامعہ نظامیہ کا پانچواں دور ۱۳۱
امداد المعارف، کتب خانہ دارالافتاء، جامعہ نظامیہ کی آمدنی ۱۳۲
خورشید علی کمیٹی۔ شیروانی کمیٹی ۱۳۳
انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ ۱۳۴
جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت اور اسکی اصلاح ۱۳۵
اصلاح جامعہ کی تحریک کا آغاز ۱۳۶
مدرسہ کے بجائے جامعہ کا استعمال اور اس کی کامیابی ۱۳۸
نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم کی تقرری ۱۳۹
تنظیم نظامیہ برادری
امتحانات اہل خدمات شرعیہ کی جامعہ میں منتقلی ۱۴۰
مدرسہ محبوبیہ اور مدرسہ اسلامیہ گلبرگہ کا الحاق ״
مدرسہ فوقانیہ نسواں نظامیہ کا قیام ״
نظامیین کا حصہ تصانیف ۱۴۱
مجلس احیاء المعارف النعمانیہ ۱۴۲
ضابطہ حقوق زوجین ۱۴۳
تاسیس کے تقاریب ۱۴۴
مدارس میں قرات کی تعلیم کا انتظام ۱۴۵
توسیع مدارس شعبہ دینیات ״

مدرسہ عثمانیہ خلد آباد ۱۴۵
ثقافت شرقیہ کی حفاظت ۱۴۶

فارغین نظامیہ کے سیاسی خدمات

مسئلہ وفاق ۱۴۷
اصلاحات ۱۴۸
موتمر اسلامیہ ۱۴۹
عہدہ صدر الصدوری کا قیام ۱۵۰
شمس الملت والدین کی پیش کشی ،،
فارغین نظامیہ پر توجہات شاہانہ ،،
مضمون انتساب کی منظوری ۱۵۱
جشن خود مختاری دولت آصفیہ ،،
مجلس علماء دکن ۱۵۲
مجلس حزب اللہ ،،
جامعہ نظامیہ کا پانچواں دور اور انقلابی تحریک کا آغاز ۱۵۳
میر مجلس جامعہ نظامیہ کی پہلی تقریر ،،
فارغین نظامیہ کا پہلا خط ۱۵۴
پانچویں دور کی پہلی مجلس انتظامی ،،
فارغین نظامیہ کی یادداشت ۱۵۵
جدید کابینہ کی ترتیب اور اسکی سرگرم کارروائی ۱۵۶
فارغین نظامیہ کا دوسرا خط ۱۵۷
میر مجلس صاحب جامعہ کا پیغام فارغین نظامیہ کے نام ۱۵۸

معتمد انجمن اور میر مجلس جامعہ کے درمیان گفتگو مفاہمت ۱۵۹
مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن کا بیان ،،
گفتگوئے مفاہمت اور اس کا حل ۱۶۰
نظامیین کی نمائندگی اور امیر جامعہ کا دعا ۱۶۱
مجلس انتظامی جامعہ کی مکمل تشکیل ۱۶۲
جدید مجلس انتظامی کا پہلا کارنامہ ،،
یوم تاسیس جامعہ نظامیہ بابتہ ۱۳۵۹ف ،،
جامعہ نظامیہ کی سرعت پذیر تبدیلیوں کا اطمینان بخش تصفیہ ۱۶۳
مجلس مشاورت کا قیام جامعہ نظامیہ کے تقررات ۱۶۴
جامعہ میں طلبہ کے مجالس اسناد جامعہ اعلیٰ ۱۶۵
خدمات پر نظامیین کی ماموری ،،
ملازمین جامعہ کے وظائف صاحبان خدمات ۱۶۶
مذہبی کی تعلیم کا انتظام جنرل کمیٹی جاگیردار کالج کی قرارداد ،،
جامعہ نظامیہ و جامعہ عثمانیہ و جامعہ نظامیہ کا نصاب ۱۶۷
قواعد امتحانات، طب کی تعلیم کا انتظام ۱۶۸
جامعہ میں ورزش کا انتظام موجودہ اساتذہ کا ایثار ۱۶۹

یادرفتگان ۱۷۰

جامعہ نظامیہ کے قدیم ممتحنین ،،
دور جدید کے ممتحنین ۱۷۱

مولانا قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری ۱۷۱
ملا عبد القیوم ۱۷۲
مولانا محمد حسین، مولانا محمد حسین، مولانا حافظ ۱۷۳
سید شاہ غلام غوث صاحب شطاری
مولانا غلام محبوب صاحب مولانا حکیم حافظ احمد ۱۷۴
عبد العلی صاحب مولانا محمد مظفر الدین صاحب
مولانا حافظ سید شاہ محمد علی صاحب شطاری ۱۷۵
مولانا حکیم وحید الدین صاحب عالی
مولانا سید شاہ صلاح الدین شطاری ۱۷۶
مولانا سید غوث الدین صاحب قادری
مولانا سید عبد الکریم صاحب مولانا سید احمد صاحب ۱۷۷
مولانا ابو المظفر سعید الدین صاحب انصاری
مولانا سید عبد الرحمن صاحب بغدادی ۱۷۸
مولانا محمد رکن الدین صاحب ۱۷۹
مولانا محمد یعقوب صاحب ۱۸۰
مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب ۱۸۱
مولانا حکیم ابو الفدا احمد محمود صاحب صدر انجمن ۱۸۲
مولانا محمد بشیر الدین صاحب، مولوی محمد ۱۸۴
اسمٰعیل صاحب ہزاروی۔
بشارت نبوی
نظم۔ مولوی مفتی سید اشرف علی صاحب ۱۸۶
کامل (نظامیہ)۔

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا اجلاس

تعارف — مولوی سید شجن احمد صاحب ۱۸۸
شطاری صدر انجمن
خطبہ صدارت — انریبل مولوی سید عبد العزیز صاحب ۱۸۸
صدر الصدور و صدر المہام عدالت و مذہبی
مقاصد یوم تاسیس — معتمد انجمن ۱۹۰
نصاب نظامیہ کی اہمیت اور اسکی مقبولیت — علامہ مفتی سید محمود صاحب ۱۹۴
(نظامیہ) شیخ اکبر جامعہ نظامیہ
فن قرأت کا عملی مظاہرہ — مولوی حافظ قاری محمد عبد الرحمن صاحب ۱۹۲
کامل (نظامیہ) شیخ القراء
حیدر آباد دکن
عربی تعلیم اور اسکی اہمیت — مولوی محمد یامون صاحب ۱۹۵
معزز رکن انتظامی جامعہ
علمائے واقف زمانہ — شیخ الاسلام مولانا سید محمد ۱۹۶
بادشاہ حسینی صاحب نظامیہ
معتمد مجلس علماء دکن

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

جامعہ نظامیہ کو قائم ہوکر (۶۸) سال کا عرصہ ہوتا ہے اس عرصے میں جامعہ نظامیہ نے تعلیم علوم اسلامیہ کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں۔ اس جامعہ کا فیض دکن اور ہندوستان تک محدود نہیں رہا بلکہ اس سرچشمہ فیض سے عالم اسلام کا اکثر حصہ عرب افغانستان بخارا مصر ترکی شام فلسطین اسپین اور مراکش تک فیضیاب رہا اور یہ سب دولت اسلامیہ آصفیہ کی شاہانہ سرپرستی کا محمود نتیجہ ہے کہ آج دنیائے علم دولت علم سے مالامال ہورہی ہے۔

مرور زمانہ کے ساتھ اس عالیشان جامعہ کی ترقی اور شہرت میں کمی پیدا ہونا شروع ہوئی اور یہ کمی آج اس حد تک پہونچ گئی کہ وہ قوم جس کے اسلاف علم کی سرپرستی اور تحصیل علم میں کامل انہماک رکھتے تھے وہ خود جامعہ سے غفلت برتنے لگے اس کے اسباب خواہ کچھ ہوں اہم سبب قوم کا تعلیم مذہبی سے نفرت مغربی تہذیب و تمدن سے میلان اس جامعہ کے انحطاط کا نتیجہ ہے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ جو اس جامعہ کے فارغ التحصیل اصحاب کی جماعت ہے وہ نہایت فکر و تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی کہ اگر جامعہ نظامیہ کی مناسب اصلاح ہوجائے اور اس کے مظاہر حیات میں تازگی اور زندگی کے آثار پیدا ہوجائیں تو یقین ہے کہ اس کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی بہت سی خدمتیں اور ان کی ضروریات کی تکمیل ہوسکے گی چنانچہ اس مقصد کے تحت اس نے اپنے تعمیری کام کو نہایت عزم کے ساتھ جاری رکھا اور ایک حد تک اس کو مقاصد میں کامیابی بھی ہوتی جارہی ہے اگر پوری قوم اپنی تمام توانائیوں کو جامعہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی میں صرف کردے تو نہایت آسانی سے اس جامعہ کی کامل اصلاح ہوسکتی ہے اور جو مقصد اس جامعہ کے قیام کا ہے

وہ پورا ہو سکتا ہے۔

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ جس کی تقریب ہر سال انجمن کی جانب سے منائی جارہی ہے اس کا اہم مقصد یہی ہے کہ مسلمانوں میں نہ صرف تعلیمی شعور بلکہ مذہبی شعور پیدا کرایا جائے اور اپنے کاوش علمی کے نتائج کو ہر سال قوم کے سامنے پیش کرتی رہے تاکہ قوم ان سے باخبر رہے اور اپنی آپ اصلاح پر آمادہ ہوجائے۔

اس تقریب کی ابتدا ۱۳۵۷ھ م ۱۳۴۷ف سے ہوئی پہلے سال کی رُوداد متفرق طور سے شائع ہوگئی دوسرے اور تیسرے سال کی رُوداد ایک مستقل کتاب کی شکل میں شایع کیجارہی ہے جس کے سبب فکر و تحقیق کا ایک نیا باب اہل ملک کے سامنے پیش ہو رہا ہے کچھ شک نہیں اگر کارکنان ادارہ تن دہی کے ساتھ اپنی کوششوں میں مصروف رہیں اور اہل ملک کی توجہ اس کی ضرورت کی طرف منعطف کرانے میں کامیاب ہوسکیں تو یقین ہے کہ دکن اور ہندوستان میں اسلامی تہذیب و علوم کو زندہ رکھنے میں یہ ادارہ بہت بڑی خدمت کرسکتا ہے دلی آرزو ہے کہ ہمارا یہ مجموعہ تحقیقات توسیع و اشاعت علم کا ذریعہ ثابت ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

از حسینی علم۔
۲۲۔ صفر المظفر سنہ ۱۳۶۱ھ
۱۷۔ اردی بہشت سنہ ۱۳۵۱ف

خادم العلم
ابو الخیر کنج نشین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

اس مجموعۂ مساعیٔ علمیہ کو صاحب السعادۃ والفضیلۃ

نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم دولت اسلامیہ

آصفیہ نے جن کی خدمات حیدرآباد کے موجودہ علمی، تعلیمی اور سیاسی دور میں ایک عظیم الشان درجہ رکھتی ہیں اپنے اسم گرامی سے انتساب کی اجازت مرحمت فرماکر علم پروری کا تازہ ثبوت دیا ہے خدا موصوف کے ہاتھوں ملک وملت کے روز افزوں بڑے سے بڑے کارہائے نمایاں انجام دلائے۔ آمین

خادم العلم

ابوالخیر کنج نشین

۱۲۔ ربیع الانوار سنہ ۱۳۶۱ھ

یوم تاسیس جامعۂ نظامیہ

دکن کی ایک قدیم مذہبی اور علمی درسگاہ کا نام جامعۂ نظامیہ ہے جس کو قائم ہوکر (۶۰) سال سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے اس کے خدمات سے ہند اور بلاد اسلامی کا ایک کثیر حصہ فیضیاب ہوا ہے چند روز سے اس فیض رس اور فیض رساں جامعہ کے قدیم طلبہ کی جانب سے جامعہ نظامیہ کا یوم تاسیس منایا جارہا ہے سال حال یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا اجلاس ۱۸-۱۹-۲۰- ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۷-۸-۹ - فروری و ۱۱-۱۲-۱۳ - فروری ۱۹۳۹ء کو جامعۂ نظامیہ شبلی گنج حیدرآباد دکن میں نواب مرزا یار جنگ بہادر صدر الصدور و صدر المہام عدالت و امور مذہبی و مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب (نظامیہ) رکن عدالت العالیہ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام تعلیمات و فینانس و نائب امیر جامعہ عثمانیہ کی صدارت میں منعقد ہوا عالیجناب نواب مرزا یار جنگ بہادر نے ادارہ کی علمی نمائش کا افتتاح کیا۔ علمی نمائش میں قلمی کتابوں کے علاوہ خطاطی کے مختلف نمونوں، وصلیوں، کتبوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ تھا۔ نواب مہدی یار جنگ بہادر کے صدارتی اجلاس میں وہ طلبا اصحاب جو مستحق اسناد قرار دئے گئے ان کے اسماء کا اعلان کیا گیا۔ باہر سے آنیوالے نظامیین کی تعداد بھی اچھی تھی ان میں مولوی حکیم اسعدالدین صاحب طبیب جگتیال مولوی عثمان علی صاحب وکیل ہائیکورٹ اور مولوی فضل الرحمٰن صاحب مولوی کامل استاذ ہائی اسکول بیدر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ شہر کے اہل علم عہدہ داران عظام اور مشائخین کرام بھی شریک جلسہ تھے۔

اجلاس اوّل ۱۸ ذی الحجہ - نواب مرزا یار جنگ بہادر نے اپنے خطبۂ صدارت میں تعلیم کا نصب العین کیا ہونا چاہئیے اس پر ایک بسیط تقریر فرمائی۔ دوران تقریر میں فرمایا "تعلیم خواہ وہ دنیاوی یا دینی اس کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ کسی خاص پیشہ کیلئے طلبہ تیار کئے جائیں بلکہ تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئیے کہ تعلیم ایسی دلائی جائے جس سے ایک طالبعلم زندگی کے ہر شعبہ میں کام کے قابل قرار پائے مثلاً اگر وہ تجارت کے شعبہ میں داخل ہو تو تجارت کے ساتھ مذہبی خصوصیات کو بحال رکھے اسی طرح اگر وہ وکیل، پروفیسر، اعلیٰ عہدہ دار، یا کسی مذہبی خدمت پر فائز ہو تو اس سے تعلیم کا اصلی نصب العین متروک نہ ہو۔ جامعہ نظامیہ اور جامعۂ عثمانیہ کے تعلیمی نصب العین میں ایسی کونسی شیئی مابہ الامتیاز ہے جس کی وجہ ان دونوں اداروں میں تعلیم دلائی جارہی ہے۔ میری رائے ہے کہ جامعۂ نظامیہ کی تعلیم کا نصب العین ایسا ہونا چاہئیے جو کسی ادارے کا نہ ہو یہاں کے طلبہ اسلامی تمدن و تہذیب کے علمبردار ہوں اور اسلامی رنگ و روپ میں رنگے ہوئے ہوں تاکہ ضرورت کے وقت ملک میں ہر قسم کا کام کرسکیں اور جب یہ زندگی کے کسی شعبہ میں جائیں تو اپنے طریقہ عمل سے اسلامی تہذیب کی شعاعوں کو پھیلائیں۔ آخر میں جناب صدر نے اساتذہ سے مخاطب ہوکر فرمایا "یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے نصب العین کو حاصل کرنے میں اساتذہ کی مساعی کا حصہ ضرور رہتا ہے اس لئے اساتذہ کو چاہئیے کہ تعلیم کے دوران میں اختلافات فیہ مسائل کو اس پیرایہ میں بتلائیں جس سے طلبہ کو دوسرے فرقوں یا جماعتوں سے نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں بلکہ طلبہ میں ایسے اوصاف پیدا کرائے جائیں کہ آئندہ ان کی محمود کوششوں سے اختلافات کی روک تھام ہوکر مسلمانوں کے تمام

مختلف فیہ مسائل ایک مرکز پہ جمع ہوجائیں اس طریقۂ عمل سے مستقبل میں ایک کثیر فائدہ کی صحیح توقع قائم ہوسکیگی۔

جامعہ نظامیہ کیا ہے؟ صدر اجلاس کے خطبۂ صدارت کے بعد مولوی ابوالخیر کنج نشیں صاحب معتمد انجمن نے کہا :-

خدا کا شکر ہے آج ہم نے مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا دوسرا سالانہ اجلاس یوم نظامیہ منا رہے ہیں۔ گذشتہ سال ہم نے اس امر کو ظاہر کیا تھا یوم نظامیہ منانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مقاصد جامعہ نظامیہ کی روشنی میں مسلمانوں کی آئندہ تعلیم و تربیت کا مناسب نظام قایم کریں چنانچہ اس مبارک مقصد کے حاصل کرنے کیلئے آج ہم اور آپ اس محفل میں جمع ہیں آپ سب اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ اب تک ہمارے ملک میں تعلیم سے مقصد صرف یہ تھا کہ اس کے ذریعہ ایسے لوگوں کو پیدا کریں جو سرکاری دفاتر میں کام کرنے کے لائق ہوں مگر کبھی بھی ایسی کوشش نہیں کیگئی کہ ایسے اشخاص پیدا کئے جائیں جن کے ذریعہ شرعی خدمات کی تکمیل کیا تھ وہ دنیاوی خدمات کو بھی انجام دیسکیں علوم دینیہ میں کمال پیدا کریں اور اپنے علم کی بناء پر ہدایت و تلقین کی بھی خدمت انجام دیسکیں۔ چنانچہ اس مقصد کیلئے آج سے ساٹھ سال پہلے جامعہ نظامیہ کی بنیاد قایم کیگئی تاکہ اس جامعہ کے ذریعہ دین میں تفقہ پیدا کرنے والے اشخاص زیادہ نہ سہی تو کم از کم تھوڑے ہی پیدا ہوا کریں[1]۔ اس مقصد میں جامعہ نظامیہ کس حد تک کامیاب رہا اس کا ثبوت اس واقعہ سے ظاہر ہو گا کہ اس جامعہ دینیہ سے دکن، ہند اور مختلف بلاد اسلامی کے کم از کم ۲۵ ہزار سے زائد افراد فیضیاب ہوئے ہیں جو آج اپنے مقامات میں علم و مذہب کی خدمت انجام دے رہے ہیں اور یہ کامیابی جو اس جامعہ کو حاصل ہوئی اگر اس کے مصارف پر بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اس کی ابتدائی اور موجودہ آمدنی کا اوسط ماہانہ ایکہزار سے زائد قرار نہیں پاتا جو آج کسی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کی تنخواہ سے بھی کم ہے جس میں (۴۰۰) سے (۱۰۰) طلباء کے طعام، لباس وغیرہ کا بھی نظم شامل ہے اس قدر ارزاں تعلیم سے علماء نے جو خدمت انجام دی ہو وہ کسی طرح قابل فراموش نہیں ہوسکتی یہ ترقی جو کچھ اس جامعہ کو حاصل ہوئی اس کی وجہ یہی تھی کہ یہ جامعہ سرکاری جکڑ بندیوں سے بالکل آزاد تھا اور اپنا تعلیمی نظام اپنے ہاتھوں رکھا تھا اب بھی اس جامعہ کا انتظامی و تعلیمی نظام اسی کے ہاتھ ہے مگر اب وہ ایسی تبدیلی چاہتا ہے جس سے اس کے مقاصد پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ پڑے کیونکہ اس جامعہ کا پہلا مقصد یہ ہے کہ علماء باعمل کی ایسی جماعت تیار کرنا جو علم دین کی اشاعت احکام اسلام کی تبلیغ اور تعلیم علوم دینیہ کے قابل ہو اور عامہ مسلمین کیلئے ان کی تمام مذہبی ضروریات کی سرانجامی و رہبری کرسکے[2]۔

اس مقصد کے حصول کیلئے جامعہ نظامیہ کو سب سے پہلے اپنا سلسلہ انتظام دکن میں وسیع کرنا تھا۔ دکن کے بڑے بڑے مقامات میں ایک ایک مدرسہ ہونا چاہئیے اور جہاں جیسی ضرورت ہو وہاں پر اقامت خانے قایم ہونے کی ضرورت تھی تاکہ اس قسم کے مدارس کے ذریعہ دیہات کے مسلمانوں کی اصلاح ہوسکے اس کام کیلئے بھی مولانا علیہ الرحمہ کی کوششیں اپنی زندگی میں رہی ہیں بلدہ کے اکثر مساجد میں مکاتب کھولے گئے اور اضلاع کے بعض مقامات پر مدارس قایم کئے گئے اور اس کام کو زیادہ وسیع کرنے کی غرض سے

[1] ملاحظہ ہو رپورٹ کلیہ نظامیہ بابتہ سنہ ۱۳ الف ص ۶ ، [2] ضابطہ مدرسہ نظامیہ ص ۳

انجمن اسلامیہ کی بنیاد قائم فرمائی جو آج صدر انجمن اسلامیہ کے نام سے اپنی ایک علیحدہ شکل وصورت میں موجود ہے درحقیقت یہ جامعہ نظامیہ کی ترقی کے اسباب تھے اگر اور چند روز مولانا علیہ الرحمہ کی زندگی رہتی تو ان منتشر اجزا کا اجتماع ایک ہی مرکز پر ہوجاتا، یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب کوئی قوم اپنے مرکز سے ہٹ جائے اور انتشار کی حالت میں کوئی کام کرنا چاہے تو وہ کبھی بھی سربلند اور ترقی یافتہ نہیں ہوسکتی۔ یہی حالت ہماری بھی ہے۔ آج ہمارے ملک میں مختلف ادارے ہیں جن کے مقاصد میں قوم کی ترقی واصلاح ہے، لیکن ان کا کسی مرکز پر اجتماع نہیں، سچ پوچھئے ہمارا یہ انتشار ہمارے مستقبل کے لئے کسی طرح کارآمد ومفید نہیں ہوسکتا۔ ہماری ترقی واصلاح اسی میں مضمر ہے کہ مسلمان اپنی ترقی کا واحد مرکز جامعہ نظامیہ کو سمجھیں اور اس کے ذریعہ اپنی حیات کے اسباب تلاش کریں مدارس دینی کی اہمیت پر حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے معتمد انجمن نے اس خصوص میں مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کی رائے کو اسطرح بیان کیا

"ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ ان مدرسوں کی جتنی ضرورت آج ہے کل جب ہندوستان کی نئی شکل ہوگی اس سے بڑھکر ان کی ضرورت ہوگی وہ ہندوستان میں اسلام کی بنیاد اور مرکز ہونگے۔ لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور ارباب اقتدار کی چاپلوسی میں لگے ہوں گے اور یہی دیوانے ملا آج کی طرح کل بھی ہشیار ہوں گے اور رہیں گے، ایسے مدرسے جہاں بھی ہوں جیسے بھی ہوں ان کو سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض ہے"[1]

حضرات! آپ پر یہ واضح ہوگیا کہ مدارس دینیہ سے ملک وقوم کو کس قدر فائدہ پہنچ سکتا ہے اور ہم کس طرح اپنی قوم کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں اگر ہم اس فرض سے غفلت کریں تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا اس کے متعلق بھی مولانا ندوی صاحب کی رائے ہے:۔

آج زمانہ بدل گیا ہے اصطلاحیں بدل گئی ہیں لیکن حقیقت اپنی جگہ پر ہے آج پھر اسلام کو اس فرض کو ادا کرنا ہے اگر آج کے کلمہ گو مسلمانوں میں اس کے اس ادائی فرض کے سپاہی بننے کا ولولہ نہیں تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور قوم کو زندگی کے میدان میں لائے اور اس سے اسلام کا یہ فرض پورا کرے، خدا سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے فرض سے غافل نہ کرے۔ اپنی بے بسی کا اعتراف کرتے ہوئے ہمیں چاہیئے کہ فرض کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔

معتمد انجمن کی تقریر کے بعد حضرۃ العلامہ مولانا سید شاہ محمد صاحب شطاری صدر کلیہ نے قرآن کی تعلیم، ضرورت علما اور اختلافات علما اور اصلاح جامعہ نظامیہ پر ایک بسیط تقریر فرمائی مولوی محمد علی صاحب مولوی کامل (نظامیہ) استاد حدیث وتفسیر جامعہ عثمانیہ نے آزادی نسواں و مسئلہ حجاب وحدود وستر ونظر پر ایک محققانہ مقالہ پڑھکر سنایا اور بتلایا کہ اسلام نے خواتین کو جو آزادی دی ہے وہ مغربی آزادی کے مانند نہیں۔ اسلام نے کبھی بھی اور کسی وقت بھی عورتوں کو مردوں کے ساتھ بلا حجاب کے دوش بدوش کام کرنے کی اجازت نہیں دی ہے وہ کبھی بھی احکام شرع کے خلاف کام کرنے کے مجاز نہیں ہیں[2]۔ مولوی مفتی سید اشرف علی صاحب کامل (نظامیہ) مفتی صدارت العالیہ اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی متعلم فاضل کلیہ نظامیہ نے علم وعمل اور جامعہ نظامیہ کے خدمات سے متعلق اپنی طبعزاد نظمیں سنائی

---

[1] معارف جلد ۵۴ صفحہ ۳۲۳ ۔ [2] مولوی صاحب کا یہ مقالہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۶ تا ۲۱ فروری ۱۹۴۵ء میں شائع ہوچکا ہے۔

اور عربی میں سنائیں۔

معتمد مجلس علماء کی تحریک

مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علماء دکن و رکن مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ نے تحریک کی کہ جامعہ نظامیہ میں اپنے وسیع مقاصد کے تحت مشرقی اور مذہبی علوم کے جدید مستقل شعبے قائم کئے جائیں جس طرح کہ مصر میں جامعہ مصریہ کی موجودگی میں جامعہ ازہر میں مختلف کالج اور شعبے قائم کئے گئے ہیں اس تحریک کی تائید میں مولوی حکیم ہبتہ اللہ صاحب (نظامیہ) نے مختصر تقریر کی۔ مولوی سید محمد صاحب (نظامیہ) کے اختلاف اور حاضرین کے اتفاق سے معتمد مجلس علماء دکن کی تحریک منظور ہوگئی منظورہ تحریک کے بموجب حسب ذیل تشکیل کمیٹی کی تجویز پیش کی مولوی محمد ہبتہ اللہ صاحب کی تحریک پر مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی صدر اور مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت عالیہ معتمد اور اراکین میں مولانا سید شاہ محمد صاحب منظاری صدر کلیہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب، مولوی سید احمد محی الدین صاحب مدیر رہبر دکن اور مولوی ابو محمد صاحب کنج نشین منتخب کئے گئے اور یہ توقع قائم کی گئی کہ اس کمیٹی کے ذریعہ جامعہ نظامیہ کی اصلاح اور اس میں جدید اسلامی شعبوں کی تعلیم کا مناسب نظم قائم کیا جائے گا۔

اجلاس دوم

۹ ذی الحجہ یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا دوسرا اجلاس مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا، جناب صدر نے ایک دلچسپ اور پُر از معلومات خطبہ صدارت سناتے ہوئے فرمایا "یوم تاسیس منانے کے مقاصد میں یہ بھی شامل ہے کہ آپ اور ہم اس مدرسہ کے ابتدائی اور موجودہ حالات کا مطالعہ کریں اور اس کی گرتی ہوئی حالت پر افسوس و رنج کا اظہار کر کے خاموش نہ بیٹھے رہیں، بلکہ اس کی اصلاح کی فکر کریں۔ مدرسہ نظامیہ جس تدریجی ترقی کے ذریعہ اعلیٰ معیار پر پہنچا، وہ نظر انداز نہیں ہوسکتا، اب بھی اسی طریقہ عمل کو اختیار کیا جائے تو مدرسہ کی ترقی ناممکن نہیں میرے خیال میں مدرسہ کی ترقی میں مدرسہ کے موجودہ قوانین زیادہ حائل ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے فیض رسانی علم کا حلقہ روز بروز محدود ہو رہا ہے اور تشنگان علم فیضیابی سے محروم ہو رہے ہیں ایسے ضابطہ کو توڑ سکتے ہیں اور ہر ایسا ضابطہ جو ترقی علم میں مانع ہو وہ شکست ہو سکتا ہے میں اپنے زمانہ طالبعلمی کا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ اساتذہ کو طلباء کی کثرت کے باعث ہم کو درس دینے کا موقع نہیں ملتا تھا تو وہ مقدس ہستیاں بھی رات کے دو تین بجے نماز تہجد کے بجائے درس دیتے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سناتے تھے کہ علم عبادت سے افضل ہے مولانا محمد عبد الکریم صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہم یہ وہ مبارک ہستیاں تھیں جن کے وجود سے بہت سے متبحر علماء پیدا ہوئے اور جن کے وجود سے مدرسہ میں علمی و مذہبی اصلاحی مباحثے مناظرے اور تقاریر ہوا کرتے تھے افسوس اب وہ کیفیت نہیں اور نہ وہ فضاء ہے البتہ اس وقت جسم کا وجود ہے مگر اس میں روح نہیں ہے آپ حضرات سے میری درخواست ہے کہ وہ ضابطے جو ترقی مدرسہ میں مانع ہو رہے ہیں ان کو پارہ پارہ کردیں۔ اگر کوئی دیوبند یا کسی اور ادارے سے طلبہ علم کے لئے آئیں تو ان کو شریک کرنا چاہیئے۔ آخر میں جناب صدر نے مدرسہ نظامیہ کی ترقی سے متعلق

مختلف خیالات تجربات اور اپنی ذاتی تمناؤں کو ظاہر کرتے ہوئے یہ توقع قائم کی کہ نظامیہ ہی کے ذریعے ملک وملت کی حقیقی اصلاح ہوسکتی ہے۔ اسلامی طریقہ تعلیم اور اس کے ارتقاء پر ایک بسیط اور محققانہ مقالہ مولوی محمد انور خاں صاحب بی اے جامعی نے پڑھا، مولوی حاجی منیر الدین صاحب کامل (نظامیہ) استاذ کلیہ (نظامیہ) نے عربی میں اللسان العربی و اہمیتہ پر فاضلہ مقالہ پڑھا محدثین کرام کے اتباع نما حافظ کے عنوان پر مولانا سید احمد اللہ صاحب ندوی مصحح دائرۃ المعارف نے محققانہ مقالہ پڑھا، مولوی دلدار علی صاحب علوی اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی نے ایک پرجوش نظم کے ذریعہ عربی تعلیم اور اس کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہوئے حاضرین اجلاس کو بیحد محظوظ فرمایا۔

تحریک آخر میں مولوی حکیم سعد الدین صاحب نے تحریک پیش کی کہ اس سال مادر علمیہ جامعہ نظامیہ کے چار سپوت دنیائے فانی سے رحلت کر گئے ہیں جن میں ایک مولانا حکیم الحاج محمود صمدانی صاحب افسر الاطباء دوسرے مولوی حکیم محمد عبد الجبار صاحب، تیسرے ڈاکٹر محمد قاسم صاحب ناظم سمیات اور چوتھے مولوی حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب ہیں، مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب اور حکیم ابو الفدا صاحب بدور شتے برابر مدرسہ کی قابل قدر و لائق شکر خدمت انجام دیتے رہے تا آنکہ معمولی خدمتیں انجام دیتے ہوئے مدرسہ کی جائداد (نظارت) وغیرہ پر علی الترتیب فائز ہوئے اور اپنے زمانہ اہتمام میں ہر دو نے مدرسہ کو زوال و پستی سے بچاتے ہوئے اوج ترقی پر لانے کے لئے جو سعی پیہم کیا کرتے تھے ناقابل فراموش ہیں لہٰذا مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا یہ اجلاس ہر چار حضرات کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ خداوند عالم مرحومین کو علی علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اس تحریک کو تمام حاضرین نے باتفاق منظور کیا۔ آخر میں مولوی عزیز الدین احمد صاحب فاضل نظامیہ نے حاضرین اور صدر جلسہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی ناظم کلیہ کا بھی شکریہ ادا کیا کہ موصوف کی کوششوں اور خاص توجہات کی بنا پر انجمن طلبائے قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے مجلس ترقی تعلیم اسلامی کا دوسرا سالانہ اجلاس "یوم نظامیہ" منانے کا موقع ملا۔ جلسہ کی کارروائی ختم ہونے کے بعد

اظہار مسرت طلباء جدید نے ناظم صاحب (نظامیہ) سے خواہش کی کہ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب کو رکنیت عدالت عالیہ پر ممتاز ہونے کی تقریب میں پھول پہنائے جائیں۔ چنانچہ ناظم صاحب نے طلباء کے اس ہدیہ کو خواجہ صاحب کے سامنے پیش کیا اور خواجہ صاحب نے نہایت شکریہ کیساتھ قبول کرتے ہوئے کہا کہ اس مقدس امانت کو صحیح طور پر انجام دینے کے لئے آپ سب میرے حق میں دعا فرمائیں تو مناسب ہوگا۔ نماز عصر اور نمائش کے بعد جلسہ برخواست ہوا۔

اجلاس سوم ۲۰ ذی الحجہ یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا اجلاس نواب مہدی یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوا۔ مولوی ابو الخیر صاحب معتمد انجمن نے نواب صدر یار جنگ بہادر اور مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور مولوی شاہ محمد علاؤ الدین صاحب قادری جنیدی سجادہ درگاہ روضہ شیخ گلبرگہ کے پیامات پڑھکر سنائے۔

پیامات (۱) نواب صدر یار جنگ بہادر سابق صدر الصدور سرکار عالی لکھتے ہیں کہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن نواب فضیلت جنگ بہادر مرحوم کی مخلصانہ کوشش اور عزم کی یادگار ہے امت مرحومہ کی فلاح اطاعت احکام الٰہی کے ساتھ وابستہ ہے مختلف تاریخی زمانوں پر نظر ڈالو جب جس قدر اطاعت ہوئی اسی قدر فلاح و ترقی حاصل ہوئی اطاعت احکام کی بجا آوری یعنی عمل کا نام ہے۔ عمل موقوف ہے صحیح اور دلنشین علم پر یہ علم زبان عربی میں ہے جس کے حامل و خادمان علوم عربیہ کے مدرسے ہیں ان ہی میں مدرسہ نظامیہ ہے، استادوں کا فرض ہے کہ صحیح علوم دین طلبہ کو پہنچائیں جہاں تک سے ان کو بچائیں طلبا کی سعادت اس میں ہے کہ ان علوم کو اخلاص و ادب کے ساتھ حاصل کریں تاکہ ادب و اخلاص کے اثرات ان کے دلوں میں نفوذ کریں جب دل میں نفاذ ہوگا تو عمل صالح جلوہ فرما ہوگا جو ذریعہ نجات و فلاح ہے،

مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی صدر جامعہ اسلامیہ لکھتے ہیں کہ جامعہ نظامیہ کی ترقیات کیلئے دعا کرتا ہوں، امید ہے اس لامذہبیت کے دور میں یہ جامعہ اعلیحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی زیر سرپرستی بندگان خدا کیلئے مذہبی حیات کا بیش از بیش سامان مہیا کرے گا۔

مولوی محمد علاؤ الدین صاحب قادری سجادہ درگاہ حضرت جنیدؒ گلبرگہ شریف نے بھی یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کی کامیابی کی توقع بتلاتے ہوئے اس امر کو ظاہر فرمایا ہے کہ اس درسگاہ کے ذریعہ مسلمانوں کی بہت کچھ اصلاح ہوسکتی ہے۔

خطبہ صدارت نواب مہدی یار جنگ بہادر نے خطبہ صدارت دیتے ہوئے فرمایا "آج مجھ کو جامعہ نظامیہ میں آنے سے بیحد مسرت ہوئی یہ وہ مقام ہے جہاں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نام لیا اور ذکر کیا جاتا ہے اسلئے یہ مقام دیگر اور مقامات سے زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے علم کو سب سے بڑی چیز قرار دی ہے علم وہ چیز ہے جس کے ذریعہ حیوانوں اور انسانوں میں فرق ظاہر ہوتا ہے صحیح علم ہی سب سے بڑی دولت ہے اور یہ خالص خدا کا فضل ہے یہ فضل صرف پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ توفیق الٰہی سے۔ میں یہ بات جامعہ نظامیہ کے لئے ایک رحمت سمجھتا ہوں کہ مولانا محمد عبد القدیر صاحب کی طرح صحیح علم رکھنے والے آپ میں موجود ہیں، خدا کے پاس اکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے اور یہ خوبی مولانائے موصوف میں موجود ہے جامعہ نظامیہ کو مولانا انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ مرحوم نے قایم کیا جس کو ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ گذرا، وہ حیدرآباد کے مخلص متقی اور علم دوست بزرگ تھے، اس ادارے کی بنیاد انھوں نے ڈالی یہ ان کے اخلاص کی نشانی ہے کہ وہ اس میں دفن ہیں جو شخص علم پاتا ہے وہ اپنے وقت میں اس فیض کو دوسروں تک پہنچا سکتا ہے یہ ایک فیض جاریہ ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا جو علوم یہاں پڑھائے جاتے ہیں وہ (۶۰) سال کے نہیں ہیں بلکہ وہ تیرہ سو برس پہلے کے ہیں اس کو زندہ رکھنا سب سے بڑا فرض ہے، اس کو کھونے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کوئی شخص مرتے وقت میراث میں ایک وسیع جائداد چھوڑتا ہے مگر اس کی اولاد نے اس کو کھودیا، مسلمانوں کی بقاء و فنا دینی و دنیوی حیثیت سے اسی میں ہے کہ وہ عربی تعلیم حاصل کریں اور اس تعلیم کو

مضبوطی سے تھامے رہیں قدیم علوم کا سیکھنا صرف تعلیمی مسئلہ نہیں ہے بلکہ قوم کی بقا کا مسئلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس روز سے ہم ان کو چھوڑ دیں گے اسی روز سے فنا ہونے لگیں گے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی علم نہیں ہے اللہ نے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ آپ ان علوم کو زندہ رکھ سکتے ہیں اور اس فیض کو دُور تک پہنچا سکتے ہیں، جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم (۱۷) سال میں ختم ہوتا ہے زمانہ کے لحاظ سے قدیم علوم کو قایم رکھتے ہوئے طریقہ تعلیم میں تبدیلی پیدا کیجا سکتی ہے طریقہ تعلیم ہمیشہ بدلتا رہا ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس جامعہ میں، طلباء کی تعداد لامحالہ کم ہوگی اگر یہ صحیح ہے تو قابل افسوس ہے ہماری تعلیم کا یہ دائرہ کم نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہم سب کو بھی اس کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہر مسلمان بچہ پہلے خدا کو سمجھے اور اس کے دل میں پہلے ہی سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہو، اور قرآن سیکھے۔ میں آجکل سررشتہ تعلیمات میں اس کی کوشش کر رہا ہوں کہ عربی اور سیرۃ نبیؐ کے خاص ریڈر تیار کرا رہا ہوں جن کی اجرائی کے بعد مسلمان بچوں کی بہت کچھ اصلاح ہوجائے گی، مدرسہ نظامیہ کو باضابطہ جامعہ تسلیم کرانے کی جو کوشش کیجا رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ عملاً یہ ایک جامعہ کیطرح کام کر رہا ہے لیکن باضابطہ تسلیم کرنے میں بعض دشواریاں پیدا ہو رہی ہیں اگر یہ دُور ہوجائیں تو جامعہ کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا اس کا تعلق جامعہ عثمانیہ سے اس معنی میں کیا جائے کہ یہ دینیات کی تعلیم کا ایک کالج کہلایا جائے یہ اس وقت ہوگا جب کہ آپ سب برضا و رغبت اس پر رضامند ہوں، خواہ مخواہ کوئی نئی چیز ٹھونسی نہیں جائیگی۔

۳۔ جناب صدر کے خطبہ صدارت کے بعد مولوی محمدؐ ہبتہ اللہ صاحب (نظامیہ) استاذ سٹی کالج نے عربی شاعری پر اور مولوی حافظ محمدؐ عبدالرحمٰن صاحب کامل استاذ قراءت و تجوید کلیہ نظامیہ نے تاریخ قراءت اور اس کی ضرورت پر محققانہ مقالے پڑھے مولوی قاری میر روشن علی صاحب ناظر القراء، دینیات سرکار عالی نے فن قراءت کی اہمیت پر تقریر فرمائی اور ہر قاری کی قراءت پر اس کی مختصر تاریخ بھی بیان کی مولوی تاج الدین صاحب معتمد مؤید القراء، مولوی سید ابراہیم قادری صاحب فاضل (نظامیہ) مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب کامل (نظامیہ) جناب میر قاری کاظم علی صاحب و جناب قاری میر عثمان علی صاحب و مولوی شیخ احمد صاحب نحوی و مولوی سید احمد محی الدین صاحب قادری اور ایک خورد سال لڑکے (عبدالحمید متعلم حفاظ) نے باعتبار فن مختلف حیثیتوں سے قرآن کو پڑھنے کی سعادت حاصل کی یہ جلسہ باعتبار فن قراءت حیدرآباد میں پہلا جلسہ ہے جس میں فن کا خاص لحاظ ملحوظ رکھا گیا۔

تحریک ۴۔ مولوی محمدؐ عبدالواحد صاحب اویسی (نظامیہ) وکیل ہائیکورٹ نے طلباء نظامیہ کیلئے دیگر علوم و فنون کی تحصیل اور اس کے حصول کے اسباب پر تقریر فرماتے ہوئے تحریک پیش کی کہ "حال میں جامعہ نظامیہ کے مولوی کیلئے شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ میں بمعافی مضامین شرکت کی اجازت دیگئی ہے اسی طرح عالم و فاضل کے لئے جب کہ وہ جامعہ کے امتحانات میں شریک ہونا چاہیں تو بہ معافی مضامین شرکت کی اجازت دیجائے اس تحریک کی تائید میں مولوی خواجہ محمدؐ احمد صاحب مہتمم آثار قدیمہ سرکار عالی نے مختصر تقریر کی، حاضرین اجلاس کے اتفاق پر یہ تحریک منظور ہوئی۔

نتائج نمائش خطاطی ۵۔ مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشیں معتمد انجمن نے حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ

تین روز سے جامعہ نظامیہ کا یوم تاسیس منایا جا رہا ہے آج اس کا آخری روز ہے جس میں حتیٰ الامکان علمی مذہبی دلچسپیوں کے علاوہ فن خطاطی جو باعتبار فن ایک قدیم اور مشرقی تہذیب کی محمود یادگار ہے اور جو زمانہ کی دستبرد سے اس کی قدر و منزلت میں کمی ہو گئی ہے اس کے احیاء کے لئے خطاطی کی نمائش بھی علوم اسلامیہ کے کمیاب کتابوں کے ساتھ قایم کیگئی خدا کا شکر ہے انجمن طلبہ قدیم کی آواز پر دو سو سے زائد قطعات جمع ہوئے اس فن کو جانچنے کے لئے مجلس یوم تاسیس جامعہ نظامیہ نے

ارکان کمیٹی | نواب اختر یار جنگ بہادر سابق معتمد امور مذہبی، مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی ناظم نظامیہ، مولانا مفتی محمدؐ رحیم الدین صاحب، مولوی قاری میر روشن علی صاحب، مولوی سید قدرت اللہ صاحب انتخاب رقم، مولوی سید ابو الحسن صاحب قیصر مددگار صدارت العالیہ سرکار عالی، مولوی میر حشمت علی صاحب قادر رقم، اور مولوی خواجہ محمدؐ احمد صاحب مہتمم آثار قدیمہ سرکار عالی کی ایک کمیٹی قایم کی تھی بالآخر اس کمیٹی نے باتفاق آراء تصفیہ کیا کہ

استاذ الخطاطین | مولوی سید قدرت اللہ صاحب انتخاب رقم اور مولوی حشمت علی صاحب قادر رقم کو جو فن خطاطی میں کمال درجہ مہارت رکھتے ہیں اور جن کے خدمات سے ملک کا ایک کثیر طبقہ مستفیض ہوا ہے ان ہر دو کو استاذ الخطاطین کی ڈگری نسخ اور نستعلیق کے اعتبار سے دی جائے۔ اور

اسماء نتائج | حسب ذیل (۲۷) اصحاب خاص۔ اوّل اور دوم کے اسناد کے مستحق قرار دئے گئے۔

نمبر سلسلہ	اسماء	خصوصیت فن	درجہ
۱	۲	۳	۴
۱	مولوی سید ثناء اللہ صاحب زرین رقم	نستعلیق	خاص
۲	مولوی میر احمد علی صاحب اعزاز رقم ملازم دار الطبع سرکار عالی	؍؍	؍؍
۳	مولوی حکیم محمدؐ اعظم اللہ صاحب صدیقی عالم (نظامیہ) نادر رقم	؍؍	اول
۴	مولوی حاجی محمدؐ عبد اللہ جابر بن سلام صاحب ملازم دار الطبع سرکار عالی	نسخ	؍؍
۵	مولوی یعقوب علی صاحب مبارک رقم	نستعلیق	؍؍
۶	مولوی قاضی میر انور علی صاحب شریعت پناہ بلدہ (نظامیہ)	؍؍	؍؍
۷	مولوی شاہ سید غلام محمود صاحب اورنگ آبادی مستجاب رقم	نسخ	؍؍
۸	مولوی شیخ عبد القادر صاحب محمودی	؍؍	؍؍

۹	مولوی حبیب یوسف صاحب	نستعلیق	اول
۱۰	مولوی ابو المجد مظہر الدین صاحب خوش رقم	صنائع میں	"
۱۱	مولوی بشیر الدین خاں صاحب	نستعلیق	"
۱۲	مولوی شبیر علی خاں صاحب منور رقم ملازم دار الطبع جامعہ عثمانیہ	"	دوم
۱۳	مولوی حکیم سید عزیز الدین صاحب نبیرہ نواب فتح الدولہ مرحوم	"	"
۱۴	مولوی محمد شرف الدین صاحب انصاری متعلم کلیہ نظامیہ	"	"
۱۵	مولوی شبر علی خاں صاحب	"	"
۱۶	مولوی سید حیدر بادشاہ صاحب قادری زرین کلاہ	"	"
۱۷	مولوی حافظ محمد عبد الشکور صاحب	"	"
۱۸	مولوی سید محمد احمد صاحب	"	"
۱۹	مولوی سید قطبی حسینی صاحب	"	"
۲۰	مولوی میر محمد علی صاحب	"	"
۲۱	مولوی سعید محمد خاں صاحب	"	"
۲۲	عزیز النساء بیگم صاحبہ	"	"
۲۳	مولوی مرزا غلام محبوب بیگ صاحب امیدوار دائرۃ المعارف	"	"
۲۴	مولوی محمد عزیز الدین صاحب وکیل ہائیکورٹ	"	"
۲۵	مولوی محمد محی الدین صاحب	نسخ	"
۲۶	مولوی حافظ محمد حسین صاحب	نستعلیق	"
۲۷	مولوی حامد علی صاحب	"	"

آخر میں کمیٹی نے اپنے اس یقین کو بھی ظاہر کیا کہ فن کو زندہ رکھنے اور اس کے توسیع کی طرف خطاط اصحاب بیش از بیش توجہ کریں گے تاکہ آئندہ سال اس سے بڑھ کر مظاہرہ ہوسکے، مولوی سید عثمان قادری صاحب متعلم فاضل اور مولوی شیخ احمد صاحب نحوی نے اردو و عربی میں جامعہ نظامیہ سے خطاب کے عنوان پر طبع زاد نظمیں سنائیں۔ آخر میں جناب صدر نے مولوی محمد ہبۃ اللہ صاحب (نظامیہ) مولوی محمد عبد الرحمن صاحب کامل (نظامیہ) اور دیگر قرا صاحبان کی قراءت پر مختصر تبصرہ فرماتے

ہوئے اظہار خوشنودی فرمایا اور مولوی محمد عبد الواحد صاحب اویسی کی پیشکردہ تحریک پر اظہار ہمدردی فرماتے ہوئے اپنی کامل تائید کا حاضرین کو یقین دلایا۔

معتمد مجلس علماء کی تقریر مولوی سید باد شاہ حسینی صاحب (نظامیہ) معتمد مجلس علماء دکن نے منجانب جامعہ نظامیہ محترم صدر اور معزز حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا "مجھے اس کا یقین ہے کہ آپ حضرات کی یہاں تشریف آوری اور بڑی رات تک جامعہ کے اس علمی جلسہ میں شرکت فرمائی رسمی شکریہ سے بہت بالاتر ہے حق تعالیٰ ہی آپ کو اس کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائیگا۔ حاضرین اجلاس کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جامعہ نظامیہ کا فیض شرق و غرب میں پھیلا اور علمائے ربانین کی جماعتیں یہاں سے تیار ہو ہو کر اقطاع عالم میں فیض بخش اور فیض رساں ہوئیں اور شیخ الشیوخ حضرت علامہ شاہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی مدظلہ العالی کے فیض سے بھی آج بہت سے طلباء مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور اب اس جامعہ کے شیخ الشیوخ ہیں۔ الٰہی یہ سلسلہ فیض دراز ہو، حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ برکات عثمانی کا فیض اتم ہے جو مختلف طریق سے جاری و ساری ہے۔ خدا کی ہزاروں رحمتیں ہوں بانیٔ جامعہ نظامیہ حضرت فضیلت جنگ بہادر پر جن کی خلوص نیتی کی یہ عظیم الشان برکت ہے کہ آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا اس بحر علم سے ہزاروں تشنگان علم سیراب ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ آخر پر سلطان العلوم شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کیلئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ حضور کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر دیرگاہ سلامت رکھے۔ حضرات شہزادگان بلند اقبال اور خانوادۂ آصفی زیر سایہ حضرت آصف سابع پھلے پھولے شاد و آباد رہے اور سلطنت آصفیہ کا فیض تا ابد جاری و ساری رہے۔ طلبہ دار الصنائع کے ختم ترانہ پر جلسہ برخاست ہوا۔

فہرست کتب قلمیہ متعلقہ کتب خانہ امداد المعارف جامعہ نظامیہ

نمبر سلسلہ	نمبر کتاب	نام کتاب	زبان	فن	نام مصنف	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	۲۴۶	ریاض القدس	فارسی	تفسیر	شیخ نظام الدین بن عبد الشکور العمری التانیسری	
۲	۲۴۳	تفسیر سورۂ تبارک	"	"	حضرت خواجہ یعقوب چرخی	
۳	۲۴۴	تفسیر آیۂ نور	"	"	عبد الحق بن سیف الدین	

۴	۲۴۵	مصباح العاشقین	فارسی	تفسیر	شیخ بہاؤالدین محمود بن ابراہیم بن قاضی حمیدالدین ناگوری
۵	۲۰۵	قواعد القرآن	"	تجوید	محمد بن خداداد سمرقندی
۶	۲۵۵	اعمال عربی	عربی	وظائف و ادعیہ	
۷	۱۶۷	جمع الفوائد من جامع الاصول مجمع الزوائد جلد اول	"	حدیث	مولٰنا الشیخ محمد بن سلیمان المغربی المالکی
۸	۱۶۸	" " جلد ثانی	"	"	"
۹	۱۶۹	تسہیل السبیل الی کشف الالتباس عما دار من الاحادیث بین الناس	"	"	علامہ غرس الدین الخلیلی
۱۰	۱۷۲	مجموعہ رسائل	اردو	"	الحافظ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی رح
۱۱	۲۳۶	نور العین فی بیان المذہب لوسط بین المذہبین	فارسی	"	عبدالباسط بن رستم علی اصغر القنوجی
۱۲	۲۸۷	چہل حدیث قدسیہ و ترجمہ چہل سور توریت	"	"	نورالدین محمد ابن ابی القاسم علیہ الواعظ الاصفہانی
۱۳	۳۰۱	مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول	عربی	"	نورالدین علی بن سلطان محمد الہروی القاری
۱۴	۳۰۲	" " ثانی	"	"	"
۱۵	۱۲۷	رسالہ در بیان صید	فارسی	فقہ	حسین الحسنی الطیبی المخاطب بلسان
۱۶	۱۴۴	فتاوی ابراہیم شاہی	عربی	"	احمد بن محمد ملقب بہ نظام کیکانی
۱۷	۱۴۵	خزانۃ الروریہ	"	"	قاضی جگن ہندی
۱۸	۱۵۴	خلاصۃ الفتاوٰی	"	"	شیخ طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری
۱۹	۱۹۲	فتاوٰی سراجی	"	"	سراج الدین الاوشی
۲۰	۱۹۸	کنز العباد	عربی	فقہ	علی بن احمد الغوری
۲۱	۲۲۴	شرح الوہبانیہ	"	"	کمال پاشازادہ
۲۲	۲۲۸	شرح زاد الفقیر المسمٰی باعانۃ الحقیر	"	"	شیخ محمد الغزی التمرتاشی
۲۳	۳۰۶	محیط سرخسی جلد اول	"	"	محمد بن محمد الملقب برضی الدین سرخسی
۲۴	۳۰۷	" جلد ثانی	"	"	" "
۲۵	۳۹۲	رسالہ صیدیہ	فارسی	"	شیخ محمد علی بغدادی
۲۶	۵۰۰	روضۃ الاسلام منظوم	اردو	"	

۲۷	۵۰۶	ریاض النسوان	اردو	فقہ	مفتی بدر الدولہ مرحوم مدراسی	
۲۸	۵۱۸	رسالہ در شرائط آداب نماز	″	″	محمد باقر بن محمد تقی	
۲۹	۳۶۶	مظہر العجائب	″	تصوف	۔	
۳۰	۳۶۸	شرح ادلۃ التوحید	عربی	″	علی المہائمی	
۳۱	۳۸۸	شمائل الاتقیا	فارسی	″	رکن الدین عماد ۔ مرید خواجہ برہان الدین غریب	
۳۲	۳۹۳	یکصد مکتوبات حضرت یحیٰی منیری	″	″	شرف الدین یحیٰی منیری رح	
۳۳	۳۹۴	تجلیات رحمانی	″	″	سید علی محمد ابن سید عبد الرحمٰن بن سید محمد الحسینی	
۳۴	۳۹۹	کشف المحجوب	″	″	شیخ علی بن عثمان الجلابی الہجویری	
۳۵	۴۰۰	زبدۃ الحقائق	″	″	عین القضاۃ ہمدانی	
۳۶	۴۰۱	نکات الاسرار	″	″	شیخ آدم بنوری قدس سرہ	
۳۷	۴۳۴	شرح لمعات	″	″	شیخ نظام الدین تانیسری رح	بر لمعات شیخ فخر الدین ابراہیم الہمدانی المشتہر بالعراقی
۳۸	۴۶۵	مرج البحرین	″	″	عبد الحق بن سیف الدین القادری الدہلوی	
۳۹	۵۲۶	روائح فی حل کمالات اللوائح	″	″	محمد شریف ابن نظام الدین العلوی الہروی رح	
۴۰	۵۳۶	حدیقۃ الحدائق	″	″	ابو المجد مجدود الدین بن آدم	خوشخط مطلا
۴۱	۵۳۷	حاشیہ بر دقائق لوائح	″	″	عبد الملک بن عبد الغفور انصاری	
۴۲	۵۵۱	محیط اعظم	″	″	مرزا عبد القادر بیدل	
۴۳	۶۳۲	کنز الرموز	″	″	مولٰنا میر حسین سادات قدس سرہ	سنہ وفات مصنف [illegible]ھ
۴۴	۶۵۲	شرح اخلاق جلالی	″	اخلاق	محمد یوسف علی	
۴۵	۶۵۳	لمعات نجم الہدیٰ	″	″	سید محمد والہ	
۴۶	۶۵۹	تذکرۃ الفوائد	″	″	۔	
۴۷	۶۸۴	آداب المتعلمین	فارسی	اخلاق	۔	
۴۸	۹۷	دیوان قاسم	″	دواوین	قاسم	
۴۹	۱۱۸	دیوان حافظ مصور	″	″	خواجہ شمس الدین حافظ شیرازی	

۵۰	۱۶۰	دیوان طالب کلیم	فارسی	دواوین	ابوطالب کلیم ہمدانی
۵۱	۱۶۵	دیوان چندا	اردو	"	ماہ لقا بائی چندا
۵۲	۲۶۲	چہار عنصر بیدل	فارسی	ادب	مرزا عبد القادر بیدل
۵۳	۳۴۰	دیوان قتیل	"	دواوین	مرزا محمد حسین قتیل
۵۴	۵۹۶	دیوان اعظم	"	"	•
۵۵	۶۶۰	مثنوی رنج	"	"	•
۵۶	۶۶۴	دیوان سرخوش	"	"	•
۵۷	۵۸۳	دیوان خواجو	"	"	•
۵۸	۶۴۸	دیوان ایجاد	"	"	نقد علی قاچار
۵۹	۶۴۹	دیوان امانت	اردو	"	سید آغا حسن لکھنوی
۶۰	۶۵۰	شرح مشکلات مکاتیب ابوالفضل	فارسی	ادب	محمد اعلم لکھنوی
۶۱	۶۵۱	شیریں فرہاد	"	دواوین	مولٰنا وحشی
۶۲	۶۵۴	دیوان غنی کشمیری	"	"	ملا محمد کاشمیری
۶۳	۶۷۳	دیوان حیا	اردو	"	مرزا محمد رحیم الدین حیا
۶۴	۶۷۴	محیط اعظم ساقی نامہ	فارسی	"	مرزا عبد القادر بیدل
۶۵	۶۸۱	مجموعہ قصائد	"	ادب	عین القضاۃ ہمدانی۔ مولوی باقر آگاہ مرزا طوفان۔ لچھمی نرائن وغیرہ
۶۶	۶۸۲	دیوان آصفی قہستانی	"	دواوین	خواجہ آصفی تلمیذ عبد الرحمٰن جامیؒ
۶۷	۶۸۴	کلیات ثنائی	"	"	•
۶۸	۲۰	مکاتیب آصفجاہی	"	انشاء	موسوی خاں جرات
۶۹	۶۱	کرامات الاولیاء	"	سیر	نظام الدین احمد بن محمد صالح الصدیقی الحسینی
۷۰	۲۳۱	تاریخ قطب شاہی	"	تاریخ	محمد قادر خاں منشی ساکن بیدر
۷۱	۲۰۸	تاریخ قطب شاہی دکن علی عادل شاہ	"	"	نور اللہ ابن قاضی سید علی محمد الحسینی
۷۲	۵۳۶	تذکرہ خزان و بہار	"	"	غلام مصطفی المتخلص بہ سخن

۷۳	۳۹۷	وقائع ایام محاصرہ دارالجہاد حیدرآباد	فارسی	تاریخ	نعمت خاں عالی مرزا محمدؐ حکیم فتح الدین	
۷۴	۳۹۲	روزنامچہ عالمگیری - عالمگیرنامہ	″	″	محمدؐ کاظم	
۷۵	۵۷۴	مراۃ الخیال	″	″	شیرخاں لودھی	سنہ تالیف ۱۱۰۲ھ
۷۶	۱۸۹	تنقیح الاخبار	″	″	•	
۷۷	۱۴۶	محاضرات الاوائل وسامرۃ الاواخر	عربی	″	علاؤالدین دده السکتواری البسنوسی	
۷۸	۱۴۷	ربع مسکون	فارسی	″	افلاطون حکیم	
۷۹	۴۳۶	تحفۃ الاخبار تاریخ کرناٹک	″	″	غلام حسین میر منشی دارالانشاء	
۸۰	۷۱	تذکرۂ سالارجنگ	″	تذکرہ	موتمن الدولہ	
۸۱	۵۱۲	تذکرہ طاہر	″	″	مرزا طاہر	
۸۲	۱۸۱	خزائن الامثال	اردو	لغت	حافظ میر شمس الدین محمدؐ المتخلص بہ فیض	
۸۳	۱۵۳	خزینۃ الاحکام	فارسی	قیافہ	•	
۸۴	۱۹۰	الوان نعمت	″	طباخی	کاتب محمدؐ قاسم ویلوری در سنہ ۱۳۰۲ھ	
۸۵	۴۱	رسائل مختلفہ قلمیہ	فارسی عربی	متفرق	•	

یوم تاسیس کے متعلق ملک کے اہل الرائے حضرات کی رائیں

یوم تاسیس جامعۂ نظامیہ سے متعلق ملک اور بیرون ملک کے اہل الرائے حضرات اور مدیران اخبارات نے مختلف حیثیتوں سے اظہار خیال فرماتے ہوئے انجمن کے اس اقدام کو مستحسن نظروں سے دیکھا اور یہ توقع قائم کی کہ جامعہ نظامیہ کی اصلاح سے مسلمانان دکن کی اصلاح اور ترقی ایک منتظم طریقہ سے ہو سکیگی۔ اس خصوص میں جناب مولوی سید احمد محی الدین صاحب مدیر رہبر دکن کی رائے خاص اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے :-

اس مرتبہ دوسری بار مدرسۂ نظامیہ کے طلبہ قدیم نے یوم تاسیس نظامیہ بڑے جوش اور بڑی سرگرمی سے منایا اس کے تین اجلاس تین روز تک علی الترتیب نواب مرزا یار جنگ بہادر صدر المہام عدالت و مذہبی، مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب منتخب رکن ہائیکورٹ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر صدر المہام سیاسیات و تعلیمات کی صدارت میں مدرسۂ نظامیہ ہی میں منعقد ہوئے ان اجلاسوں کے حسن انتظام اور باقاعدگی نے یہ ثابت کر دیا کہ ہماری پرانی اور دینی تعلیم بھی انسانوں کو اس جدید سلیقہ سے محروم نہیں کرتی جو ایسے اجلاسوں کے انعقاد میں جدید تعلیم یافتہ برتا کرتے ہیں۔ البتہ یہاں کرسیوں کے بجائے

فرش کا انتظام تھا اور اس سے ہماری مشرقی تہذیب زیادہ نمایاں ہو رہی تھی۔ خطبہ ہائے صدارت بہت دلچسپ اور رہنما یانہ تھے اور ان میں اسلامی اور مشرقی علوم کی قدر و قیمت کا اعتراف کیا گیا اور ان کے احیاء و نشر کی حمایت کی گئی اور بعض نہایت قیمتی اور محققانہ مقالے بھی ان اجلاسوں کے موقع پر پڑھے گئے جن سے قدیم علوم مشرقیہ کی افادیت اور خاص کر انسان سازی پر ان کے اثر کا پتہ چل رہا ہے۔

مدرسہ نظامیہ مولانا انوار اللہ نواب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور کی یادگار ہے اور آپ کی زندگی میں ہمارا علوم دینیہ اسلامیہ کا ایسا مرکز رہا ہے کہ دور دور سے بیرون ہند سے بھی طلبہ یہاں آتے اور اپنے ذہن و روح کی پیاس بجھا کر چلے جاتے تھے۔ معتمد انجمن مولوی ابو الخیر کنج نشیں صاحب نے یوم تاسیس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس دینی درس گاہ سے ساٹھ سال کے عرصہ میں

"دکن، ہند اور مختلف بلاد اسلامی سے ۲۵ ہزار سے زائد افراد فیضیاب ہوئے ہیں"

اور ایسے شاندار نتائج صرف علی الاوسط ایک ایکہزار روپیہ ماہوار خرچ سے حاصل کئے گئے ہیں جس میں

"چار سو سے ایک سو طلبہ کے طعام، لباس وغیرہ کے اخراجات بھی شامل ہیں"

مگر نواب صاحبؒ کی وفات کے بعد سے اس فیض رسانی میں بڑی کمی ہو گئی ہے اور بانیان جلسہ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو پھر اپنے اصلی مقام پر پہنچادیں اگرچہ اب بھی یہ علوم اسلامیہ اور اسلامی ثقافت کا اتنا بڑا محافظ ہے کہ علامہ محمد علی الحوانی نے جو سارے اسلامی ممالک کا دورہ کر چکے اور علوم جدیدہ و قدیمہ کے ایک مسلمہ استاذ ہیں ہماری درسگاہ نظامیہ کو حیدرآباد کا جامعہ ازہر کہا اور حیدرآبادی مسلمانوں کی پابندی مذہب کی جو اسی مدرسہ کے طفیل میں ہے بڑی ستائش کی ہے آپ کو جتنا اسلام یہاں ملتا ہے ممالک عربیہ میں بھی دکھائی نہیں دیتا۔

علوم دینیہ اسلامیہ کا انسان سازی میں اتنا بڑا دخل ہے کہ کوئی مسلمان ہو یا نہ ہو مگر آدمیت سے جتنا زیادہ قریب ہے اتنا ہی زیادہ وہ ان علوم کے فیض کے زیر اثر دکھائی دیتا ہے خواہ اس کو اس کا اعتراف ہو کہ نہ ہو، اور یہ کوشش کہ اس مدرسہ کی کارکردگی کو پھر اس کے اصلی معیار پر قایم کر دیا جائے۔ بڑی محمود کوشش ہے اور بغیر ایسے جلسوں کے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

مولوی سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد مجلس علماء دکن نے اس کے اجلاس میں ایک قرارداد اس مضمون کی پیش کی کہ اس مدرسہ کو جامعہ کا درجہ دیا جائے اور سارے علوم مشرقیہ بھی علوم دینیہ کے ساتھ پڑھائے جائیں۔ چنانچہ آپ کی تحریک یہ ہے:۔

"جامعہ نظامیہ میں اپنے وسیع مقاصد کے تحت مشرقی اور مذہبی علوم کے جدید مستقل شعبے قایم کئے جائیں"

"جس طرح کہ مصر میں جامعہ مصریہ کی موجودگی میں جامعہ ازہر میں مختلف کالج اور شعبے قایم کئے گئے ہیں۔"

شکر ہے کہ یہ تحریک بہت ہی خفیف سی مخالفت کے بعد تقریباً باتفاق آراء منظور ہوگئی اور نواب مرزا یار جنگ بہادر کی تحریک پر جو آپ تخیل کو پسند فرماتے تھے ایک مجلس اس تحریک کو عملی جامہ پہنانے کیلئے مقرر ہوگئی۔

امید ہے کہ یہ مجلس پورے جوش وخروش سے کام کرکے ایک مناسب رپورٹ تیار کرے گی جس کو ملک اور حکومت کے آگے پیش کرکے درسگاہ نظامیہ کو ایک جامعہ نظامیہ کی صورت میں لانے کی اپیل کیجا سکیگی جیسا کہ نواب مرزا یار جنگ بہادر نے تشکیل مجلس کی تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا بلاشبہ ہمارے پاس ایک جامعہ عثمانیہ بڑے بھاری اخراجات کے ساتھ قائم ہے اور وہاں کچھ علوم دینیہ کا بھی انتظام ہے مگر وہاں سب کچھ جدیدہ ہی پڑھائے جاتے ہیں اور ہم کو بندگانِ اقدس کے دور معارف پروری میں ایک ایسی جامعہ کی بھی ضرورت ہے جو خالص علوم مشرقیہ کے ذریعہ جن میں عجیب غریب نوادر معارف کے خزائن ہیں ہماری دینی اور مشرقی سیرت کی کما حقہ حفاظت کرسکے۔

منتخب رُباعیات

از حضرت امجدؔ

دن رات کا مشغلہ ہے رونا دھونا
عشاق کا کام کیا ہے رونا دھونا
اشکوں سے گنہ کے داغ دھلجاتے ہیں
کیا خوب محاورہ ہے رونا دھونا

تا جاں دارم بہ جانِ جاناں نز دیکم
تا دل دارم بہ دلستاں نز دیکم
نقشِ قدمِ خود نگر دیا دم کن
ہرجا باشم ہایں نشاں نز دیکم

۲۔ از جناب حکیم سید ابو النظر صاحب رضوی

دل نوازی اک خیال خام ہے
فطرت ساغر صلائے عام ہے
اب نہ ساقی ہے نہ کوئی جام ہے
اٹھ گئی محفل جنداکا نام ہے
بر بطِ احساس نازک چیز ہے
بانگ گل تو تلخی دشنام ہے
اعتبار رنگ و بُو سے کیا غرض
ہستی گل سیلِ مے کا نام ہے
ہر نگہ میں ہے نمود سیمیا!
ہر نفس میں راز صبح و شام ہے
خفتہ روز ازل ہے بخت کیا!
جو صبح سے شام تک بھی شام ہے
آ ٹھ رہی ہے موج مے لیکن ہنوز
ذرہ ذرہ تشنہ یک جام ہے
انقلاب زندگی ہے زندگی
موت دل کی خستگی کا نام ہے
ہوگیا وقف جنوں ہر ہر نفس
کیا شعور زیست اس کا نام ہے
معنی صد زندگی حسن عمل
جس کا ہر آغاز خود انجام ہے
صبح اختر کائنات انقلاب
شام اختر خلد ہر ہر گام ہے

(برہان)

جامعہ نظامیہ سے خطاب

از مولوی سید اشرف علی صاحب مولوی کامل (نظامیہ) اشرف مفتی صدارت العالیہ سرکار عالی

کروں کیونکر نہ اوس کا شکر جس کا فضل شامل ہے | ہمارے مدرسہ کو امتیازِ خاص حاصل ہے
دکن بھر ہیں اسی جا درس فاضل اور کامل ہے | یہ جا خالص علوم ملتِ بیضا کی حامل ہے

بہت سے مدرسے ہیں اور اون کی خاص عظمت ہے
مگر کچھ اور ہی اس چار دیواری کی شہرت ہے

تمہیں کچھ یاد ہے اے طالبعلمو کہاں تم تھے؟ | زمیں تک آسماں بن جاتی تھی جاتے جہاں تم تھے
ریاست کے خزانے کیلئے بارِ گراں تم تھے! | کبھی وہ دن بھی تھے بتیس دانتوں میں زباں تم تھے

کوئی کہتا یہاں کی قدر کچھ جانی نہیں جاتی
کوئی کہتا دفاتر میں سند مانی نہیں جاتی

کسی دل کی تمنا تھی یہ ضم ہو جائے تو اچھا | کم از کم خرچ اس کا کم سے کم ہو جائے تو اچھا
پرانی شاخ ہے سر اس کا خم ہو جائے تو اچھا | کہیں ارمان تو یہ تھا قلم ہو جائے تو اچھا

یہاں پڑھ کر بہت کی کوششیں امیدداروں نے
عوام الناس نے سمجھا نہ مانا عہدہ داروں نے

مگر تم کو سنبھالا آصف سابع کی طاقت نے | کرم فرما رہا راعی نہ کی پروا رعیت نے
دکھایا آخرش اپنا اثر شاہی عنایت نے | توجہ رفتہ رفتہ بعد کی ارکان دولت نے

علی الاعلان کہتے ہیں سنو ایمان کی ہم سے
بقاء اپنی اگر تم پوچھتے ہو ہے اسی دم سے

وہ دن کچھ اور تھے لیکن ثواب اور نقشہ ہے | قدوم باغباں کو باغ کے کانٹوں نے تاکا ہے
حفاظت کا صلہ ہے پرورش کا یہ نتیجہ ہے | رواداری کا ہے انجام نگرانی کا بدلہ ہے

یقیناً فرق ہوتا ہے بہت اپنے پرائے میں
پھر آخر خار ہیں گو لاکھ ہیں پھولوں کے سائے میں

ارادہ گرد کا یہ ہے کہ بھر دے چاہ کنعاں کو | ہوائیں چاہتی ہیں سلب اڑیں مہر درخشاں کو

تخیّل بادلوں کا ہے دبا ہیں ماہ تاباں کو | نگاہیں تک رہی ہیں اپنی ملت کے نگہباں کو

نظامیہ کے بچو وقت پر سر تک فدا کرنا
نظام الملک کے حق نمک کو یوں ادا کرنا

نہ جانو یہ کہ ہم کیا ہیں ہماری جاں نثاری کیا | ہماری ہمتیں کیا ہیں حقیقت ہی ہماری کیا
ہمارا زور ہی کتنا ہماری بیقراری کیا | ہماری عقل ہی کتنی ہماری ہوشیاری کیا

نہیں یہ انکساری بلکہ پستی کی علامت ہے
اگر قادر کے بندے ہو تو کچھ تم میں بھی قدرت ہے

سر بر آرا جو ہو جائے خداوند مجازی ہے | چلے مسجد میں اور سر خاک پر رکھدے نمازی ہے
ضرورت پر جو میداں میں نکل آئے تو غازی ہے | یہی تو خاص شان امت شاہ حجازیؐ ہے

مسلماں چاہئے نازاں جس قدر بھی ہو بجا ہی ہے
خدائے پاک کا بندہ محمدؐ کا سپاہی ہے

وہ کیا پوشاک بدلے جس سے دامن سِل نہیں سکتا | جو پیل مست ہے غازی کہ جیسا پل نہیں سکتا
مصیبت میں مزا عیش و طرب کامل نہیں سکتا | رہے پتھر تو اڑ سکتا ہے ورنہ ہل نہیں سکتا

جو اپنے دین پر مٹ جائے دنیا اوسکی باندی ہے
سمجھ لو آگ پر پارہ جو قائم ہو تو چاندی ہے

جسے دنیا سے دُوری ہو اوسی دل میں صفائی ہے | سیاہی غور سے دیکھو تو خاصی روشنائی ہے
ہمیشہ بے دلوں نے اپنی قسمت آزمائی ہے | امیروں کو فقیروں ہی نے راہِ حق دکھائی ہے

پھٹے کپڑوں میں اکثر جذبۂ اسلام بستا ہے
غریبوں ہی کی سانسوں میں خدا کا نام بستا ہے

یہ کس کے طعن سے جذبات کا عالم بھڑک اُٹھا | یہ کن لوگوں نے حرکت دی کہ جوہر تھا چھلک اُٹھا
دلِ مومن میں لو ایماں کا شعلہ بھڑک اُٹھا | اندھیرا حد سے جب بڑھنے لگا تارا چمک اُٹھا

وفاداری کی پچھلی داستانیں یاد آتی ہیں
جو رہ رہ کر ہمارے خون کو گردش میں لاتی ہیں

بہت اخلاص سے پڑھتے تھے اخلاص و فلق بھولے | شریعت اور طریقت کے کتابوں کے ورق بھولے

نہیں امن و اماں جس روز سے قانون حق بھولے | بخار آنے لگا جب سے بخاری کا سبق بھولے

ہماری غیر حالت اور غیروں کی بن آئی ہے
ہمیں نے اپنے ہاتھوں سے یہ گت اپنی بنائی ہے

رہے قائم صد و سی سال جو سرکار ہے اپنا | معاون ہے مدد ہے مونس و غمخوار ہے اپنا
اگر احساس رکھتے ہو تو بیڑا پار ہے اپنا | دکن کا شاہ اسلامی سپہ سالار ہے اپنا

ہمیں ٹیڑھی نظر سے دیکھ لے یہ کس کی قدرت ہے
خدا رکھے سروں پر آصفی سایہ سلامت ہے

الٰہی گرنے والوں کو سنبھلنے کا سلیقہ دے | پرستارانِ ملت میں وفاداری کا جذبہ دے
حقیقت میں انہیں اشرف بنا اور اپنا سودا دے | جو صدیوں پیشتر تھی پھر وہی تقدیر چمکا دے

شریک بزم ہو کر مذہبی جلسوں میں رہتے ہیں
فرشتے بھی دعاؤں پر مری آمین کہتے ہیں

فغانِ مسلم

از جناب ہادی مچھلی شہری

نہ وہ ذوق کلیمانہ نہ وہ انداز رندانہ | تری ہستی اب اے مسلم اک بے کیف پیمانہ
دل حیراں سے ترے مٹ گیا احساس حریت | کہاں ہے اب وہ شمع طور تو جس کا تھا پروانہ
حقیقت آشنا آنکھیں تری وہ نور کھو بیٹھیں | کہ جس کے دم سے روشن تھا ترے دل کا سیہ خانہ
کبھی پیر مغاں میخانہ عالم کا تھا تو بھی | مگر اب یاد تک تجھ کو نہیں انداز رندانہ
ترا نشہ خمار آلود ہو کر رہ گیا آخر | تجھے حاصل نہیں اب ایک ٹوٹا سا بھی پیمانہ
تجھے اہل وفا نے بھی بھلا یا کیا قیامت ہے | تری ہر شئی نظر آنے لگی ان کو حریفانہ
ترا دل ہو گیا نا آشنا اللہ اکبر ہے | نہ وہ شب زندہ داری ہے نہ وہ کیف صباحانہ
غضب کی کشمکش میں پڑ گیا تو کم نگاہی سے | کبھی عزم کلیسا ہے کبھی ہے قصد بتخانہ
شراب شوق معنی رائیگاں ثابت ہوئی تجھ پر | نہ آنکھوں میں سرور دل نہ دل میں کیف پیمانہ
جسے توحید کی دل میں امانت تو سمجھتا تھا | تری غفلت سے ٹکڑے ہو گیا وہ دُر یکدانہ
مسلماں ہے مگر اسلام سے مطلب نہیں تجھ کو | تجھے اب کیا کہیں ہم تو نہ اپنا ہے نہ بیگانہ
تجھے اس قید آب و گل میں ڈالا ایک دانے نے | کبھی سدرہ ترا اے طائر بے پر تھا کاشانہ
تو سب کچھ ہو سکے پھر کچھ بھی نہیں رنگ طبیعت سے | تباہم تجھ کو کیا سمجھیں نہ دیوانہ نہ فرزانہ

ترے مسلک کا کچھ اندازہ ہی ہوتا نہیں ہادی
نہ صورت تیری رندانہ نہ دل تیرا فقیرانہ

جامعہ جلد (۳۰) صـ [illegible]

جامعہ نظامیہ کا ماضی اور حال

جناب مولوی خواجہ عبدالعزیز صاحب فاضل (نظامیہ) رکن عدالت العالیہ وصدر یوم تاسیس جامعہ نظامیہ نے اجلاس دوم منعقدہ ۱۹- ذی الحجہ م ۸ رفروردی ۱۳۵۶ف کی صدارت فرماتے ہوئے ایک بصیرت افروز خطبہ صدارت پڑھا جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (مدیر)

محترم علماء دین ! اور قابل عظمت طالبان علم !! و معزز حضرات !!! اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے آج یہ عزت ملی ہے کہ آپ سے مخاطبت کا شرف حاصل کرسکوں۔ اس مخاطبت کو ادبی نقطۂ نظر سے دلچسپ بنانے کے خیال کو میں نے عمداً نظر انداز کردیا ہے۔ میرے پاس اس کی وجہ ہے کہ الفاظ کی ظاہری دلچسپیاں اپنی جانب زیادہ ترمائل کرتی ہیں، اور اصلی منشاء مفقود ہوجاتا ہے۔ مجھے اس وقت حجاب لاحق ہورہا ہے کہ میں آپ کے روبرو علماء کے لباس کی کم ازکم نقالی تک کرنے کی اپنے میں جراءت نہیں پاتا۔ اس وقت آپ اس کو نہ دیکھئے کہ کون کہہ رہا ہے، اس پر خاص توجہ مبذول فرمائیے کہ کیا کہہ رہا ہے آپ کے اس اجتماع کا مقصد یہ بھی ہے کہ آپ اس مدرسہ نظامیہ کی ابتدائی حالت دیکھیں، اور اس کے بہار کے حالات کا مطالعہ کریں اور اس کے تنزل اور گری ہوئی حالت پر افسوس، غم و رنج کا اظہار کرکے خاموش نہ بیٹھے رہیں، بلکہ اس تصور کو سامنے رکھکر کہ اگر یہی حالت چندروز اور رہی تو خاکم بدہن وہ مقام جہاں سے طالبان علم دین حصول علم کے بعد رحمت کے فرشتوں کے پروں کو روندتے ہوئے گزرا کرتے تھے۔ اپنے ابتدائی اوراق کو نہ اُلٹا دیجئے۔

اس مدرسہ کی ابتداء سنہ ۱۲۹۲ھ میں اسطرح ہوئی کہ کچھ اللہ کے بندوں نے جن کے دل میں مسلمانوں کا درد تھا، محض دینی تعلیم کیلئے قایم کیا، اور اہل خیر کی امداد سے سنہ ۱۳۰۸ھ تک طلبہ کو دینی تعلیم دیجاتی رہی۔ مدرسہ نہایت ہی معمولی حالت میں تھا اور ابتدائی زمانہ ایسا تھا جس کے متعلق بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ محض اہل کرم کی عنایات کا مورد تھا اور طالبان علم دین کو ناقابل برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

سنہ ۱۳۰۹ھ میں حضرت مولوی محمد انوار اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی خاص توجہ مبذول ہوئی اور حضرت مرحوم کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ سنہ ۱۳۰۹ھ میں مدرسہ کے نام (صہ) امداد منظور ہوئی۔ اس کے بعد سنہ ۱۳۱۱ھ سے (ما) ملتے رہے سنہ ۱۳۱۴ھ میں (ما) کا اضافہ ہوا سنہ ۱۳۱۵ھ میں حضرت ممدوح کی خاص توجہ و تحریک کے باعث حضرت غفران مکان علیہ الرحمتہ نے (صما) کا اضافہ فرمایا۔ اس طرح (للعہ) ماہانہ جاری رہے۔

سنہ ۱۳۳۰ھ میں مولٰنا ممدوح نے پیشگاہ اقدس و اعلیٰ اعلیحضرت سلطان العلوم کی توجہ عالی کو مبذول کرایا اور شاہانہ فیاضی اور مراحم خسروانہ سے (السما) کا اضافہ فرمایا۔ اس طرح دو ہزار ماہوار جاری ہوئے اور نواب صدر یار جنگ بہادر کے عہد میں مزید پانسو کا اضافہ ہوا، اس طرح اس دینی مدرسہ کی موجودہ ماہوار ڈھائی ہزار قرار پائی۔

حضرت ظل سبحانی کی ان علمی فیاضیوں سے، جو بلا امتیاز قوم و ملت جاری رہی ہیں خصوصاً اہل اسلام نہ صرف شکر گزار ہیں بلکہ دست بدعا ہیں کہ ہمارے آقائے ولی نعمت اور ان صاحبزادگان بلند اقبال کے عمر و اقبال میں حق تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے، ان کو دیرگاہ جلوہ افروز سریر سلطنت رکھے ان کی ذات والا صفات سے دین متین کو تقویت پہنچے اور مسلمانوں کو عزت حاصل ہوتی رہے۔ آمین۔

۱۳۲۳ف میں (۳۱۲) طلبہ کے طعام و لباس کا مدرسہ کفیل تھا اور (۳۰۹) طلبہ ایسے تھے جو صرف تعلیم پا کر اپنے گھر جایا کرتے اس طرح جملہ طلبہ کی تعداد (۶۲۱) تھی، اوسط حاضری روزآنہ (۵۲۵) کی تھی اور یہ عروج کا زمانہ تھا۔

طلبا افغانستان، جاوا، بنگال، بخارا، ترک، چین، عرب سے آتے اور اس مدرسے سے بعد تحصیل علم دستار فضیلت باندھے علم دین کی خدمت کیلئے دنیا میں پھیل جاتے تھے۔

حضرت مرحوم کی رحلت کے بعد اس کے بہار کی کیفیت کچھ عرصہ تک باقی رہی، مگر وہ روح جو کام کر رہی تھی مفقود تھی، اور قریب تھا کہ ہم مسلمانوں کے جمود کی کیفیت اس مدرسہ کو متاثر کرے کہ حضرت سلطان العلوم کی مبارک توجہ کا سبب تھا کہ حضرت مرحوم کے بعد مدرسہ کی میر مجلسی پر نواب صدر یار جنگ بہادر سابق صدر الصدور صدر کا رعالی کو مامور فرمایا جنکی صدارت چند سال تک رہی اور بعد از اں مولوی حافظ محمد احمد صاحب مفتی عدالت العالیہ میر مجلس مدرسہ قرار پائے اور ۱۳۴۲ھ م ۱۳۳۱ف میں ایک ضابطہ مدرسہ نظامیہ نافذ کیا گیا جس میں مدرسۂ نظامیہ کے اغراض و مقاصد اور انتظام مدرسہ سے متعلق قواعد منضبط کئے گئے۔ حضرت ممدوح کی سرپرستی میں یہ مدرسہ روایات قدیمہ کو قدرے تنزل کے ساتھ باقی رکھا مگر مفتی صاحب مرحوم کے بعد یہ مدرسہ نہایت ہی سرعت کیساتھ تنزل پذیر صورت اختیار کی۔ اور آج آپ یہ نتیجہ دیکھ رہے ہیں کہ اس مدرسہ میں ۱۳۲۳ف میں (۶۲۱) طلبہ تھے۔ اب بہت ہی کم طلبہ مشکل سے نظر آتے ہیں، اور منتہی طلبہ دو تین یا چار پانچ سے زیادہ نہیں ہیں۔

حالانکہ اس مدرسہ میں بھی مدرسہ کو امداد دیجاتی تھی جواب دیجاتی ہے۔ اس وقت بھی اسی قدر اساتذہ تھے جو اب ہیں، وہی اسباق ہیں، وہی زمین ہے، وہی مکان ہے، وہی مقام ہے۔ مگر یہ تغیر کیوں؟ یہ پستی یہ تنزل کی کیا وجہ؟ یہ نزعی حالت کیوں پیدا ہو گئی؟ اس کے کیا اسباب ہیں؟ کیا وجوہ ہیں؟ اس پر غور کرنا اور اُن خامیوں و کمزوریوں کو دُور کرنا ہمارا اولین کام ہے۔ وہ کیا اصولی غلطی ہو رہی ہے جو تاریک صورت رونما ہے۔ اس کو دور کرنا ہمارا پہلا فرض ہے۔

طالبان علم بلخ و بخارا، چین و جاوا، عرب و ہندوستان اور دنیا کے کناروں سے علم کے شوق میں کسب علم کے لئے مدرسۂ نظامیہ میں آتے ہیں مگر صد حسرت کہ یہ جامعہ نظامیہ کے موجودہ قواعد میں خامی ہونیکے باعث ان طلباء کو اپنے دامن فیض میں نہیں لیتا، فیض کا دریا بہہ رہا ہے، مگر موجودہ قواعد کی خرابی ان پیاسوں کو پانی کا ایک قطرہ نہیں دیتی، اور تشنہ کام واپس کرتی ہے ادھر طالبان علم دین فیض علم سے محروم ہو رہے ہیں، ادھر اُدھر عالمان دین کو لب کشائی کی اجازت نہیں دیجاتی۔

اس وقت قابل احترام ہستی مولوی محمد رحیم الدین صاحب مفتی صدارت العالیہ جس کے ہم جماعت ہونے کی مجھے عزت حاصل ہے

اُن سے پوچھتا ہوں، کیا وہ زمانہ آپ کو یاد ہے کہ اساتذہ کو طلبہ کی کثرت کے باعث ہم کو درس دینے کا موقع نہیں ملتا تھا تو وُہ ہماری پیاس کو وہ حضرات نہیں بجھا سکتے تھے، تورات کے دو بجے و تین بجے، چار بجے وہ مقدس ہستیاں ہم کو بجائے نماز تہجد ادا کرنے کے تعلیم دیتے تھے، اور حضرت نبی صلعم کا یہ فرمان سُناتے تھے کہ "علم عبادت سے افضل ہے" اور ہمارے لئے دعائیں کرتے تھے کیا؟ کیا آپ میرے اس بیان کی تائید کریں گے یا کہ حضرت مولوی محمد یعقوب صاحب محدث جن کو ایک یا دو حدیث شول کے راوی ہونے کی بھی عزت حاصل تھی اور مولوی محمد عبد الکریم صاحب صدر مدرس عربی جن کے تبحر کا یہ عالم تھا کہ ہر علمی مسئلہ جو لاینحل ہوتا تھا وہ اس کو نہایت ہی سہولت سے حل کر دیتے تھے اور ان کی سادگی و انکساری کا یہ عالم تھا کہ گھاس یا غلہ کی خالی ہنڈیاں آیا جایا کرتی تھیں اس میں ایک یا دو پیسے دیکر بیٹھے ہوئے آتے یا جاتے دکھائی دیتے تھے، کیا وہ ہستیاں تھیں، ذی اثر، میرے پاس اگر ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی دنیا کی عزت ہوتی تو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم اس حالت میں نہیں دکھائی دیتے۔ ہم گھڑی کا وقت ملایا کرتے تھے۔

آج وہ مولوی محمد حسین صاحب کہاں ہیں جن کے مدرسہ میں داخل ہونے سے ان مقدس حضرات کی نیچی نظریں، ان کی انکساری، ان کا ایثار، ان کا تقدس، ان کا تبحر علمی، ان تبحر علماء کے اطراف طالبان علم دین کا پروانوں کی طرح ہجوم، اور ان کے فیوضات سے مستفید ہونا، وہ مباحثے، وہ مکالمے، وہ مناظرے، وہ ہر پنجشنبہ کو تقاریر تیں، وہ مقابلہ ہونا، وہ طلباء کا سالانہ جلسوں میں دستار فضیلت باندھنا، وہ علماء کا اجتماع، وہ حضرت انوار اللہ صاحب کا پُر مسرت تبسم، وہ داؤ دی رکھنے والوں کا بعد نماز تہجد فتوحات مکّی کے لاینحل مسائل کا حل۔ معدوم

اس کے بجائے آج مدرسۂ نظامیہ میں جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ ان قواعد حالیہ کی نقص نے اس جامعۂ نظامیہ کو اس بزرگ کی قابل احترام نعش کی طرح بنا دیا ہے کہ صرف متبرک جسد ہے مگر روح نہیں ہے وہ محض روایات کا حامل، مگر فی نفسہ کچھ نہیں ہے اسے وہ عالمان دین جن کے سینوں میں تیرہ سو برس سے مقدس امانت منتقل ہوتی ہوئی چلی آئی ہے، آپ اگر اس ضابطہ کی وجہ سے طالبان دین کے سینوں میں علم دین کو منتقل نہیں کر سکتے ہیں تو خدارا ان قواعد و قاعدوں کو پارہ پارہ کر دیجئے، اور وہ طریقے و اصول اختیار کیجئے جس کی وجہ سے اگر مدرسہ دیوبند یا اس کے مماثل کسی مدرسہ کا طالبعلم آئے، اور اپنے انقاص کو دُور کرنا چاہے، تو آپ دُور کر سکیں اور وہ دستور نافذ کیجئے جو حضرت علامہ محمد انوار اللہ صاحبؒ کے زمانہ میں تھا اور سابقہ اصول کے تحت میں اگر زمانہ کے حالات کے لحاظ سے ترمیم کی ضرورت ہے، تو ضرور ترمیم کیجئے۔

میں آپ کو ایک حسین دنیا کی سیر کرانا چاہتا ہوں، جو ہمارے لئے سبق آموز ہے۔ بیس سال گذشتہ کو ڈے کنال گیا تھا یہ ہندوستان کے جانب جنوب سطح دریائے سے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ایک نہایت ہی دشوار گزار مقام ہے، اس کو سب سے پہلے جرمن کے سیاحوں میں سے ایک راہب نے دریافت کیا تھا۔ اس مقام کی خوبی میں آپ سے کیا کہوں۔ یہ نیچے کی جنت کا ایک ٹکڑا ہے اس بلند ترین پُرسکون مقام میں جو آپ کے کام کی چیز ہے یہ دیکھا کہ وہاں ایک نہایت ہی سہانے خوبصورت

مرغزار میں جو ایک جھیل کے کنارے پہاڑ کی بلند دشوار گذار مقام پر ہے راہبین نے ایک مدرسہ بنایا ہے جس کی خوبی یہ ہے کہ اس مدرسہ کے بنانیوالے یعنی معمار، وبڑھائی، رنگسان اینٹ بنانیوالے۔ پتھر پھوڑنے والے راہبین ہی تھے۔ جس میں کسی غیر طالبعلم کا ہاتھ نہیں تھا۔ یا معلمین تھے یا متعلمین۔ اس مدرسہ میں پانچسو طلباء یعنی طالبان علم دین عیسوی کے قیام کی جگہ ہے اور پڑھتے، اس مدرسہ کے طلباء نے اس کا حلف اُٹھایا ہے کہ ہم راہبانہ زندگی بسر کرینگے، اور علم دین عیسوی کی خدمت کریں گے اور تبلیغ کا کام انجام دیں گے۔ ان کی بڑی سیدھی سادھی زندگی ہے۔ فرائض کی اس طرح تقسیم کیگئی ہے کہ تعلیم میں کوئی فرق نہ آئے۔

ان دو سو طلباء کے لئے گھی، دودھ، انڈے، روٹی، لباس، خیاطی، پخت و پز غرض سیدھی سادھی ستھری محنت کے لئے جس قدر ضروریات لابدی ہیں، حتیٰ کہ خوبصورت بکروں کے منڈوں کو چرانا اور ان کے بال نکالنا، اور اون کے اُون سے کپڑے تیار کرنا۔ نہایت ہی تنومند گایوں کی پرورش کے لئے قوت دینے والے گھانس کی کاشت، اور دودھ دوھنے کا انتظام تک وہ کرتے ہیں، دہ میوہ دار درخت، ترکاریوں کی کاشت، مرغیوں کی پرورش، اور پھول وپھل بقدر ضرورت، اور طلباء کیلئے جس قدر اجناس کی ضرورت ہے اُس کی زراعت کا انتظام تک خود یہ طلباء کرتے ہیں حتیٰ کہ شہد کی مکھیوں کا اجتماع اور ہر قسم کے پھولوں سے معطر شہد حاصل کرنا غرض یہ تمام امور کو نہایت منظم حالت میں رکھنا محض طلباء ہی کا کام ہے۔

اسی طرح ننند یعنی راہبہ عورتوں کا بھی ایک مدرسہ ہے جن کا تمام تعلق عورات سے ہے (اسی اُصول پر دوسرے مدارس بھی ہیں، مگر میں وہاں جاکر اپنی ناقابل برداشت تکلیف کو دوبالا کرنا نہیں چاہا) اس مدرسہ میں نمائش گاہ ہے، نہایت اعلیٰ ترین کتبخانہ ہے، جس میں دنیا کے ہر ایک مذہب کی پیشہ کی کتابیں جمع کی گئی ہیں۔ یہاں محض دینی تعلیم دیجاتی ہے۔ طالبان دین مسیح جب علم دین مسیح کی تکمیل کر لیتے ہیں تو تبلیغ دین مسیح کے لئے دنیا میں پھیل جاتے ہیں اور ان کو معیشت سے بیفکر رکھنے کیلئے ان کی اسی حد تک مدد کیجاتی ہے کہ وہ نہایت ہی سیدھی سادھی اطمینان کی روحانی زندگی بسر کرسکیں۔

حضرات آپ کو تعجب ہوگا کہ ان تمام مصارف کا دار و مدار صرف چندوں پر اور زیادہ تر چندے ہندوستان کے اہل خیر حضرات کے منت کش ہیں، حکومت کی جانب سے کوئی مدد نہیں دیجاتی!!

جب میں اس مدرسہ میں پہنچا ہوں تو ان راہبوں کو جن میں بڑے بڑے فلسفی و طالبان منتہی تھے ان سب کو تناور درختوں کی چھاؤں میں کتب کے مطالعہ میں مصروف پایا۔ کوئی ٹہل رہا ہے۔ کوئی نہر کے کنارے کتب بینی میں مشغول ہے، بعض فلسفی پہاڑوں کے خوشنما صاف کئے ہوئے ستھرے دروں میں بیٹھے ہوئے اہم مسائل پر غور و فکر میں اس طرح منہمک تھے کہ ان کو میرے آنے وجانے کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔

جب میں اس منظر کو دیکھا تو میرے درد دل کی کوئی انتہا نہیں تھی، سب سے پہلے مجھے یہ خیال ہوا کہ کیا مدرسہ نظامیہ کے منتہی طلبہ کو جن کا مقصد اصلی علم دین کی تحصیل اور تبلیغ و اصلاح مسلمین ہے اس رنگ میں دیکھ سکوں گا؟ میرا دماغ متضاد خیالات کے مجادلہ و مناظرہ

کا محور د رہا، اور میں یہ خیال لیکر آیا کہ ایسا ہوسکتا ہے، بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہاں ایسا ہوسکتا ہے، اور یقیناً ہوسکتا ہے، ایسا ہی ہوتا چلا آرہا ہے اور ہوگا، اس کے لئے صرف ارادہ، وہمت کی ضرورت ہے، عزم بالجزم کی ضرورت ہے، استقلال کی ضرورت ہے، دُھن و دیوانگی کی ضرورت ہے، دُھن دولت کی ضرورت نہیں۔ روپیہ تو خود بخود کھینچ کر چلا آئے گا جس طرح ایک عالم عزت کا، اور ایک جاہل ذلت کا، اور ایک قاتل قصاص کا حق طلب کرتا ہے اور اُس کو اُس کا حق ملتا ہے، اسیطرح، مدرسہ جس کا مقصد اعلیٰ ہے، (اگر وہ اپنے کو مستحق ثابت کرے) تو اُس کو ناقابل تخیل دھن دولت مل کر رہے گی (صرف کام کرنیوالے علماء کی، اور طالبان علم کی ضرورت ہے) روح پرور علم وعمل کی اس دنیا میں پُر جوش ہستیوں کی ضرورت ہے، ہاں میں اس یقین کو لیکر کوڈے کنال سے آیا کہ ہمارے لئے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہمارے پیچھے جو روایات ہیں اُن روایات نے اِن تخیلات کو عملی جامہ پہنایا تھا اور یہ راہب تو تعالی کر رہے ہیں۔

انہیں الجھنوں میں تھا کہ میرے عزیز ترین دوست مولوی احمد عبداللہ صاحب المسدوسی بی، اے، ال، ال، بی (عثمانیہ) سے تبادلۂ خیالات کے سلسلہ میں مجھے اپنا ہم خیال پاکر ایک ایسا نہایت ہی پاک و پُرسکون اور موزوں ترین مقام تبلایا کہ میں اس کا یقین کرلیا کہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے دین کا حافظ ہے اس مقام کو خاص اسی غرض کے لئے بنایا ہے۔

بلدہ سے (۹) میل کے فاصلہ پر سرور نگر سے آگے حیات نگر ہے۔ نلگنڈہ کو جانے کے راستہ پر سڑک کے ملحق ایک نہایت ہی شاندار مسجد اور جس کے وسیع صحن کے اطراف نہایت ہی سنگ بستہ سو کمرے ہیں جن میں دوسو طلبا نہایت ہی آرام سے رہ سکتے ہیں، ان کمروں کے سامنے ڈہالیے ہیں جو موسمی اثرات سے ساکنین کو محفوظ رکھتے ہیں اور اوس کے ملحق ایک نہایت ہی وسیع باغ ہے جس کے متصل ایک وسیع میدان ہے ہمارے حامئ دین متین ظل اللہ سے ہم التجائیں کریں گے اور ہم کو یقین کامل ہے کہ اگر ہم اس کے مستحق تصور کئے جائیں تو یہ تمام نعمتیں ہم کو مل سکتی ہیں۔

ہمارے امراء جو سیر و تفریح کے لئے ایک ایک ہفتہ میں لکھوکھا روپیہ بیدریغ خرچ کردیتے ہیں علم دین کے طلباء کی آبادی (جبکہ وہ اپنے کو مستحق ثابت کریں) اون کی مسرت طبع کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہوگا۔

اے علماء دین! آپ کے سینوں میں نور ہے، آپ کے سینوں میں دین ابراہیمی کی امانت ہے، آپ اس مدرسہ کے محافظ و سرپرست ہیں، آپ کا فرض ہے کہ آپ اس امانت کو منتقل کرنے کے لئے اس نئی دنیا کی داغ بیل ڈالنے کی جانب توجہ فرمائیں تاکہ مدرسہ نظامیہ کے منتہی طلبا تبلیغ و اصلاح امت کا کام انجام دینے کے قابل ہوسکیں !!!

اے مسلمان نوجوانو! اور ہونہارو!! اور علم دین کے طلاب!!! تم دنیا کی ظاہری چمک دمک پر نہ جاؤ۔ اس میں اطمینان قلب وسکون قطعاً نہیں ہے میں تم کو دھوکہ نہیں دے رہا ہوں بلکہ حقیقت کا اظہار کر رہا ہوں۔ میں اسی ظاہری و نمائشی طمطراق سے تیار ہوکر دین دار نہیں ہوا۔ میری مثال اُس مریض (استسقاد) کی سی ہے، جو پانی پیئے جاتا ہے مگر اس کی پیاس نہیں بجھتی یہ کرۂ ارض کے اطراف کرۂ ہوا ہے۔ کیا تم ایک سانس کیلئے جس قدر ہوا کی ضرورت ہے اُس سے زیادہ لے سکتے ہو؟ نہیں ہرگز

نہیں - اسی طرح اس دنیا سے ایک لقمہ اور ایک گھونٹ پانی سے زیادہ حاصل نہیں کرسکتا۔ خام خیالی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔
یقین مانو! مجھے جو سکون و اطمینان قلب قرآن کے پڑھنے اور اللہ سے باتیں کرنے اور ماں کے گود میں اور یتیم کو پیار کرنے میں ملا ہے میری اس دنیوی دولت میں نہیں ملا جس دولت کا تصور و خیال تک میں نہیں کرسکتا تھا۔ اسلئے میرے
عزیزو! ہونہارو آج تیرہ سو سال سے امانت جو علماء کے سینوں میں منتقل ہوتی آئی ہے وہ اب ہماری جانب منتقل ہو رہی ہے - اُس کو لینے کی کوشش کرو، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی المرسلین واصحابہ الاجمعین ۝

علمائے اسلام کے فرائض

علم اور علماء کی جو فضیلت بیان فرمائی گئی ہے وہ اُن پرہیزگار باعمل باخدا علماء کے حق میں ہے جنھوں نے علم محض لوجہ اللہ اور آخرت میں مرضی الٰہی حاصل کرنے کے واسطے سیکھا ہو ان علماء کے حق میں نہیں ہے جنھوں نے علم کسی بدنیتی بد طینی یا دنیاوی اغراض وجاہ و مال حاصل کرنے یا مریدوں اور شاگردوں کی کثرت کی نیت سے حاصل کیا ہو عالم کا فرض ہے کہ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کو اپنے روبرو رکھے اور اپنے تمام حرکات و سکنات، اقوال و افعال میں اللہ سے ڈرے اسلئے کہ جو علم و فہم اس کے قبضہ میں ہے وہ امانت الٰہی ہے۔
امام شافعیؒ کا قول ہے کہ "علم وہ نہیں جو یاد ہو علم وہ ہے جو فائدہ بخشے فائدہ جب حاصل ہو کہ عالم باوقار و تمکین منکسر مزاج اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالا اور اس کے سامنے سر جھکانیوالا ہو۔
امام مالکؒ نے خلیفہ ہارون رشید کو لکھا کہ جب کوئی علم تم سیکھو تو لازم ہے کہ اس کا اثر تم میں وقار و تمکین اور علم کی شکل میں نمایاں ہو علم کی حفاظت اس طرح کرے جس طرح سلف صالحین نے کی ہے اور جو عزت من جانب اللہ اس کو عطا ہوتی ہے اس کی پوری حفاظت کرے اس کو نالائق اہل دنیا کے سامنے بے ضرورت و حاجت جاکر ذلیل نہ کرے۔ اہل دنیا میں سے جو اس کا شاگرد ہو خواہ کیسا ہی عالی مرتبہ ہو اس کے پاس نہ جائے۔ دنیا کی طلب کم اور بقدر ضرورت ہو جو اس کی اور اس کے متعلقین کی ضرورت کے واسطے کافی ہو، افعال اور اعمال میں ہمت کو بلند کرے، آداب شریعت کا لحاظ رکھے آدمیوں کے ساتھ حسن اخلاق کشادہ پیشانی رکھے، سلام میں سبقت کرے، کھانا کھلائے، غصہ ضبط کرے، آدمیوں کو تکلیف نہ پہنچائے، ان کی سختیوں کو برداشت کرے خود اختیار کرے اور ان سے ایثار نہ چاہے، انصاف کرے، اپنے لئے انصاف نہ چاہے، لوگوں کی حاجتیں پوری کرے، اپنی وجاہت کو دوسروں کے سامنے عزت و افتخار کے لئے نہ پیش کرے (از مسلمانوں کی قدیم تعلیم کا نصب العین ہے)

مطلع الانوار ۔ سیرت حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ قیمت (۶/) مکتبہ ابراہیمیہ سے مل سکتی ہے۔

کیا جامعہ نظامیہ میں انقلاب کی ضرورت ہے؟

از علامہ مولانا سید شاہ محمد صاحب شطاری صدر الاساتذہ کلیہ نظامیہ

پہلے اس کے کہ کچھ عرض کیا جائے، میں یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ فقیر طبعاً انقلاب پسند اور انتہا پرست واقع ہوا ہے لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ میرے رجحانات عام میلانات وخیالات سے متصادم ہوں گے کیا عجب ہے کہ جناب کو بھی ناپسند معلوم ہوں مگر کاغذ ابیض کا دستور یہی ہے یہاں پسند ناپسند کا جھگڑا ہی نہیں البتہ المجالس بالامانت کا اصول پیش نظر ہے تو کچھ پروا نہیں۔ وما دونک سر محجوب پر مجھ کو پورا پورا یقین ہے۔

حضرات! مدرسہ نظامیہ کی سب سے بڑی خصوصیت جس کی طرف تمام مسلمانان دکن کو خاص توجہ مبذول ہونی چاہیئے یہ ہے کہ وہ ہماری سابقہ عظیم الشان جامعات وکلیات اسلامیہ کا بقیۃ السلف یادگار ہے جو کبھی مستعمرات عربیہ اسلامیہ کے پایہ تختوں مثلاً سمرقند وبخارا وبغداد ومصر القاہرہ واسپین "اندلس" کے قرطبہ وغرناطہ مدینۃ الزہرا میں مختلف عربی علوم وفنون عقلیہ ونقلیہ کے معادن علوم ومنابع فنون ثابت ہو چکے تھے۔ انہیں سرچشمہائے علوم فنون سے سیراب ہو کر نکلنے والوں میں ابن رشد ابن خلدون ابو نصر وابن سینا امام فخر الدین رازی امام غزالی جیسے سینکڑوں مشاہیر ائمہ فن تھے جن کی گراں قدر تصانیف عربیہ سے ماسکو (روس) برلن (جرمنی) پیرس (فرانس) لندن "انگلستان" کے عظیم الشان کتبخانے مملو ومشحون ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ہر قوم اور ہر ملک کو اپنی تعلیمی جدوجہد سے ایک خاص مقصد پیش نظر ہوتا ہے وہ یہ کہ افراد قوم کو اپنی قومیت متحدہ کے پراسرار سانچے میں اس عمدگی سے ڈھال لیا جاوے کہ ہر ہر فرد قومی خصائص ومفادات کا پورا پورا آئینہ بنجاوے جس میں اس قومیت کے خط وخال پورے پورے نمایاں ہوں۔ آج متمدن دنیا کی ہر ایک جیتی جاگتی قوم وسلطنت کا یہی تیرہ اور یہی طرز عمل ہے۔ جاپان ہو یا جرمنی۔ انگلستان ہو یا فرانس روس ہو یا اٹلی ان سب کے چند قومی خصائص ومفادات ومقاصد ہیں ان کے مکاتیب ہوں یا مدارس کلیات ہوں یا جوامع یہ سب درحقیقت قومی وملی نقطہ نظر کے ماتحت چند چھوٹے بڑے کارخانے ہیں جن میں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں جاپانیت جرمنیت، انگریزیت، فرانسیسیت، روسیت، اطالویت کے سچے نمونے کے پتلے ڈھلا کرتے ہیں، یا یوں کہئے کہ قومیت کے عظیم الشان کارخانے کے کل پرزے یا مشینیں تیار ہوتے ہیں جن سے یہ کارخانۂ قومیت چالو ہوتا ہے اور عجیب وغریب حیرت انگیز کام کرنے لگتا ہے اور دنیا کی بڑی بڑی منڈیوں پر قبضہ جماتا ہے۔

مسلم قوم بھی دنیا میں کچھ خاص مقاصد ومفادات و خصائص وشعائر لئے پیدا ہوئی تھی اپنے شباب کے زمانہ میں یہ بھی اپنی تعلیمی جدوجہد میں بالکل اوسی طرز عمل پر قائم تھی جس پر آج آپ یورپ وامریکہ کی متمدن اقوام کو دیکھ رہے ہیں۔

اس قوم کی گھٹی میں ابتدا ہی سے عربیت، توحید، محاسن اخلاق، اعلیٰ مدنیت وتہذیب کے شوق وذوق کے گھونٹ

ڈالے گئے تھے۔ لہٰذا یہ اپنی مقاصد وجذبات کو لئے ہوئے ربع مسکون کے ایک بڑے آباد حصے پر پھیل گئے۔ اس کی تعلیم وتربیت کے معاہد علمیہ درحقیقت کچھ اسی قسم کے کارخانے ثابت ہوئے جن میں سے ہر ایک فرد ایک سچا مسلم اور انہی مقاصد قومیت مذکورہ کا مجسم آئینہ و پتلا بنکر نکلتا تھا۔ ان پتلوں کی تصویریں ابتک بھی ان ممالک اسلامیہ میں ملتی ہیں جو ایک زمانہ میں مستعمرات عربیہ رہ چکے ہیں یعنے مغرب الاقصیٰ، مراکش وجنوب یورپ اسپین (اندلس) سے لیکر مغربی منگولیا ومغربی چین تک جسے عرب ماوراء النہر کہتے تھے۔

اگرچہ عربیت کے لہلہاتے باغ آج ویران وادبار زدہ خزاں نظر آرہے ہیں تو آج مسلم قوم کا مقصد کیا ہونا چاہیئے ان کا احیاء ؟ یا ان کے رسوم واطلال کا سچا لہا انقاء ؟ صورت ثانی تو محض مردگی کا نشان ہو سکتی۔ زندہ یا زندگی خواہ کو اس سے کیا نسبت؟ مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد انھیں کھنڈروں پر رکھی گئی تھی مگر سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم اس کے اسی طلل موحش پر انقاء چاہتے ہیں یا ان لہلہاتے باغوں کی صورت میں اس کا احیاء ؟

بصورت ثانی ہم کو سب سے پہلے اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ اسے ایسا کارخانہ کس طرح بنایا جائے جس میں مذکورہ فوق مقاصد والی قومیت کے مجسمہ پتلے تیار ہوں جن کی آج قوم مسلم کو سب سے بڑی اور سخت ترین ضرورت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام کچھ موہن کا نوالہ نہیں حلوائے بے دود نہیں اس کے لئے تو حکومت اور قوم دونوں کی سخت توجہ اور امداد کی ضرورت ہے۔ حیدرآباد ماشاء اللہ کئی امور میں رشک ممالک اسلامیہ نہیں تو کم ازکم رشک ممالک ہندیہ ضرور ہے۔ حکومت آصفیہ کا دامن خیرات ومبرات کیلئے منتظم طور پر پھیلا ہوا ہے حتیٰ کہ غیر اقوام وغیر مذہب کے ادارے بھی اس خوان یغما سے حسب خواہش شکم سیر ہو رہے ہیں، پھر یہ بھی منظر سامنے ہے کہ ارکان واعیان حکومت وصاحبان اسٹیٹ وجاگیرداران ومنصبداران ومختلف عہدہ داران ایسے بھی یہاں بفضل خدا موجود ہیں جن کو قومی کاموں میں خاصی دلچسپی بھی ہے جن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ تنہا اس مدرسہ کو چلا سکیں عام چندہ کی چنداں ضرورت ہی نہیں پیش کرہ صدر اصحاب اگر اپنی اپنی یافتوں کا کچھ فیصد، حتیٰ کہ ایک پیسہ فیصد نوپیہ بھی اس مد میں لگادیں تو انشاء اللہ اس مقصد کا بیڑا پار ہے۔

مواد سب موجود ہے ضرورت صرف حرکت کی ہے اسلام پاک نے تالیف قلب کیلئے بیت المال میں ایک مد مختص فرمادی ہے جس سے مسلمان غافل ہیں۔ دنیا کی متمدن ومہذب اقوام کی حکومتیں ایک خاص وزیر مقرر کرتی ہیں جس کا نام وزیر دعایہ ہوتا ہے اس پر یہ حکومتیں لاکھوں بلکہ کروڑوں روپئے صرف کرتی ہیں فطرت کا اٹل قانون یہی ہے کہ فی الحرکۃ برکۃ حرکت زندگی ہے اور جمود موت! حرکت کے کیا معنی ہیں؟ یہی نا! "اپنی ضروریات زندگی کیلئے جستجو وتلاش تصرف وتقلب جدو اجتہاد"

پرفتن زمانہ سیاسات دجل ومکر کی آہنی قوتیں اپنا زبردست دعایہ کر رہی ہیں ہندی مسلمان اپنی شہنشاہتوں کی بربادی کے بعد اپنی قومی سیاستوں سے اس قدر سادہ لوح بن چکے ہیں کہ ان سیاسات خدآعہ وتمحلات دجل وفریب کے سمجھنے کی قوت بھی کھو چکے۔ زمانہ غیر قار ہے ایک حالت پر رہنا اس کی فطرت کیخلاف ہے۔ آخر ہندی مسلمانوں کو بھی اب کچھ عقل آنے لگی ہے اگر علماء علوم عربیہ نہیں تو علماء علوم غربیہ تو ضرور آنکھیں کھول رہے ہیں اور ان سیاسی چالوں کو سمجھنے اور ان آہنی جال جنجال خاردار تاروں کے توڑ پھوڑ ڈالنے کی فکروں میں لگ رہے ہیں۔

مگر یہ یاد رہے کہ ہماری قومیت اسلامیہ کی عمارت جغرافی نسلی وطنی رنگ تودوں پر مبنی نہیں، اس کی بنیادیں تو کچھ ذہنیت صالحہ اور کچھ عملیت صالحہ والی ایمان و عمل صالح کی مضبوط چٹانوں پر رکھی گئی ہیں لہٰذا مسلمانوں کی قومی ترقی کی اصلی تصویر دوسری قوموں کی ترقی اور زندگی کے مقاصد سے سوا ہیں یہ تصویر ایمانی و عمل صالح کی رنگ بھرائی کے بغیر ممکن ہی نہیں یا بالکل ناقص و نامکمل محض یکرخی تصویر ہے ظاہر ہے کہ محض علوم مغربیہ کا بی، اے، ایم، اے۔ پی ایچ۔ ڈی وغیرہ اسناد کا محصل، ایمان و عمل صالح کا رنگ بھر نہیں سکتا، جس کے نصاب تعلیم میں اس کا بھولے سے بھی ذکر نہیں آتا وہ بھلا کیونکر یہ کام کر سکتا ہے لہٰذا ضرورت اور سخت ضرورت اس کی ہے کہ طبقہ علماء علوم عربیہ دینیہ اس جانب توجہ مبذول کرے یہ معزز طبقہ جس میں ایمان و عمل صالح والی قومی اسلامی کی تشکیل و تصویر کی کافی اہلیت قابلیت موجود ہے اگر اپنے عادی جمود و قنوطی کو خیر باد کہے اور اپنی قومی زندگی کے جدوجہد میں خاص توجہ و انہماک پیدا کرے تو اسلامی قومیت کے مقصد حیات کا مرکزی تعین ذہنی ثبوت کے درجے سے نکل کر خارجی وجود میں آسکتا ہے۔

اس کے لئے چند باتوں کے جاننے کی ضرورت ہے۔

۱۔ زمانۂ موجودہ کی نبض شناسی کہ وہ مسلمانوں کی قومی زندگی کے حق میں کیسا خطرناک ہے۔

۲۔ موجودہ زمانہ کے تعلیمی خصائص و علمی امتیازات۔

۳۔ علوم عربی و زبان عربی کی مسلمانوں کیلئے اہمیت۔

۴۔ درس نظامی کی نصابی کتابیں کہ وہ زمانہ حال اور اس کی موجودہ ہیئت کذائی کے کہاں تک مناسب ہیں۔

۵۔ مدرسہ نظامیہ کی تنظیم و تشکیل جدید جس سے فضاء موجودہ میں وہ ایک کار آمد اور قومیت اسلامیہ کیلئے ایک مفید و مناسب جامعہ بن سکے۔

امر اول کا جاننا اس واسطے ضروری ہے کہ جب تک ہمارا طبقہ علماء علوم دینیہ زمانہ کے موجودہ رفتار سے واقف نہ ہوگا، تب تک وہ کسی مزید جدوجہد کی ضرورت ہی محسوس نہیں کر سکتا۔ ہمارے اس معزز طبقہ کی اکثریت میرے خیال میں اسی سخت ترین بلا میں گرفتار ہے کہ وہ زمانہ شناسی کے میدان میں سب سے پیچھے ہیں اور اس کا بڑا باعث اخبار بینی کا فقدان ہے جو ان کے نزدیک تضیع اوقات ہے حالانکہ آج تمام متمدن جیتی جاگتی اقوام کا سب سے اہم مشغلہ حیات اخبار بینی ہے ہر ملک میں ہزاروں اخبار و رسالے جاری ہیں جن کی لاکھوں کروڑ ہا کاپیاں روزانہ چھپتی اور تقسیم ہوتی ہیں، حتیٰ کہ صبح کے اخبار الگ ہیں اور شام کے الگ۔ ہر ملک کی سیاسی رفتار کی باگیں انہی جرائد و رسائل کے ہاتھوں میں ہیں نیز رفتار زمانہ اور دنیا بھر کی سیاسی رفتار معلوم کرنے کا یہی واحد ذریعہ ہیں قوم میں قومیت کی روح اہل علم میں علمی اور معلومات جدیدہ کی روح پھونکنے کے بھی یہ آج کل سب سے بڑے ذرائع ہیں۔

۲۔ امر ثانی یعنی زمانہ کے تعلیمی و علمی خصوصیات معلوم کرنیکی اس لئے ضرورت ہے کہ ہمارے اسلاف "امت عربیہ" کے علوم و فنون کو لیکر دنیا نے خصوصاً یورپین اقوام نے اس پر کیا کیا حاشیئے چڑھائے اور ان علوم میں کیا کیا تحقیقات و اضافے کئے خصوصاً علوم حکمت و فلسفہ میں۔ جب تک ہمارا طبقہ علماء عربیہ اس کو معلوم نہ کریگا وہ ہرگز ہرگز اسلامی

عقائد و اعمال کو ہدف اعتراضات و تنقید بننے سے بچانے کا فرض ادا نہ کر سکیگا۔ اسی سے ان کو اسبات کا علم ہو گا کہ ہماری درس نظامی کے نصاب کی حکمت و فلسفہ اور معقولات کی کتابیں کہاں تک مفید و قابل تدریس رہسکتی ہیں اور چونکہ علم کلام کی ایجاد اسی فلسفہ قدیمہ پر مبنی ہے جس کے اکثر نظریات تقویم پارینہ ہو چکی ہیں لہذا ہمارے عقائد و کلام کی درسی کتابیں کس درجہ اس کشمکش جدید میں ثابت قدم رہ سکتی ہیں کیا اس میں ردّو بدل کی کوئی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

۳۔ امر ثالث یعنی زبان عربی اور علوم عربیہ کی اہمیت، جب تک ہمارے طبقہ علماء کو اس کا اذعان قلبی حاصل نہ ہوگا کہ عربی زبان اور علوم عربیت اسلامی قومیت متحدہ و مشترکہ کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور اسلام کو ان کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے ان کے بغیر اسلامی مشترکہ قومی اجتماعیت کا ثبات و قرار ناممکن ہے . . . . وغیرہ وغیرہ تب تک اس طبقہ کو اس زبان اور اوس کے علوم کے احیاء و اشاعت اور القاء کیلئے سرفروشانہ جدوجہد کے جذبات پیدا ہی نہیں ہو سکتے

۴۔ درس نظامیہ کا موجودہ نصاب جس کی بہتری اور کاملیت کا ہمارے طبقہ علماء کو کامل ایقان و ایمان ہے اس پر بھی ہمارے طبقہ علماء کو خاص توجہ اور نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے۔ مُلّا نظام الدین مرحوم و الدجناب بحر العلوم مرحوم نے جس خاص ماحول اور خاص ضروریات کو پیش نظر رکھکر ان کتابوں کا انتخاب بطور نصاب درس کیا تھا وہ ماحول آج بھی موجود ہے؟ وہ طلبہ آج بھی موجود ہیں وہ غرض و غائت آج بھی غالباً موجود ہے۔ ان سوالات پر ہمارے طبقہ علماء کو قدامت پرستی اور تقلید جامد کے نقطہ نظر سے دراہٹ کر افادیت و مناسب وقت کے لحاظ سے نظر غائر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

۵۔ امر پنجم جامعہ نظامیہ کی تنظیم و تشکیل جدید۔ ہمارے طبقہ علماء اور اصحاب بست و کشاد ملک سرکار عالی اور خصوصاً ارباب انتظامی مدرسہ نظامیہ کی توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول ہوئی اور مبذول کرانی چاہیئے کہ مدرسہ نظامیہ کو ایک خیراتی یتیم خانہ و میراتی لنگرخانہ و سرائے کی حالت سے نکال کر ایک جامعہ علوم دینیہ یا دینیات یونیورسٹی کی شکل دیجانی چاہیئے جس کے تعلیم یافتہ و محصلین بقول سعدی علیہ الرحمہ ؎

نہ محقق بود نہ دانشمند   چار پایہ برو کتابے چند

کے مصداق بن کر نہ نکلیں بلکہ زمانہ شناس اور قومی اور اسلامی مسائل کی رہنمائی اور قیادت کے اہل و قابل بن کر نکلیں تاکہ وہ زمانہ کا ساتھ دیکر موجودہ ماحول میں کشمکش حیات و ممات قومی کے مسائل حادثہ میں سچے خادم ملک و ملت ثابت ہوں۔ علوم قدیمہ عربیہ کے ساتھ علوم جدیدہ کی چاشنی بھی رکھتے ہوں وہ قومی و ملّی محاذ کے اس عظیم تر رخنہ کو پُر کریں جس کی آج سخت ضرورت محسوس کیجا رہی ہے۔ کیونکہ یہ علانیہ دیکھا جارہا ہے کہ مغربی تعلیم یافتہ طبقہ جو قومی ترقی کے مسائل موجودہ سے دلچسپی لیتا ہے وہ اسلامی دینی مسائل سے تقریباً ناواقف ہوتا ہے اور جو طبقہ علماء ان مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ قومی مسائل موجودہ سے یا تو ناواقف ہوتا ہے یا ان سے دلچسپی نہیں لیتا جس کی وجہ قوم کی قیادت و رہنمائی کا اہل و مستحق نہیں ہوتا لامحالہ قومی قیادت کی باگیں اون ہاتھوں میں جاتی ہیں جو اس کے اہل نہیں ہوتے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ اسلامی قوم کی قومیت

وطنی، ملکی، نسلی یا جغرافی و تاریخی حقائق پر مبنی نہیں بلکہ اس کی اصل بنیاد چند ایمانی و روحانی اعتقادات و اعمال ہیں جو زندگی کے ہر شعبہ دینی و دنیوی روحانی و جسمانی سیاسی و تعلیمی پر حاوی ہیں اور یہی وہ خصوصیت و امتیاز ہے جو دین اسلام کو تمام دیگر ادیان و ملل سے ممتاز کرتا ہے۔

اس تمہید سے واضح ہے کہ فقیر کے پیشکردہ نقطۂ نظر کے رُو سے کسی صاحب کا محض یہ کہہ لینا کوئی قابل توجہ نہیں ہو سکتا کہ مدرسۂ نظامیہ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ مرحوم کی ایک یادگار امانت ہے جس کی بجنسہٖ حفاظت بہر صورت لازم ہے ایسے حضرات کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اس مدرسہ کو آثار قدیمہ کی فہرست میں جگہ دیجائے اور اس کی جمودی کیفیت کو قایم رکھا جاوے خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی ہو جائے خواہ رفتار زمانہ اس کو ایک معمولی مکتب کی صورت میں مثل مدرسہ محبوبیہ وغیرہ ہی کے کیوں نہ کر دے۔ مجھے اس رائے والوں کی نیت پر حملہ کرنا مقصود نہیں۔ ممکن ہے۔ اور حسن ظن کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس رائے کے پس منظر نیت بخیر ہی ہوگی مگر میں اس کہنے پر مجبور ہوں کہ اس رائے کا ماحصل تعہقر اور رجعت پسندی کے سوا اور کچھ نہیں، یہ رائے یہ سوال بڑے زور و شور سے پیدا کر دیگی کہ مولانا فضیلت جنگؒ کی امانتی یادگار قایم رکھنے کیلئے ڈھائی ہزار ماہانہ اور تیس ہزار سالانہ کی بھی کیا ضرورت ہے دس بارہ ہزار سالانہ کیوں اس کے لئے کافی نہیں جبکہ مولانا کے زمانہ میں اس سے کم رقم بھی کافی ہوتی رہی ہے بلکہ تعداد طلبہ موجودہ تعداد سے بڑھکر رہتے ہوئے بھی کافی ثابت ہوتی رہی ہے کیا ایسے خیالات مدرسہ کے حق میں جبکہ ہوا کا رخ مشرقی جانب نہیں بلکہ سراسر مغربی جانب ہے خواہانہ کہلا سکتے ہیں؟ کیا دلوں کی (مغربی ہوا) زبردست صرصر ایسے گھانس پوس خیالات کو دیر تک قایم رہنے دیگی۔

ان ناچیز خیالات کو پیش کرنے کے بعد میں اب وہ خاکہ پیش کرونگا جو تنظیم جدید کا لایحہ عمل ہو سکے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

اصلاح نصاب | یہ مسئلہ تمام مسائل متعلقہ مدرسہ میں سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ قابل توجہ اور قوم کی ذہنی اخلاقی علمی عملی جدوجہد کا سب سے بڑا زینۂ ارتقا ہے۔ اصولی طور پر تو میں اس قدر کہوں گا کہ حتی الامکان مدرسہ کے سنین تعلیم میں کمی کیجائے اور علیٰ ہذا کتب کی تعداد میں بھی معتد بہ تخفیف کر دی جائے ہر علم کی ایک ایک کتاب ایسی جامع مانع اور مختصر رکھی جائے جو اس علم کے مسائل ضروریہ واجب التحصیل کا پورا پورا آئینہ ہو، اور اچھی طرح اوس علم کو ذہن نشین کر سکے۔

درس نظامیہ، جو آج تک مدرسہ میں رائج ہے وہ تقریباً دو صدی پیشتر کا مرتب کیا ہوا ہے ظاہر ہے کہ زمانہ موجودہ دو صدی پیشتر کے ماحول سے تو کجا تیس چالیس سال پیشتر کے ماحول سے بھی بالکل بدلا ہوا ہے اور روز بروز اس قدر تیزی سے بدل رہا ہے کہ غالباً ربع صدی بعد کوئی اسے یاد بھی نہ کر سکیگا کیا اسے دیکھتے ہوئے بھی کوئی تدبر کا زاویہ نظر اسے پسند کریگا کہ یہ علوم عربیہ کا قیمتی ترکہ، زمانہ کے ہاتھوں بالکل لگد کوب و پامال ہو جائے۔

ابھی وقت ہے کہ اہل حل و عقد اکابر کی نظریں اس

بھیانک مستقبل پر پڑیں اور ایسے تدابیر سوچیں کہ زمانہ کی ہیبت ناک دستبرد سے محفوظ رہے اور مستقبل اس کا ساتھ دیسکے اور یہ مستقبل کا۔ اس کی تدبیر بجز اس کے کچھ اور نظر نہیں آتی کہ ہم اصل علوم عربیہ کو بچالیں یا قایم رہنے دیں مگر اون کے وہ قالب بدل دیں جو پہلے مفید سمجھے گئے تھے جو اب ناقابل توجہ اور گرانبار بن رہے ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ پہلے زمانہ کی ہر کتاب بدل دیجائے اور دوسری مناسب کتاب ہی اس کی جگہ رکھدیجائے بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ کتاب بدلی جائے جو قیل وقال و شکوک کی بھرمار کی وجہ نفس علم کی خالص معلومات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلینے میں مانع ہوا ہی ہو اور اُس کے عوض وہ کتاب رکھی جائے جو ہر علم کے ضروری معلومات کو طالبعلم کے بخوبی ذہن نشین کرلینے میں ممد و معاون ہو۔

نیز بعض کتب کو نفس معلومات علم کیلئے نہیں بلکہ محض تشحید ذہن کیلئے رکھا گیا ہے ایسی کتابیں آج کی فضا کے لئے بالکل اجنبی اور غیر مفید بلکہ مشوش ذہن طالبعلم ہیں جس کی وجہ وہ نفس علم کی معلومات ضروریہ کو نظر انداز کرجاتا ہے جس سے وہ بعض اوقات بالکل نابلد رہجاتا ہے یا اس کا خدشہ تو ضرور ہے۔

بعض کتب نصاب ایسی مختصر اور معلق ہیں کہ کسی زمانہ گذشتہ میں وہ زبانی یاد کرلینے کی کام تو ضرور آسکتی تھیں اور وہ اسی غرض کے لئے تصنیف ہوئی تھیں مگر آج وہ محض تشویش ذہن کے سوا کسی مصرف کی نہیں۔ ان فہرست میں کنز الدقائق کافیہ شافیہ فصول اکبری ہیں ان کتابوں کی شرحیں تو اور بھی غضب ڈھاتی ہیں ہر شارح اپنے ماقبل شراح کی تنقید و تبصرہ کرتے اور خود ماتن کی عبارتوں میں موشگافیاں پیدا کرنے میں اس قدر محو ہو جاتا ہے جس سے اوس علم کے خاص مسائل اوس کے ذہن سے رہجاتے ہیں اسلئے ضرورت ہے کہ ایسے متون مغلقہ اور شروح مشوشہ کو یک لخت نصاب سے خارج کرایا جائے۔

بعض ایسے علوم کی عقلیہ کتابیں بھی ہیں جو تحقیقات جدیدہ کی رُو سے ازکار رفتہ و تقویم پارینہ ہوچکے ہیں آج اون کے مسلمات غیر مسلمہ ہوچکے ہیں ایسی صورت میں اون کا درس و تدریس میں جاری رکھنا بجز مغز خراشی کے محض بیہودہ ہے اون کی جگہ ایسی کتابیں ہونی چاہیئے جو تحقیق جدید کی رُو سے لکھی گئی ہیں مثلاً علم ہیئت کی تصریح و شرح چغمینی جس کے مزعومات تقویم پارینہ کا حکم رکھتے ہیں اون کے مسلمات نقلی دینی نہیں ہیں بلکہ محض اساطیر الاولین و مزعومات قدماء یونانیین ہیں معقولات میں منطق کو اس قدر اہمیت دیجاتی ہے کہ ابتدائی جماعتوں سے لے کر مولوی فاضل کی جماعتوں تک ہر ایک جماعت میں ضرور ایک نہ ایک کتاب اس مخصوص و مبغوض فن کی ضرور رہتی ہے تقریباً ایک درجن کے قریب اس کی کتابیں داخل درس ہیں حالانکہ اس فن کی دو تین کتابیں اس فن کی اچھی سمجھ بوجھ کیلئے کافی ہیں۔

حدیث کی کتب صحاح مع مشکوۃ و موطا امام محمد کے آٹھ عدد ضخیم جخیم کتابیں داخل درس ہیں حالانکہ کامل مشکات کے ساتھ کامل تیسیر الوصول جو خلاصہ صحاح ستہ ازابتدا تا انتہا کی تدریس بالکل کافی ہے جس سے پوری صحاح ستہ کی ضرورت پوری ہوجاسکتی ہے یا مذہب حنفیہ کی احادیث کے لئے عقود الجواہر المنیفیہ یا آثار السنن کافی ہے ایک مولوی فاضل کی ضرورت حدیث کو پوری کردیتی ہیں فقہ حنفی میں اگر بجائے ان کتب درسیہ کے عبادات میں نور الایضاح اور معاملات میں معاملات درمختار یا درالاحکام یا اشباہ والنظائر جیسی کتابیں رکھی جائیں تو ایک مولوی فاضل فقہ حنفی کا اچھا

خاصا ماہر ہو سکتا ہے، اصول فقہ میں مراۃ الاصول اور اصول بزدوی کافی ہیں۔ علم معانی بیان میں مطبوعات مصر جدیدہ میں سے کسی ایک کتاب مثلاً دروس البلاغہ وغیرہ کو رکھا جا سکتا ہے علم صرف عربیت میں مراح الارواح کے ساتھ توضیح ابن ہشام جو شرح الفیہ ہے کافی ہے عروض میں محیط الدائرہ کافی ہے۔ ادب میں دیوان حماسہ و معلقات سبعہ اور مقامات حریری اور کوئی انشار کی جدید کتاب کافی ہے۔ اصول حدیث میں شرح نخبہ کافی ہے۔

تفسیر میں تفسیر جلالین سے زیادہ مختصر کوئی کتاب نہیں ملتی لہذا اسے کامل پڑھایا جاوے اور شیخ محمد عبدہ مفتی مصر کا مقدمہ تفسیر بجائے بیضاوی کے رکھا جاوے تو مناسب ہوگا یا نفس قرآن پاک کا درس دیا جائے۔

کتب خانہ جامعہ | تنظیم جدید کتبخانہ کی تفصیلی امور کا تصفیہ تو کمیٹی کے سپرد رہیگا مگر اصولی طور پر میں اس قدر کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتبخانہ میں ہر وہ نئی سے نئی کتاب جو چھپی ہو منگوائی جائے خواہ عربی زبان کی ہو یا اردو فارسی زبان کی نیز خواہ وہ مصر میں چھپی ہو یا ہندوستان میں یا ایران و عراق و بیروت و شام و ترکی وغیرہ میں خواہ قیمۃً یا بلاقیمت حاصل کیجائے جیسے عام کتبخانوں کیلئے مطالع کی عادت ہے یا بہ مجبوری قیمتاً منگوائی جائے،

کتبخانہ کے اوقات ایسے رکھے جائیں کہ ہر طالبعلم اور ہر استاد اس سے مستفید ہو سکے مثلاً صبح ۷ یا ۸ سے ۱۲ بجے تک پھر ۲ سے ۸ بجے رات تک اس میں تمام اخبارات عربی اور فارسی و اردو کے منگوانے کا انتظام کیا جائے اور اس کے لئے ایک بالکل الگ جگہ مقرر کیجائے تاکہ کتابوں کے مطالعہ کرنے والوں کو جمع خاطر و سکون سے مطالعہ کا موقع مل سکے۔

کتبخانہ کی فہرستوں کی ترتیب۔ کتابوں کی موجودہ فہرست نامکمل ہے ضرورت ہے کہ جدید دو فہرستیں مرتب کیجائیں ایک نمبرواری دوسری فن واری جس میں مصنف کے مختصر حالات و وفیات و موالید ہوں۔

نیز کتابوں کی جلدیں ان میں سے بہت ساری ایسی پرانی از کار رفتہ ہو چکی ہیں کہ وہ قابل استعمال نہیں رہیں۔ اور اس طرح کتابوں کے ضائع ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

کتبخانہ کی موجودہ عمارت ناکافی ہے اور غیر موزوں اس کی عمارت پختہ اور وسیع جدید طریق پر ہونی چاہیئے جس میں روشنی ہوا بخوبی آسکے اور کتابیں محفوظ رہ سکیں۔

ملک میں مختلف علماء کے ملکی کتبخانے ایسے مل سکتے ہیں جن میں فالتو زائد از ضرورت نسخے پائے جائیں۔ اپیل جاری کیجائے کہ مخیر حضرات اپنے زائد از ضرورت یا مکرر نسخے مدرسہ کے کتب خانہ کیلئے منتقل اور وقف کر دیں۔

کتبخانہ کی عمارت جدید کے ساتھ مدرسہ کا فرنیچر بھی مہیا کیا جائے ٹیبلوں اور بنچوں یا کرسیوں کا مطالعہ کیلئے انتظام کیا جائے۔

مصارف جامعہ | جب مدرسہ کو ایک دینیات یونیورسٹی کی شکل ہی دینا مد نظر ہے تو ظاہر ہے کہ پھر اس کے مختلف مصارف اس کے مختلف شعبوں کی مناسبت سے ضرور متنوع و گوناگوں ہونگے سب سے پہلے اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا ایک شعبہ مدرسہ یعنی اسکول دوسرا شعبہ کلیہ یا کالج ہر ایک کا صدر الگ الگ ہوگا جس کے تحت اوس شعبہ کا انتظام ہوگا۔ موجودہ شرح ماہوارات مدرسہ یعنی اسکول کیلئے رکھی جائے اور کلیہ کے اساتذہ

کی یافت موجودہ المضاعت ہوگی یا اگر مالی حالت اجازت دے تو سرکاری یونیورسٹی کے اساتذہ کے برابر یافت ہوسکتی ہے بہتر ہوگا کہ ذیلی فروعی انتظامات کی تعیین و تشکیل کیلئے ایک کمیٹی مقرر کیجائے جو اس کے متعلق تفصیلی رپورٹ پیش کرے تاکہ اس کے موافق عمل ہوا کرے لہذا میں اس کے بابت اپنی رائے محفوظ رکھتا ہوں اس کمیٹی کا مضمون بحث حسب ذیل امور ہوں - طلبہ کی خوراکی - پوشاک - رہائش کے کمرے و دیگر ضروریات زندگی نیز کتبخانہ کی نظم جدید کی تشکیل بھی اسی کمیٹی کے سپرد رہے -

جامعہ کی عمارت | مدرسہ کی موجودہ عمارت غیر موزوں اور ناکافی ہونے کے ساتھ ساتھ اس قدر کہنہ ہو چکی ہے کہ اوس کے انہدام کا خدشہ ہے تعمیر مناسب بہ طرز جدید کیلئے سرکار سے امداد کی اپیل کیجائے اور یکمشت رقم چندہ کا رجسٹر بھی کھولا جائے اور تمام پائیگاہوں اسٹیٹوں جاگیرداروں و تاجروں اور عہدہ داروں سے اس کے لئے اپیل کیجائے -

اجلاسہائے مدرسین کو ٹیبل اور کرسیوں سے یا بنچوں سے مزین کیا جائے موجودہ حالت اجلاسات کو جب نئی تہذیب والے دیکھتے ہیں تو جو چیز فوراً اون کے دلوں پر اثر کرتی ہے وہ یہی ہے کہ مدرسہ ایک غیر مہذب و غیر متمدن تاریک دماغ سوسائٹی کا تکیہ یا سرا ہے جہاں عصر جدید کی روشنی و ہوا تک نہیں پہنچ سکی لہذا یہ ایک ناکارہ ادارہ ہے جس کے محصلین امامت، تاذین، ذبح، وختم قرآن غسل و تکفین و تدفین، مولی و تقاریب فواتح و اعراس کیلئے ہی بالکل موزوں ہیں لہذا انھیں کو ٹھیوں بلڈنگوں وغیرہا سے جہاں تک دور رکھا جائے بہتر ہے غرضکہ مدرسہ کی ظاہری حالت کو بھی مدرسہ سے بدظن یا ناقابل توجہ بنانے میں بہت بڑا دخل ہے - واضح ہو کہ یہ امور نفسیاتی تاثرات فطریہ ہیں جو دلوں میں تو اثر کر جاتے ہیں مگر زبان پر اکثر نہیں آتے لہذا مدرسہ کی طرف سے ہمیشہ ایسے امور نظر انداز ہوتے رہے ہیں دلیل یہ پیش کیجاتی ہے کہ مدرسہ نظامیہ علوم قدیمہ عربیہ کا مرکز ہے لہذا اسکی حیثیت کذائی ایسی ہی دقیانوسیت سے قایم رہ سکتی ہے ورنہ مولانا فضیلت جنگ کی امانت میں خیانت لازم آئیگی - اس دلیل میں کیا وزن ہے اس کو ہر ایک باخبر اچھی طرح سمجھ سکتا ہے خصوصاً زمانہ جدید والا - میں اس بحث پر تضیع اوقات مناسب نہیں جانتا - میں خلاصتہً یہ عرض کر سکتا ہوں کہ ایسے خیالات اونہی دماغوں میں سما سکتے ہیں جو مدرسہ کی ترقی و اصلاح کے کسی طرح خواہاں و قائل نہیں، وہ مدرسہ کو آثار قدیمہ کے متلاشین کیلئے ایک زیارت گاہ یا سیرگاہ بنا رکھنا چاہتے ہیں -

ذرائع آمدنی | مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار بالفعل محض اس سرکاری امداد پر ہے جو ڈھائی ہزار ماہانہ کی صورت میں اسے مل رہی ہے ظاہر ہے کہ ایک جامعہ دینیات کی حیثیت سے یہ بالکل ناکافی ہے جبکہ یہ مسلم ہے کہ دیگر سرکاری معمولی مدارس مڈل پر بھی اس سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے - اس کے لئے حسب ذیل جد و جہد کی ضرورت ہے -

۱ - دیوانی سے بھی اس کے لئے مزید امداد کی درخواست کیجائے -

۲ - صرفخاص مبارک سے اور دیگر پائیگاہوں اور جاگیرات سے بھی استمداد کیجائے خصوصاً محکمہ ہائے امور مذہبی پائیگاہ و صرفخاص کو توجہ دلائی جائے -

جاگیرات مشروط الخدمت سے ایک معتد بہ رقم جامعہ نظامیہ کے لیئے لی جائے ۔

۳- ملک کے دیگر متمول طبقات عہدہ داران اور تجار کو امداد کیطرف توجہ دلائی جائے ۔

۴- جائدادہائے موقوفہ کی آمدنیوں سے بھی امداد مدرسہ کی خاطر پس انداز کرنے کیلئے محکمۂ امور مذہبی کو توجہ دلائی جائے۔

۵- عامۃ الناس کو بھی زکوۃ کی ادائی فرض پر توجہ دلائی جائے اور اس فنڈ کا خاص دفتر کھولا جائے جو شرعی مصارف زکوۃ پر مدرسہ کی جانب سے صرف ہوا کرے

۶- اس قسم کے اور بیسیوں وجوہ آمدنی پیدا کئے جاسکتے ہیں جو مدرسہ کو جامعہ دینیات بنانے کیلئے نہایت ضروری ہیں اور بشرط توجہ و خاص جد و جہد ان کا حصول آسان و ممکن ہے۔

شاخہائے مدرسہ | اس مدرسہ کی شاخیں ہر ایک ضلع و تعلقہ کے مستقر میں حسب ضرورت بڑے چھوٹے پیمانہ پر کھولی جانی چاہیئں یا جہاں پہلے سے کوئی مدرسہ موجود ہو مثلاً انجمن اصلاح المسلمین اور صدر انجمن اسلامیہ کے مدارس وغیرہ مختلف انجمنوں کے مدارس اسلامیہ سب اسی یونیورسٹی دینیات کے ماتحت کردئے جائیں جیساکہ ہندو بنارس یونیورسٹی کے ماتحت کئی ایک پاٹ شالے اور خیراتی مدارس ہیں اسی طرح اس جامعہ کے تحت سرکاری اور قومی جملہ مدارس دینیہ کردیے جائیں اس سے فائدہ ہوگا کہ ان مدارس دینیہ میں ایک مرکزیت پیدا ہوجائیگی اور وہ انتشار و تفرق و اختلافات جو آج اسلامی اداروں میں پایا جاتا ہے اور جس کی وجہ سے قومی مقاصد کی یگانگت معرض وجود ہی میں نہیں آسکتی اور بالفرض آجائے بھی تو قائم و دائم نہیں رہ سکتی اور اسی وحدت مقاصد کے فقدان کی وجہ مسلم قوم کی مرکزی تنظیم کی کوئی صورت ہی پیدا نہیں ہوسکتی اور یہی سارے مسلمانوں کی عام پستی اور تنزل کا سبب عظیم ہے۔

مدرسہ کی اصلاح جامعہ نظامیہ یا دینیات یونیورسٹی کی صورت میں ہوجانے کا سب سے بڑا اور سب سے اہم نتیجہ بھی تعلیمی مرکزیت اور سماجی تنظیم کی صورت میں نکل سکتا ہے جو اگر وجود میں آجائے تو ایک بڑا کارنامہ متصور ہوگا اور مسلم قوم کی ذہنی انقلاب عظیم کا باعث ہوگا۔

رباعی !

تری نگاہ کامیاب تری خرد کا ہے فریب
جلوۂ رہگذر ہے اور جلوۂ بام اور ہے
مذہب فکر میں ترے موت حریف زندگی
میری حدیث شوق میں موت کا نام اور ہے
سکر حیات سے بری ہیں بھی نہیں یہ سچ مگر
لغزش ہوش کے اسیر لغزش گام اور ہے
تری ضیائیں ظلمتیں میری سیاہیاں بھی نور
صبح کی طلعتوں سے پوچھ سحر شام اور ہے

(از جناب مولوی مسعود الرحمن صاحب عثمانی برہان

محدثین کرام کا اعجاز نما حافظہ

از جناب مولوی سید احمد اللہ صاحب ندوی مصحح دائرۃ المعارف العثمانیہ سرکار عالی

یہ ایک مختصر مقالہ ہے جس میں محدثین کرام کے حافظہ سے بحث کیگئی ہے۔ محدثین کرام امت اسلامیہ کی وہ جماعت ہے جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوۃ والسلام کی حدیث شریف کی خدمت کیلئے وقف رہتا ہے۔ یہ جماعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ابتک ہر عہد اور زمانہ میں اپنے اس فریضہ کو انجام دیتی چلی آتی ہے اس قابل احترام جماعت میں ایسے افراد بکثرت پائے جاتے ہیں جن کا حافظہ اعجاز نما نظر آتا ہے۔

اسلام کے علاوہ دوسری شریعتوں کے حاملین نے اپنی مذہبی کتابوں کی حفاظت کیلئے صرف تحریر پر اعتماد کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ مرورِ ایام کے بعد وہ کتابیں اپنی ابتدائی اصلی حالت پر باقی نہیں رہیں لیکن امت اسلامیہ نے شریعت اسلامیہ کی کتاب الہٰی اور حدیث نبوی کو تحریف اور لفظی اختلاف سے محفوظ رکھنے کیلئے صرف ظاہری تحریر پر تکیہ نہیں کیا بلکہ اپنے حافظہ کے ذریعہ اپنے دلوں میں نقش کالحجر بنایا جس کی وجہ سے قرآن شریف اور احادیث نبوی جو شریعت اسلامیہ کے ماخذ ہیں کسی تحریف اور تغیر کے بغیر ابتک اپنی اصلی حالت پر باقی ہیں۔

آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" میں قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ الہٰی ہے وہ لاکھوں حفاظ قرآن کے ذریعہ برابر پورا ہوتا چلا جارہا ہے۔ قرآن شریف کے بعد احادیث نبوی کے حفظ کیلئے بھی محدثین کرام نے بہت زیادہ اہتمام کیا حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اس وعدہ الہٰی میں احادیث نبوی کی حفاظت کو بھی شریک فرماتے ہیں۔ قیل لابن المبارک ہذہ الاحادیث المصنوعۃ؟ قال تعیش لہا الجہابذۃ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" یعنی کسی نے ابن مبارک سے پوچھا یہ حدیثیں مصنوعی ہیں آپ نے جواب دیا امام ذہبی نے حفاظ حدیث کے حالات میں ایک مبسوط کتاب تذکرۃ الحفاظ تصنیف کی ہے خطیب بغدادی نے اپنی کتاب تاریخ بغداد میں ابن جوزی نے المنتظم میں حفاظ حدیث کے جستہ جستہ حالات قلمبند کئے ہیں اور دوسرے اکابر تراجم نگار نے بھی اس جماعت کے حالات وسوانح پر کافی روشنی ڈالی ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین میں بعض صحابی ایسے تھے جو حدیث شریف کو قلمبند فرمایا کرتے تھے جیسے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما جن کے مجموعہ احادیث کا نام صادقہ ہے مگر اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم احادیث نبوی کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے اور زبانی روایت فرماتے تھے۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تلقیح فہوم الاثر میں ہر ایک صحابی کی مرویات کی تعداد تفصیل سے لکھی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ۵۳۷۴، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے ۲۶۳۰، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے ۲۲۸۶، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے ۲۲۱۰، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ۱۶۶۰، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ سے

۱۱۷۰ ،حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ۱۱۷۰ احادیث مروی ہیں ان کے علاوہ باقی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو احادیث مروی ہیں ان کی تعداد ایک ایک ہزار سے کم ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حافظہ مشہور ہے ایک دفعہ مروان حاکم مدینہ منورہ نے آپ کے حافظہ کا امتحان لینا چاہا تو پس پردہ ایک زود نویس شخص کو بٹھا دیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمائش کی کہ وہ کافی مقدار حدیثیں سنائیں چنانچہ وہ حدیثیں سنانے لگے اور پردہ کے پیچھے بیٹھنے والے شخص نے لکھنا شروع کیا جب کافی تعداد میں وہ حدیثیں سنا چکے تو مجلس برخواست کر دی گئی۔ کچھ مدت کے بعد مروان نے پھر مجلس منعقد کی اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے فرمائش کی کہ پہلی مجلس میں جو حدیثیں سنائی تھیں ان کو دوبارہ دہرایئں ،حضرت ابو ہریرہ رضؓ حدیثیں سنانے لگے اور پردہ کی اوٹ میں بیٹھنے والے شخص نے مکتوبہ حدیثوں سے مقابلہ شروع کیا اس مقابلہ میں ایک حرف کا فرق نہ پایا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۵۶ھ کو ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں آپ نے اپنی صحیح بخاری کو چھ لاکھ سے زیادہ حدیثوں سے تخریج کیا ہے صحیح بخاری میں جملہ (۷۲۷۵)حدیثیں ہیں اور اگر مکرر حدیثوں کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد (۴۰۰۰) رہ جاتی ہے اور آپ نے ۱۶ سال کی مدت میں اسے تصنیف فرمایا اور ہر حدیث کو کتاب میں لکھنے کے وقت دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظہ کے متعلق حاشد بن اسمٰعیل اور ایک دوسرے شخص کا متفقہ بیان ہے کہ امام بخاری اپنی کمسنی کے زمانہ میں حدیث کی سماعت کے لئے ہمارے ساتھ شیخ کے پاس جایا کرتے تھے لیکن وہ بجز سننے کے کچھ لکھتے نہ تھے اس بات پر ہم ایک برابر ٹوکا کرتے تھے کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن امام صاحب ہم دونوں کے ٹوکنے پر فرمانے لگے آپ دونوں مجھے بہت کچھ کہہ چکے اچھا آپ نے جو کچھ لکھا ہے مجھے دکھایئے۔چنانچہ ہمارے پاس جس قدر حدیثیں لکھی ہوئی تھیں ان کے سامنے پیش کیں امام بخاری نے مزید پندرہ ہزار حدیثیں زبانی پڑھ کے سنائیں جو دوران سماعت میں لکھنے سے رہ گئی تھیں، پھر امام صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کا خیال ہے کہ حدیث کی سماعت کے لئے میں فضول جایا کرتا اور اپنے دن گنواتا ہوں۔ان دونوں بزرگوار کا بیان ہے کہ اس دن ہمیں معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر کوئی شخص سبقت نہیں لیجا سکتا ہے۔

امام بخاری کے حافظے کے متعلق ایک دوسرا اہم واقعہ صاحب الکمال اس طرح بیان کرتے ہیں کہ امام بخاری بغداد تشریف لائے اصحاب حدیث کو اس کی خبر ہوئی ان لوگوں نے آپ کے حافظے کا امتحان لینے کے لئے سو حدیثوں کے متن اور اسناد کو الٹ پلٹ کر کے اور ہر ایک حدیث کا متن دوسری حدیث کی اسناد کے ساتھ وصل کر کے دس آدمیوں کو دس دس حدیثیں تقسیم کر دیں اور انہیں ہدایت کی کہ جب اصحاب حدیث مجلس میں پہنچ جائیں تو وہ امام بخاری کے سامنے ان حدیثوں کو ایک ایک کر کے پیش کیا۔ اصحاب حدیث جب مجلس میں پہنچے اور مجلس میں سکون طاری ہوا تو ایک شخص ان دس آدمیوں میں سے امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوا، اور ایک حدیث

پیش کی آپ نے فرمایا میں اس حدیث کو نہیں جانتا اس شخص نے دوسری پھر تیسری یہاں تک کہ دس حدیثیں جو اس کے پاس تھیں پیش کیں اور امام موصوف نے ہر حدیث کے متعلق یہی فرمایا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا، آپ کے انکار کی حقیقت کو علماء تو سمجھ گئے مگر عوام سمجھ نہ سکے بعد ازاں دوسرے شخص نے اپنی دس حدیثیں ایک ایک کرکے پیش کیں یہاں تک کہ دس آدمیوں نے سو حدیثیں جو اس مجلس کیلئے تیار کی گئی تھیں بیان کیں اور امام بخاری سب کے جواب میں "اس حدیث کو میں نہیں جانتا" کے سوا ایک لفظ نہ بولے جب سب کے سوالات ختم ہوچکے تو امام صاحب پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تمھاری پہلی حدیث درِ اصل اس طرح واقع ہوئی ہے اور دوسری اس طرح پھر بقیہ دس حدیثوں کی صحت کرکے اور متن حدیث کو اصل اسناد سے وصل کرکے واضح فرمایا بعد ازیں باقی نو آدمیوں کی حدیثوں کی صحت فرمائی۔ اہل مجلس نے یہ دیکھ کے آپ کے کمال حفظ اور فضل کا آپ کے سامنے اعتراف کیا۔

حضرت مسلم بن الحجاج متوفی ۲۶۱ھ اپنی کتاب صحیح مسلم کی بابت ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صحیح کو تین لاکھ سنی ہوئی حدیثوں سے تصنیف کیا ہے، آپ کے اس ارشاد سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ کو کتنی حدیثیں حفظ تھیں۔ قیاس غالب یہی ہے کہ یہ سب تین لاکھ حدیثیں آپ کو یاد ہوں گی کیونکہ آپ کا حافظہ بہت مشہور ہے آپ کی صحیح مسلم میں چار ہزار حدیثیں ہیں جن میں مکرر کا شمار نہیں ہے۔

شیخ الاسلام ابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ بہ قوت حافظہ میں یکتائے روزگار تھے، ابوعلی قالی فرماتے ہیں کہ ابن الانباری کو تین لاکھ اشعار قرآن پاک کے شواہد میں بزبان یاد تھے۔ ابوعلی تنوخی کہتے ہیں کہ ابن الانباری ہمیشہ زبانی املاء کراتے تھے اور کبھی آپ نے کتاب دیکھ کے املا نہیں کرایا۔ محمد بن جعفر تمیمی کا قول ہے کہ میں نے ابن الانباری سے زیادہ کسی کو قوت حافظہ کا مالک نہیں دیکھا خود ابن الانباری کہا کرتے تھے کہ مجھے تیرہ صندوق کتابیں زبانی یاد ہیں نیز ان کے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں اکیسو بیس تفسیر کی کتابیں مع اسناد زبانی یاد تھیں۔ ابن الانباری نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور اپنی تمام تصانیف کو اسناد کے ساتھ زبانی املاء کرایا۔ یہ بہت بڑے نحوی بھی تھے، امام ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ میں حفاظ حدیث کے سلسلہ میں ان کا نام شمار کیا ہے۔

ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۶۴ھ فرماتے ہیں مجھے دو لاکھ حدیثیں اس طرح زبانی یاد ہیں جس طرح کوئی شخص قل ہو اللہ احد کی سورۃ یاد رکھتا ہے، اور وقت مذاکرہ مجھے تین لاکھ حدیثیں زبانی یاد رہتی ہیں۔ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں کہ پچاس برس میں جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ سب میرے گھر میں محفوظ ہے اور لکھنے کے بعد میں نے ان کا دوبارہ مطالعہ نہیں کیا ہے۔ تاہم مجھے معلوم ہے کہ وہ سب کس کتاب، کس ورق، کس صفحہ، اور کس سطر میں مرقوم ہیں اور جو کچھ علمی باتیں میں اپنے کانوں سے سنتا ہوں میرا دل ان کو یاد کرلیتا ہے اور جب میں بغداد کے بازار میں چلتا ہوں اور جھروکوں سے گانے والیوں کی آواز سنتا ہوں تو فوراً کانوں میں انگلیاں ڈال لیتا ہوں اس ڈر سے کہ میرا قلب کہیں ان گانوں کو یاد نہ کرلے۔ ابوزرعہ رازی کے حافظہ کی ستائش میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح حدیثیں سات لاکھ ہیں جن میں اس نوجوان یعنی ابوزرعہ رازی کو چھ لاکھ بزبان یاد ہیں، محدث ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے قوت حافظہ میں ابوزرعہ سے برتر کسی کو نہیں دیکھا۔ مشہور محدث ابن راہویہ کا قول ہے کہ جس

حدیث کو ابو زرعہ نہ جانتے ہوں اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

ابو الحسن دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۵ھ "حافظ زماں" کے وصف سے یاد کئے جاتے تھے مشہور محدث حاکم کا بیان ہے کہ دارقطنی قوت حفظ میں یکتائے زمانہ ہیں ایک دفعہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اپنی نوعمری میں اسمٰعیل صفار کی مجلس میں آئے اس وقت صفار حدیث کا املا کرا رہے تھے یہ بھی بیٹھ گئے اور ایک جزو لکھنے لگے کسی نے انہیں ٹوکا اور کہا، میاں! اس کمسنی میں آپ کی سماعت تو درست نہیں آپ کیسے لکھ رہے ہیں، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ املا میں میری سمجھ آپ کی سمجھ کے برعکس ہے، کیا آپ زبانی بتا سکتے ہیں کہ شیخ نے کتنی حدیثیں املا کرائی ہیں۔ معترض نے کہا میں نہیں بتا سکتا، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس وقت شیخ نے اٹھارہ حدیثیں املا کرائی ہیں پہلی حدیث یہ ہے اور دوسری یہ ہے، اسی طرح تمام حدیثوں کو مشرح زبانی بیان فرمایا، یہ سن کے سب لوگوں کو تعجب ہوا۔

خطیب بغدادی اپنی کتاب تاریخ بغداد میں دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے برقانی سے پوچھا کہ دارقطنی نے علل حدیث تمھیں زبانی لکھوایا ہے؟ برقانی نے کہا ہاں! میں نے ہی دارقطنی کی علل حدیث کو جمع کیا ہے اور لوگوں نے میرے نسخے سے ہی پڑھا ہے۔

ابو نعیم جرجانی متوفی ۳۲۰ھ حافظ حدیث تھے انہیں موقوف اور مرسل حدیثیں اس طرح زبانی یاد تھیں جس طرح حفاظ حدیث کو مسند حدیثیں یاد ہوتی ہیں۔ ابن السقا متوفی ۳۷۳ھ حافظ حدیث تھے، دارقطنی اور ابن مظفر فرماتے ہیں کہ ہم نے ابن السقا کے پاس کوئی کتاب نہیں دیکھی بلکہ وہ ہم لوگوں سے زبانی حدیثیں بیان کرتے تھے

ابن عقدہ متوفی ۳۳۲ھ حافظ حدیث تھے انھیں ایک لاکھ حدیثیں اسناد کے ساتھ زبانی یاد تھیں۔

ابو حامد ابن الشرقی متوفی ۳۲۵ھ امام مسلم کے شاگرد تھے، قوت حافظہ میں اپنے زمانہ میں فرد مانے جاتے تھے ابن عدی کا بیان ہے کہ میں نے ابو حامد ابن الشرقی سے زیادہ قوت حافظہ رکھنے والا کسی کو نہیں دیکھا، نیز ابن عدی فرماتے ہیں کہ میں نے ایوب سختیانی کی احادیث کا مجموعہ جسے ابن الشرقی نے جمع کیا تھا لکھ کے ان کے سامنے پڑھنا شروع کیا میں کتاب دیکھ کے پڑھتا تھا اور ابن الشرقی میرے ساتھ ساتھ اول سے آخر تک زبانی پڑھتے جاتے تھے۔

امام ابو جعفر عقیلی متوفی ۳۲۲ھ حافظ حدیث تھے، مسلمہ بن قاسم کا بیان ہے کہ عقیلی جلیل القدر عظیم المرتبت شخص تھے، ان کی مانند میں نے کسی کو نہیں دیکھا، محدثین میں سے جو عقیلی کے پاس آتا تو وہ فرماتے کہ اپنی کتاب سے پڑھو لیکن وہ خود اپنی اصل نہیں نکالتے تھے اس بات پر ہم لوگوں میں گفتگوئیں ہوئیں اور ہم لوگ کہنے لگے کہ عقیلی یا تو تمام لوگوں سے زیادہ حافظہ کے مالک ہیں اور یا وہ سب سے زیادہ جھوٹے ہیں ایک روز ہم سب ان کی مجلس میں شریک ہوئے اور میں کتاب سے پڑھنے لگا جس وقت میں حدیث میں کمی یا بیشی کے الفاظ پڑھتا تو وہ سمجھ جاتے اور مجھ سے کتاب اور قلم لے کے اپنے حافظہ سے اس کی اصلاح فرما دیتے، جب ہم ان کے پاس سے واپس ہوئے تو ہمارے دل مسرور تھے اور اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حافظہ میں تمام لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

ابوبکر عبداللہ ابن ابوداؤد سجستانی متوفی ۳۱۶ھ حافظ حدیث تھے ان کی قوت حفظ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ ایک دفعہ عمرو بن اللیث کے عہد میں سجستان پہنچے ان کے گرد اصحاب حدیث کا مجمع ہوا، اس مجمع نے ان سے درخواست کی کہ وہ حدیث بیان فرمائیں، ابن ابوداؤد نے انکار کیا اور فرمایا کہ میرے پاس کتاب نہیں ہے لوگوں نے ان سے ازراہ تعجب کہا، ابن ابوداؤد اور کتاب! یہ خود فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس قدر مجھے برانگیختہ کیا کہ بالآخر تیس ہزار حدیثیں زبانی انہیں لکھوا دیں۔

ابونعیم متوفی ۳۲۳ھ حافظ حدیث تھے ابو علی فرماتے ہیں کہ ابونعیم اماموں میں سے ایک امام تھے میں نے ابن خزیمہ کے بعد خراسان میں ان کی مانند کسی کو نہیں دیکھا ان کو موقوف اور مرسل حدیثیں اس طرح ازبر تھیں جس طرح ہم مسند احادیث دل میں یاد رکھتے ہیں۔

ابوبکر ابن زیاد متوفی ۳۲۴ھ حافظ حدیث تھے۔ حاکم ان کی شان میں لکھتے ہیں کہ فقہیات اور اختلافات صحابہ تمام لوگوں سے زیادہ انہیں یاد ہیں۔ دارقطنی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکر ابن زیاد سے بڑھ کر کسی کو حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ انہیں متون حدیث میں الفاظ کی زیادتی کا علم تھا۔ یہ جب حدیث بیان کرنے بیٹھتے تھے تو لوگ کہتے حدث یعنی حدیث بیان فرمائیے تو یہ کہتے تم خود سوالات کرو، ان سے احادیث کے متعلق سوالات کیے جاتے یہ ان کا جواب دیتے اور املا کرا دیتے تھے۔

ابوالحسن بن القطان متوفی ۳۴۵ھ حافظ حدیث تھے، ان کا ذاتی بیان ہے کہ مجھے ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔

الختلی متوفی ۳۳۵ھ حافظ حدیث تھے۔ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ انہیں پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں اور یہ اپنے حافظے سے حدیث کا املا کراتے تھے۔

ابن عمر الزاہد متوفی ۳۴۵ھ لغت میں انہیں زیادہ ادراک تھا اس لئے یہ لغوی کہے جاتے ہیں۔ حافظ حدیث بھی تھے ان کے حافظے کی یہ حالت تھی کہ لغت میں تیس ہزار ورق کا املا زبانی کرایا۔ حافظے کی اس وسعت کی وجہ سے لوگوں نے انہیں متہم بھی کہا۔

اسحاق بن راہویہ متوفی ۲۳۸ھ حافظ حدیث تھے ایک دفعہ انھوں نے امام بخاری کے سامنے اپنے حافظہ کی تعریف میں کہا "گویا میں اپنی کتاب کی ستر ہزار حدیثیں اپنے دل میں دیکھ رہا ہوں۔ امام بخاری نے برجستہ جواب دیا کیا تمہیں اتنی سی بات پر تعجب ہے اس زمانہ میں ایک شخص ایسا موجود ہے جو اپنی کتاب کی دو لاکھ حدیثیں اپنے دل میں دیکھتا ہے، امام بخاری کی اس سے مراد اپنی ذات تھی۔

ابو احمد العسال متوفی ۳۴۹ھ حافظ حدیث تھے۔ ابن مردویہ کا بیان ہے کہ میں نے ابو احمد العسال کو کہتے ہوئے سُنا کہ مجھے قرات کے متعلق پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں، ابو احمد العسال کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک بہت بڑی تفسیر اپنے حفظ سے املا کرائی، ایک دفعہ انھوں نے اردستان میں چالیس ہزار حدیثیں زبانی املا کرائیں جب یہ اپنے شہر واپس ہوئے اور املا شدہ حدیثوں کا مقابلہ کیا تو اصل کے مطابق پایا۔

ابن مطاہر الاصبہانی متوفی سنہ ۴۳۰ھ حافظ حدیث تھے، قوت حافظہ میں یہ نشانی سمجھے جاتے تھے، پہلے انھوں نے تمام مسند حدیثیں یاد کیں پھر موقوف حدیثیں یاد کرنے لگے۔

شیخ الاسلام ابو اسمعیل ہروی متوفی سنہ ۴۸۱ھ حافظ حدیث تھے۔ انہیں بارہ ہزار حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

ابوسعد ابن البغدادی متوفی سنہ ۵۴۰ھ انھیں پوری صحیح مسلم زبانی یاد تھی اور احادیث کا املا یہ اپنے حافظہ سے کرتے تھے۔

ابن النحاس مصری متوفی سنہ ۳۶۷ھ حافظ حدیث تھے، ان کی حدیث کی کتابیں ضائع ہو گئیں تو یہ برسوں اپنے حافظہ کی مدد سے حدیث بیان کرتے تھے۔ ان کے حفظ، صدق اور تحدیث کی تصدیق حاکم نے کی ہے۔

ابن بکر متوفی سنہ ۳۸۸ھ حافظ حدیث تھے۔ الازہر کا بیان ہے کہ میں ابن بکر کے پاس حاضر رہا کرتا تھا ان کے پاس احادیث کے کچھ اجزاء تھے میں ان کو دیکھا کرتا تھا ایک دفعہ انھوں نے مجھ سے فرمایا دو باتوں میں سے تمھیں کون سی بات پسند ہے؟ تم ان اجزاء کے متن مجھ سے بیان کرو میں ان کی اسناد بتا دوں، اور یا اسناد بیان کرو، میں متن بیان کروں، الازہر کہتے ہیں میں ان سے متن بیان کرتا اور وہ اس کی اسناد بجنسہ از بر سنا دیتے اور اس طرح کئی بار میں نے عمل کیا۔

ابوبکر الاسفرائینی متوفی سنہ ان کے متعلق حاکم شہادت دیتے ہیں کہ انھیں امام مالک امام ثوری، شعبہ اور اور مسعر کی بیس ہزار سے زیادہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل متوفی سنہ ۲۴۱ھ کے متعلق ابوزرعۃ فرماتے ہیں کہ انھیں دس لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔

مساواتؐ اخوت کا پیغام

اسلام نے دولت مساوات واخوت کو نوع انسانی کے تمام افراد کا یکساں ترکہ قرار دیا اللہ کا بندہ ہو جانا دارین کی کامیابیوں کیلئے کافی تھا اس مساوات کے سامنے ملک، رنگ، نسل، خاندان، پیشے غرض سارے امتیازوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ میں شمار نہیں کر سکتا کہ آنحضرتؐ نے منبر پر سے خطبہ میں کتنی دفعہ یہ الفاظ دہرائے تھے "اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ!"

حضورؐ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا "عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں نہ عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے" مثالاً دیکھو حبشی قوم اس وقت تک گویا غلامی ہی کے لئے بنی تھی۔ روم میں غلام تھی۔ ایشیا میں غلام تھی اسلام نے ان کو اتنا بلند کیا کہ بڑے بڑے علما نے ان کے فضائل میں کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت بلالؓ اپنے رفقا کے ساتھ ایک موقع پر کھڑے تھے۔ ابوسفیان (جو ہنوز کافر تھے) اکڑتے ہوئے وہاں سے گذرے حضرت بلالؓ نے کہا "ابھی اسلام نے اس کی گردن نہیں جھکائی" حضرت ابوبکرؓ بھی وہاں تھے یہ سن کر کہا کہ "قریش کے سردار کی نسبت یہ الفاظ!" حضرت صدیقؓ کہتے تو کہہ گئے مگر خیال آیا تو گھبرائے، بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ ارشاد ہوا، ابوبکر تم نے ان لوگوں کے دلوں کو تو نہیں دکھایا، اس کا جواب لینے حضرت بلال رضؓ اور ان کے رفقاء کے پاس واپس آئے (یہ یاد رکھو کہ حضرت بلال رضؓ کو غلامی سے نجات صدیق اکبر نے دلائی تھی) پوچھا کہ "صاحبو! میرے الفاظ سے آپکے دل کو صدمہ تو نہیں پہنچا؟" جواب نفی میں سنا تو تسکین ہوئی۔

جامعۂ نظامیہ سے خطاب

از مولوی سید عثمان قادری صاحب متعلم فاضل کلیہ نظامیہ

اے مکتب نظامیہ با دولت سرائے علم | تیری ہی ذات سے ہوئی نشو و نمائے علم
اکثر ملے یہیں سے دُرِ بے بہائے علم | تو ہے ہمارے واسطے ہم ہیں برائے علم

تجھ سے ہی نام ہے عربیہ علوم کا
تجھ پر اثر نہ ہو کبھی باد سموم کا

ہیں یوں تو اور سینکڑوں ہی مدرسے یہاں | سب کارواں ہیں اور ہے تو میر کارواں
انوار علم سے ہے فضیلت تری عیاں | قائم رکھے خدا تجھے تا دورِ آسماں

ترجیح سب پہ ہے تجھے ہر اعتبار سے
ہے فیض تجھ کو رحمت پروردگار سے

سب علم دوست ہیں جو ترے سرپرست ہیں | خم علم کے لنڈھاتے ہیں ساغر بدست ہیں
عالم کے آگے حوصلے جاہل کے پست ہیں | ہشیار ہیں۔جو علم کے نشے میں مست ہیں

پنہاں نہیں ہیں کچھ تری خدمت گزاریاں
ہیں تیرے دم سے علم کی سب پائیداریاں

آزادِ دین جو ہیں وہ ترے پائے بند ہیں | عالم نوازیاں تری سب کو پسند ہیں
میں کیا بتاؤں جو ترے رتبے بلند ہیں | کیسے بڑے بڑے ترے احسان مند ہیں

کتنوں کو تونے عالم و فاضل بنادیا
ناقص کوئی جو آگیا کامل بنادیا

تعلیم تیری رہبر دیں رہ نمائے دیں | تیرا نصاب خاص سخن آشنائے دیں
مسلک ترا موافق ہر مدعائے دیں | شاداب تجھ سے ہے چمن دلکشائے دیں

کیا فیض بخش و فیض رساں ہے ترا وجود
ہو روز افزوں نام ترا اور تری نمود

اقبال مند ہیں جو خریدار علم ہیں | ذی رتبہ ہیں جو مطلع انوار علم ہیں

آگاہِ دین ہیں وہ جو خبردارِ علم ہیں
وہ خوش نصیب ہیں جو طلبگارِ علم ہیں

منزل ملی اٹھا جو قدم تیری راہ میں
وقعت بڑھی سمائے جو تیری نگاہ میں

تو کیا پسند آئے انہیں جو ہیں خود پسند
تو بھی بلند اور تری تعلیم بھی بلند

نادان آئے اور گئے بن کے ہوشمند
ہے یہ دعا کہ تیرا درِ فیض ہو بلند

شکرِ خدا ذکیؔ کو بھی مسرور کر دیا
دامانِ علم کو ہر مقصد سے بھر دیا

خونِ جگر

از جناب جگر مرادآبادی

عشق فنا کا نام ہے عشق میں زندگی نہ دیکھ
جلوۂ آفتاب بن، ذرے میں روشنی نہ دیکھ

جلوۂ رنگ رنگ کی دیکھ ہما ہمی نہ دیکھ
ایک جگہ ٹھہر نہ جا غور سے تو کبھی نہ دیکھ

شوق کا مرثیہ نہ پڑھ عشق کی بیکسی نہ دیکھ
اس کی خوشی خوشی سمجھ اپنی خوشی خوشی نہ دیکھ

شوق کو رہنما بنا جو ہو چکا کبھی نہ دیکھ
آگ دبی ہوئی نکال آگ بجھی ہوئی نہ دیکھ

دل کو مٹا کے عشق میں دل کی طرف کبھی نہ دیکھ
ہو کے نثارِ زندگی حاصلِ زندگی نہ دیکھ

دل کی لگی بجھائے جا تیز قدم اٹھائے جا
رخصتِ شوق کی قسم فرصتِ زندگی نہ دیکھ

پہلے جہانِ رنگ و بو تا بہ کمال دیکھ جا
رہ روِ منزلِ سلوک اپنی طرف ابھی نہ دیکھ

یہ تو نہیں کہ آنکھ کو دعوتِ ماسوا نہ دے
ہاں مگر اس قدر کہ بس ایک ہی رخ کبھی نہ دیکھ

موت و حیات میں ہے صرف ایک قدم کا فاصلہ
اپنے کو زندگی بنا جلوۂ زندگی نہ دیکھ

حسنِ مجاز سے گزر یعنی جو تجھ سے ہو سکے
دیکھ کے ایک بار پھر بارِ دگر کبھی نہ دیکھ

تو ہی کمالِ عشق ہے تو ہی کمالِ حسن ہے
اپنے سوا کسی طرف آنکھ اٹھا کے بھی نہ دیکھ

ناصحِ کم نگاہ سے کوئی یہ کہہ کے سر کھپائے
رازِ شکستگی سمجھ رنگِ شکستگی نہ دیکھ

یہ بھی تری طرح کہیں رخ سے نقاب الٹ نہ دے
حسن پہ اپنے رحم کر عشق کی سادگی نہ دیکھ

ہو کے رہے گا ہمنوا وہ بھی ترے ہی ساتھ ساتھ
نغمۂ شوق گائے جا حسن کی برہمی نہ دیکھ

ہے یہی عین دوستی اپنی طرف سے اے جگرؔ
دستِ کرم بڑھائے جا غیر کی دشمنی نہ دیکھ

معارف جلد ۳۴ ص ۲۳۵

تاریخ قراءت اور تجوید

(از مولوی حافظ قاری محمد عبدالرحمٰن صاحب کامل (نظامیہ) استاذ تجوید و قراءت کلیہ نظامیہ

یہ امر میرے لئے موجب مسرت ہے کہ آج میں آپ حضرات کے سامنے مادر کلیہ نظامیہ کے ایک خوشہ چین علم کی حیثیت سے اپنے خیالات و معلومات کا اظہار کر رہا ہوں جو میرے اجلۂ اساتذہ کے آئینہ معارف کا ایک عکس ہیں، لیکن میں اس امر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے معلومات قلیل اور میرا علم نہایت محدود ہے، تاریخ قراءت اور اس کی ضرورت پر علما، کبار و اساتذۂ کرام کے سامنے مجھ جیسے ہیچمدان کا کچھ کہنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ میں بانیان جلسہ کا شکر گذار ہوں کہ انھوں نے اس موقع پر میری عزت افزائی کی، اور مجھے اپنے پریشان خیالات کو ٹوٹی پھوٹی زبان میں ظاہر کرنے کا موقع دیا۔

حضرات! اس سے قبل کہ میں اصل موضوع پر کچھ بیان کروں مناسب ہوگا کہ پہلے فن قراءت کے مفہوم کی توضیح ہو جائے، قرآن مجید کے الفاظ باوجود مختلف وجوہ، مختلف حرکات، مختلف وقف، مختلف ادغام امالہ، اور فصل و وصل کے ساتھ پڑھے جانے کے ان کے معانی میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی وہ جوں کے توں باقی رہتے ہیں یا کسی مفید مطلب کے مقتضی ہوتے ہیں اور یہ تمام طرقِ تلاوت علی التواتر صحابہ سے مروی ہیں، ان ہی وجوہ و حرکات اور طرق مختلفہ سے بحیثیت روایت و سماعت قرآن مجید کو کسی مستند استاذ فن سے حاصل کرنا اصطلاح میں قراءت کہلاتا ہے، لیکن ایک قاری قرآن کو صرف ان قراءت مختلفہ ہی پر اکتفا کرنا نہیں پڑتا بلکہ اس کو بر صحت و حسن تلفظ یعنی تجوید کی رعایت بھی لازم ہے اس لئے تجوید بھی قراءۃ کے حکم میں داخل ہے اور یہ معلوم ہے کہ فن رسم قرآن و معرفۃ وقف و ابتداء کے جانے بغیر تجوید قراۃ مکمل نہیں ہوتی اور یہ علوم اگرچہ اپنی غایۃ و اہمیت کا لحاظ کرتے بجائے خود ایک مستقل فن ہیں لیکن تجوید بمنزلۂ اصل کے ہے۔

قرآن مجید سے متعلق جتنے علوم بھی آج تک معرض وجود میں آچکے ہیں وہ سب کے سب قدماء اہل اسلام کی شدید جد و جہد اور انتہائی سعی و محنت کا مفید نتیجہ ہیں جو انھیں کتاب اللہ کی نشر و اشاعت، تعلیم و تعلم، اور فہم و تفہیم کے راستہ میں اٹھانی پڑی، اسلام جب تک جزیرہ نمائے عرب میں محدود تھا اور حامل قرآن حکیم علیہ الصلاۃ والتسلیم جلوہ افروز عالم تھے قرآن مجید کی قراۃ و سماعت اور افہام و تفہیم کی راہ میں کوئی روک نہ تھی ساکنان خطہ عرب براہ راست اس وجود مطہر و منور سے اقتباس انوار کرتے تھے اور کسی اختلاف کو راہ پانے کی گنجائش نہ تھی لیکن جوں ہی فتوحات اسلامیہ کا سیلاب آگے بڑھنے لگا اور کتاب مبین کی ضیاء پاشیاں صحرائے عرب سے گزر کر ظلمت کدۂ ارضی کے گوشہ گوشہ کو منور کرنے لگیں تو اس وقت مسلمانوں کو اپنے مفتوح اقوام و تازہ ایمان ملل کو کتاب الٰہی سے روشناس کرانے اور اس کی تعلیم و تفہیم کرنے کا موقع آیا تو حسب ضرورت و احتیاج انھوں نے قرآن مجید سے متعلق بے شمار فنون مدون کر دئے تاکہ عرب و عجم کا بڑھتا ہوا اختلاط

والتباس لسانی حیثیت سے کتاب عزیز کی قرارت وسماعت اور فہم معانی پر کسی طرح اثرانداز نہ ہوا وراپنے پرائے سب کو اس سرچشمۂ فیض سے مستفید ہونے کا موقع ملتا ہے۔

یہ امر محتاج بیان نہیں کہ قرآن مجید کے نزول کا وہی زمانہ ہے جبکہ زبان عربی منتہائے عروج پر تھی اور عرب اپنے زعم صحیح میں اپنے سوا سارے باشندگان ارض کو عجمی کہتے تھے لیکن اس وقت تک اصول وقواعد زبان مرتب نہ ہوئے تھے اور نہ انھیں اس کی ضرورت تھی مگر فتوحات اسلامی و اختلاط باہمی سے جب عربی زبان کا لب ولہجہ بگڑنے لگا تو اس امر کی ضرورت داعی ہوئی کہ اس کے اصول وقواعد مرتب کئے جائیں چنانچہ صرف ونحو کے قواعد کے ساتھ مسلمانوں نے بغرض اشاعت قرآن اس کی صحت قرارت کے مدنظر حرفوں کے مخارج وصفات کا اس خوبی سے تعین کیا کہ محض سننے سے لفظ کا ہر حرف سامع کی سمجھ میں اس طرح آجائے کہ ایک حرف کا دوسرے حرف سے مطلق التباس نہ ہونے پائے یہی مبادی تجوید وقرارت ہیں۔

قرآن مجید کو علاوہ صحت مخارج وصفات حروف وحسن ادائی کلمات سے پڑھنے کے اس بات کی ضرورت لاحق ہوئی کہ بحیثیت روایت وسماعت وطرق متعددہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن مجید کس طرح سنا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے کس طرح پڑھا معلوم ومحفوظ رہے علم قراۃ کی بنیاد ہے اس ایک ساتھ کی لاحقہ ضرورتوں کی وجہ سے فن تجوید وعلم قراۃ کی ضرورت تدوین کا زمانہ تو ایک ہی ہے باقتضاء حالات علم قراۃ کو بحیثیت تصنیف اولیت حاصل ہے۔فن قرارۃ میں قرن اولیٰ میں صحابہ کرام کے طبقہ سے حضرت سیدنا عثمان بن عفان وحضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت بن مسعود حضرت ابولدرداء، اور حضرت ابوموسیٰ الشعری رضی اللہ عنہم اجمعین مشاہیر علم قرارت کی حیثیت رکھتے تھے۔طبقہ تابعین وتبع تابعین کو ملاکر دوسری صدی کے اوائل سے لیکر اواخر تک سات مشہور ائمہ گذرے ہیں۔حضرات تابعین میں عبداللہ بن عامر یحصبی قاری شام، عبداللہ بن کثیر قاری مکہ، اور عاصم بن بہدلہ قاری کوفہ۔حضرات تبع تابعین میں ابوعمرو بن العلاء المازنی قاری بصرہ، حمزہ بن حبیب التیمی قاری کوفہ۔ اور حضرت نافع بن ابونعیم المکیؒ یا بی عبدالرحمٰن اللیثی قاری مدینہ، اور علی بن حمزہ کسائی قاری کوفہ۔ان اجلۂ ائمہ قراۃ میں حضرت عاصم کی قراۃ سہل اور سب سے زیادہ مقبول ومروج ہے۔اسی طرح حضرت نافع کی قرارت بھی اکثر بلاد اسلامیہ میں معروف ومتلو ہے جن کو ستر قراء تابعین سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

فن قرارت کی تدوین سب سے پہلے تیسری صدی کے اوائل میں ابوعبید قاسم بن سلام کی تصنیف "القراءات" سے ہوئی، چوتھی صدی کے اواخر میں ابوعلی حسن بن احمد فارسی اور عبیداللہ بن محمدؒ اسدی نے اس فن میں الحجۃ فی القراءات والمفصح فی القراءۃ تصنیف کیں، پانچویں صدی کے تقریباً وسط میں ابومحمد مکی بن ابی طالب کی التبصرہ والکشف مبسوط تصانیف، اور اسی پانچویں صدی کے وسط میں ابوعمر بن عثمان بن سعید الدانی کی جامع البیان، کتاب التیسیر فی القراءات السبع اور المحتوی فی القراءات الشواذ، اور ابوطاہر بن اسمٰعیل بن خلف کی عنوان فی القراءۃ اور الاکتفاء فی القراءۃ

قابل ذکر تصنیفات ہیں لیکن اواسط قرنِ سادس میں امام القراءۃ قاسم بن فیرہ الشاطبی الاندلسی نے اس فن میں قصیدہ شاطبیہ فی السبع المسمی معرکتہ الاراء اور شہرہ آفاق کتاب منظوم تصنیف کی کہ اس سے پہلے کے تمام تصنیفات اس کی شہرت کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ اس کی شہرت و اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ساتویں اور آٹھویں صدی کے اجلہ علماء قراءۃ مثلاً سخاوی و جعبری وغیرہ نے بجائے فن قراءۃ میں دیگر تصانیف کا اضافہ کرنے کے صرف اسی کی شرح کو کافی سمجھا۔ البتہ نویں صدی میں محمدؒ بن محمدؒ الجزری نے اس فن میں النشر فی القراءت العشر اور تحبیر التفسیر فی القراءات العشر اور الغایتہ فی الزیادۃ علی العشرۃ وغیرہ جیسی مفید و النفع کتابیں مستقل طور پر تصنیف کیں جن میں سے بعض آج بھی شائع و ذائع ہیں۔

فن قراءۃ کے سلسلہ میں تجوید قرآن اور رسوم القرآن اور علم معرفۃ الوقف والابتداء پر بھی جب تک روشنی نہ ڈالی جائے فن قراءۃ کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ علوم بھی باہم دیگر ایک خاص ربط و تعلق رکھتے ہیں۔

حضرات! جیساکہ ابھی گذر چکا ہے۔ جب تک عربی زبان عربوں کی حد تک محدود تھی عرب العرباء اپنی زبان کو باتمام وکمال جانتے تھے لیکن برکات اسلام کا بحرِ بیکراں جب ساحل عجم سے ٹکرانے لگا تو اس وقت بالخصوص اہل عجم کو درس قرآن کے ساتھ عربی زبان کی نظم و خوبی اور اس کے حروف کی ہیئت صوتی کے سمجھانے اور سکھانے کی ضرورت پڑی تو فن صرف ونحو کے علاوہ خاص طور پر قرآن مجید کی صحت قراءۃ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا اور اس کے لئے ایک علیحدہ فن تجوید القرآن کے نام سے وضع کیا گیا کہ اس کے حروف و کلمات کی ارتباطی صوت متاثر ہونے لگے بھی تو قراءۃ قرآن مجید علی سبیل الاداء بجنسہٖ اپنی نزولی کیفیت میں دستبردِ زمانہ سے محفوظ رہے۔ اگرچہ قرونِ اخیرہ میں بمقابلہ قراءت تجوید کی اہمیت و ضرورت زیادہ بڑھ گئی لیکن پھر بھی بادنیٰ تفاوت ان دونوں علوم کا سلسلہ تعلیم و تعلم سلفاً عن خلف ہر زمانہ میں کسی نہ کسی حیثیت سے چلا آرہا ہے۔ ممالک عربیہ و دیگر بلاد اسلامیہ کے قطع نظر اس کے آثار عروس البلاد حیدرآباد دکن جیسے دُور و دراز گوشہ میں بھی نمایاں ہوتے رہے ہیں۔

اس فن کی باقاعدہ تدوین کا پتہ تیسری صدی ہجری میں ملتا ہے۔ موسیٰ بن عبید اللہ خاقانی بغدادی کو سب سے پہلے مصنف ہونے کا فخر حاصل ہے، پانچویں صدی میں ہم کو مکی بن ابی طالب قیسی کی ایک تصنیف رعایتہ لتجوید القراءۃ کا پتہ چلتا ہے جو اس وقت نایاب ہے، ساتویں صدی میں برہان الدین جعفری عقود الجمان فی تجوید القرآن بھی اس فن میں ایک کتاب تصنیف ہوئی ہے، لیکن نویں صدی میں شاطبیہ کی طرح اس فن کی مایۂ ناز اور مقبول ترین تصنیف حضرت محمدؒ بن محمدؒ جزری کی کتاب مقدمہ جزریہ منظومہ ہے، جس نے اپنے بعد کے علماء کو اُن کے اپنے مستقل تصانیف سے مستغنی کردیا ہے۔ چنانچہ دسویں صدی ہجری کے کثیر التعداد علماء نے اس کے ہوتے ہوئے کسی مزید تصنیف کو ضروری نہیں سمجھا البتہ اس کے فہم نکات و توضیح معانی کے لئے اپنے طور پر اس کی شرحیں لکھدیں جو آج بھی موجود ہیں، اس باب میں شرح ذکریا انصاری منح الفکریہ لملاعلی قاری آج کل کے متداول شروح ہیں۔

قرآن مجید کے اثنا ئے تلاوت وقراءۃ میں سانس کے ٹوٹنے سے قاری کو ذرا دم لیکر پھر آگے بڑھنا پڑتا ہے ایسی حالت میں سلسلہ عبارت کا اتصال بے موقع بھی ٹوٹ جایا کرتا ہے اس سے بسا اوقات عبارت کا سمجھنا ہی مشکل نہیں ہوتا بلکہ قرآن مجید کے بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ اگر ان پر اس طرح اضطراراً وقف کر کے بغیر کلمہ اولیٰ سے ابتدار کئے کے آگے بڑھیں تو فساد معنی حد کفر تک پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے پس ضرورت تھی کہ وقف وابتدار کا شروع ہی سے اہتمام رہتے اور یہ منضبط رہے کہ کہاں مطلق وقف ہو سکتا ہے اور کہاں سانس توڑ کر رک جانے کے بعد تلاوت کی ابتدا مکرر اس کے ماقبل سے کرنا چاہیئے اس خصوص میں آئین تنزیل کا اہتمام بارگاہ نبوت ہی سے نظر آتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے ارشادات اس بارہ میں ثابت ہیں۔ ترتیل کی تفسیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم قرآن شریف کے احکام حلال وحرام وغیرہ کی جس طرح آنحضرت صلعم سے تعلیم پاتے تھے اسی طرح ہم نے ماینبغی ان یوقف کی بھی تعلیم ان ہی عربی سے پائی۔ پس علمار تجوید وقرارت نے اس غرض کے لئے علم الوقف والابتداء وضع کیا، قرآن مجید میں جگہ جگہ علامات وقف کے نشانات لگائے کہ غایۃ اہمیت کے نظر کرتے تجوید کا یہ جزء لاینفک اس طرح متن قرآن میں رسماً محفوظ ہو جائے اور تالی قرآن بوقت قرأت خطانہ کرے اور پھر اس میں مخصوص تصنیفات کا اضافہ کیا گیا۔

تیسری صدی ہجری کا آغاز تھا کہ علم الوقف والابتداء پر کتابیں تصنیف ہونا شروع ہوئیں، کتاب الوقف والابتداء کے مستقل عنوان سے مشاہیر ائمہ نحو وادب نے کتابیں لکھیں جن میں طبقہ قدماء سے یحییٰ بن زیاد فرار نحوی، ابوالعباس احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی، مکی بن ابی طالب، ابو اسحاق ابراہیم بن محمد زجاج نحوی ابوبکر محمد بن قاسم بن انباری، ابوجعفر نحاس بغدادی نحوی، اور ابوسعید حسن بن عبداللہ سیرافی نحوی قابل ذکر مصنفین گذرے ہیں حضرۃ امام فن ابوعمرو دانی رح نے "المکتفی فی الوقف والابتداء" ایک بہترین کتاب تصنیف کی ہے جو اپنے زمانہ کی خود اپنی نظیر اور مصنفین مابعد کے حق میں مرکز اصل ہے۔ متاخرین میں احمد بن عبدالکریم الاشمونی محسن عمانی ہیں۔ لیکن ابوجعفر بن طیفور سجاوندی[1] کی خدمت اس باب میں مقبول عام رہی اور یہ وہی بزرگ ہیں جن کے اوقاف موجودہ مصاحف مطبوعہ میں مرسوم ہیں۔

فن تجوید وعلم قرارت کے ارتقائی منازل میں قرآن مجید کے اصول کتابت وطریقہ تحریر کو بڑا دخل رہا ہے جس طرح قرآن کو پڑھنے پڑھانے کے لئے اور تلفظ وحسن ترتیل کی ضرورت لاحق ہوئی تو اس کے اصول وقواعد مدون کرنے پڑتے تھے تو اس سے بدرجہ اتم واولیٰ یہ سوال درپیش تھا کہ قرن اول میں کاتبان وحی نے جس رسم خط میں قرآن مجید کی امانت اپنے بعد آنیوالے مسلمانوں کے سپرد کی تھی اس کو اور زیادہ مستحکم ومحفوظ کرنے کے لئے کہ قرآن کی ہر حیثیت سے حفاظت کا سامان مکمل ہو جائے۔

---

[1] غزنی علاقہ افغانستان کے ایک قصبہ کا نام سجاوند ہے اور یہ مقام ہمیشہ علم وفضل کا مرکز رہا ہے۔ (مدیر)

رسم القرآن کے نام سے ایک علیحدہ فن مدون کیا گیا۔

غالباً اس فن میں سب سے پہلے لکھنے والے دوسری صدی میں ابن عامر یحصبی قاری شام حمزہ بن حبیب الزیات کوفی اور علی کسائی ہیں جنھوں نے مقطوع القرآن و موصولہ کو جمع کیا اور سب سے پہلے جنھوں نے قرآن میں نقطے لگائے یحییٰ بن یعمر بصری ہیں بعض کہتے ہیں ابو الاسود الدائلی مکی ہیں پھر نقط القرآن و شکلہ کے عنوان پر سب سے پہلے خلیل بن احمد واضع علم عروض نے اس فن میں لکھا لیکن اس مقدس علم کے قطب رحیٰ دو شخص ہیں، عاصم جحدری اور غازی، ان میں سے اول الذکر کی جلالت شان کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یہ بزرگ امام عاصم کے ہمعصر ہیں، اور حضرت ابن عباسؓ کے شاگرد، سلیمان بن قتہ، حسن بصری اور یحییٰ بن یعمر جیسے کبار تابعین سے علم اخذ کیا ہے ان کا پورا نام عاصم بن ابی الصباح العجاج ابوالمجشر الجحدری البصری ہے ثانی الذکر یعنی غازی - یہ وہ شخص ہیں جنھوں نے صرف رسم خط کے اعتبار سے امالہ نافع مدنی کو (۱۲) مرتبہ قرآن شریف سنایا اور انہیں سے صاحب تیسیر دانی اپنی رسم کی کتابوں میں اکثر روایت کرتے ہیں اور ان کا واضح نام غازی بن قیس ابو محمد الاندلسی المتوفی ۱۹۹ھ ہے اس طرح زمانہ نزول وحی و اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہ بہ سلسلہ چوتھی صدی تک قرآن مجید کے رسم کتابت و ضروریات تسہیل تلاوت کے خدمات انجام پاتے رہے۔

پانچویں صدی میں ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی نے الاقتصاد فی رسم المصحف اور المقنع فی رسم المصحف لکھکر اس فن میں بیش بہا اضافہ کیا ان کی موخر الذکر تصنیف کو جس میں بلاد اسلامیہ کے مصاحف کے مختلف و متفق خطوط کا ذکر ہے اور قرآن میں زیر و زبر اور نقطہ لگانے کا بیان ہے علماء نے بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا۔ چھٹی صدی ہجری میں ابو محمدؒ قاسم بن فیرہ بن ابی القاسم خلف بن احمد الرعینی الشاطبی الاندلسی نے اس کو نظم کیا پھر ساتویں صدی سے لیکر دسویں صدی تک کے علماء نے اس منظوم تصنیف کی شرحیں لکھیں دسویں صدی میں البتہ مولانا خطیب الروم اور ابو العباس مراکشی نے مختصر رسائل لکھے۔ تیرہویں صدی ہجری میں ہندوستان کے مولانا بحر العلوم نے رسم مصحف کے نام سے ایک فارسی رسالہ لکھا ہے۔

حضرات! فن قراءۃ و تجوید سے متعلق جہاں تک میری نظر تحقیق نے کام دیا اس کا ایک مجمل بیان مجموعی حیثیت سے کر چکا ہوں لیکن ابھی مجھے بطور تتمہ کے علل القراءات پر کچھ کہنا باقی ہے۔

زباں زنکتہ فرو ماند و از من باقی است　　　بضاعت سخن آخر شد و سخن باقی است

علم القراۃ میں روایتہً و سماعاً جن الفاظ کے اوصاف مختلفہ و احوال سماعیہ کا بیان ہوتا ہے ان کے متعلق اصولی و قیاسی بحث کرنا کہ متواترہ وجوہ قراۃ کس طرح زبان عربی کے اصول صرف و نحو و لغت و قواعد و محاورات عرب کے مطابق ہیں اس کو اصطلاح میں علل القراۃ کہتے ہیں اس فن کا واضع و مدون بالخصوص علماء ادب و نحو کا طبقہ رہا ہے جن میں قابل ذکر ابو العباس نحوی

اور سلیمان بن عبد اللہ نحوی کے علاوہ مکی بن ابی طالب صاحب رعایۃ ہیں جنھوں نے بیس[2] جز کی ایک مبسوط کتاب "الکشف" تصنیف کی۔

حضرات! یہ ہمارے اسلام کرام کے اندوختہ علم، وتحقیق وتفحص وتدوین وتصنیف کی ایک مختصر سی سرگذشت تھی جو آپنے ابھی سنی جس سے ان کا مدعا صرف یہ ہی تھا کہ اس منبع خیر وبرکات سے ان کے بعد آنے والے بلاکسی زحمت براہ راست مستفیض ہوں۔
اب میں اپنے موضوع کے دوسرے حصہ قرات کی ضرورت پر مختصراً کچھ عرض کروں گا۔

یہ ایک کھلی اور آشکارا بات ہے کہ قرآن مجید کی نوعیت وحقیقت ہر طرح دوسری کتابوں سے بالکل جدا ہے اس کے اصول کتابت وآئین قرات خاص ہیں بغیر اس کے رسم کی شناخت ووقوف کے ایک اجنبی کیلئے اس طریق واداسے پڑھنا ناممکن ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے ثابت ہے اور پھر چونکہ قرآن مجید عربی زبان میں ہے اور عربی زبان کے ایک ایک حرف کا مخرج اور اس کے صفات متعین ومقرر ہیں کہ صحت مخرج ورعایۃ صفات کے بغیر حرف ادائی عام میں ناقص رہ جاتا ہے۔ جس سے الفاظ میں سقم پیدا ہوکر معانی میں فساد لازم آنے کا اندیشہ ہوتا ہے اسلئے قرآن مجید کو پڑھنے کے لئے قرات وتجوید کا جاننا ازبس ضروری ہے بغیر اس کے قرآن مجید کی تلاوت کا مقصود فوت ہوتا ہے ان ہی امور کا لحاظ کرکے جمہور علماء نے تجوید کو عوام وخواص سب کے لئے واجب اور ضروری کردیا ہے تاکہ لوگ قرآن مجید کے پڑھنے میں اہتمام کریں اور اللہ تبارک وتعالی کے ارشاد ورتل القرآن ترتیلا کی کماحقہ بجا آوری ہوسکے۔ ذیل میں طبقات قراء کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے جس سے واضح ہوگا کہ فن کی وسعت اور اس کی ترقی میں ان نفوس کا کس قدر حصہ رہا ہے۔

نمبر سلسلہ	اسماء	سن وفات	اسماء تصنیف
۱	سیدنا عبداللہ ابن عامر یحصبی قاری شام	۱۱۸ھ	مقطوع القرآن وموصولہ
۲	سیدنا عبداللہ بن کثیر تابعی	۱۲۰ھ	
۳	سیدنا عاصم بن بہدلہ قاری کوفہ	۱۲۸ھ	
۴	یزید بن القعقاع قاری المدینہ شیخ نافع	۱۲۹ھ	
۵	یزید بن رُمان شیخ نافع		
۶	ابان ابن تغلب القاری	۱۴۳ھ	
۷	شبل ابن عباد القاری	۱۴۸ھ	

۸	ابو عمر المازنی و بصری (تبع تابعی)	سنہ ۱۵۴ھ	
۹	حمزہ بن زیات کوفی	سنہ ۱۵۶، ۱۵۸ھ	مقطوع القرآن و موصولہ کے عنوان پر کتاب لکھی ہے۔
۱۰	معروف بن مشکان القاری	سنہ ۱۶۵ھ	
۱۱	امام نافع (تبع تابعی)	سنہ ۱۶۶، ۱۶۹ھ	
۱۲	امام حفص	سنہ ۱۸۰ھ	
۱۳	علی کسائی	سنہ ۱۸۹ھ	
۱۴	ابوبکر شعبہؒ	سنہ ۱۹۳ھ	
۱۵	یحییٰ ابن زیاد فرا	سنہ ۲۰۷ھ	کتاب الوقف والابتداء
۱۶	قاسم بن سلام	سنہ ۲۲۵ھ	القراءت
۱۷	موسیٰ بن عبداللہ	سنہ ۲۲۵ھ	
۱۸	ثعلب۔ احمد بن یحییٰ	سنہ ۲۹۱ھ	کتاب القراءت۔ اعراب القرآن
۱۹	ابراہیم زجاج (۱)	سنہ ۳۱۰ھ	کتاب الوقف والابتداء
۲۰	محمد بن قاسم ابن انباری	سنہ ۳۲۷ھ	"
۲۱	ابو جعفر نحاس (۲)	سنہ ۳۳۸ھ	کتاب الوقف والابتداء
۲۲	ابو سعید حسن بن عبداللہ سیرانی	سنہ ۳۶۸ھ	
۲۳	ابو علی حسن بن احمد الفارسی (۳)	سنہ ۳۷۷ھ	الحجۃ فی القراءت
۲۴	عبید اللہ بن محمد اسدی	سنہ ۳۸۷ھ	المفصح فی القراءت
۲۵	مکی ابن ابی طالب (۴)	سنہ ۴۳۷ھ	تبصرۃ الکشف مشکل اعراب القرآن (۵)۔ د ذکر علله و صیغه اس کے علاوہ تجوید و وقف و ابتداء میں بھی بعض کتابیں لکھی ہیں۔

(۱) ان کا پورا نام ابی اسحاق ابراہیم بن محمد بن السری المعروف بالزجاج المتوفی ۳۱۱ھ ہے معانی القرآن بھی ان ہی کی تصنیف ہے کتبخانہ خدیویہ مصر میں اس کے دوسرے حصہ کا نسخہ موجود ہے تذکرۃ النوادر ص ۱۶ (۲) معانی القرآن بھی ان کی ایک تصنیف کا نام ہے جس کا نسخہ کتبخانہ خدیویہ مصر میں موجود ہے، تذکرۃ النوادر ص ۱۷ مدیر (۳) ان کی ایک تصنیف الاغفال فیما اغفلہ الزجاج من المعانی بھی ہے اور یہ کتاب اعراب القرآن الزجاج کے مسائل کی تفسیر ہے تذکرہ ص ۱۹ (۴) ان کا تفصیلی نام ابی محمد مکی بن ابی طالب حموشی الاندلسی ہے تذکرہ ص (۵) اس کتاب کے نسخے کتبخانہ آصفیہ، کتبخانہ جامع مسجد بمبئی و کتبخانہ خدیویہ مصر و کتبخانہ شیخ الاسلام مدینہ منورہ میں موجود ہیں تذکرہ ص از مدیر

۲۶	ابوعمر عثمان بن سعید الدانی	سنہ ۴۴۴	تیسر فی السبعہ۔ جامع البیان فی السبعہ۔ المحتوی فی الشواذ۔ الاقتصا
۲۷	اسمٰعیل بن خلف	سنہ ۴۵۵	المقنع عنوان۔ الاکتفاء
۲۸	ابوالقاسم یوسف الهذلی	سنہ ۴۶۵	کتاب الکامل فی القرارت
۲۹	احمد بن علی	سنہ ۴۹۶	المستنیر فی القرارت
۳۰	حسن بن خلف القیروانی	سنہ ۵۱۴	تلخیص العبارات فی القرارت
۳۱	عبدالرحمن بن ابی بکر	سنہ ۵۱۶	کتاب التجوید فی القرارت
۳۲	قاسم بن فیرہ شاطبی	سنہ ۵۹۰	لامیہ شاطبیہ۔ جزریہ۔ رائیہ عقلیہ۔ اعجاز القرآن
۳۳	علم الدین علی بن محمد امام سخاوی	سنہ ۶۴۳	فتح الوصید فی ذکر العقید۔ شرح لامیہ۔ الوسیلہ الی کشف الفصیلہ شرح را
۳۴	برہان الدین جعفری	سنہ ۶۴۳	عقود الجمان فی تجوید القرآن
۳۵	برہان الدین ابواسحاق ابراہیم بن عمر	سنہ ۷۲۳	شرح شاطبیہ۔ شرح رائیہ۔ جمیلہ ارباب المراصد
۳۶	علی نوری	۰	غیث النفع فی قرارت السبعہ
۳۷	المرادومی	سنہ ۷۲۸	تلخیص الفوائد
۳۸	کازرونی	۰	〃
۳۹	ابن قفال محمد بن قفال شاطبی		〃
۴۰	ابوالبقا علی ابن القاصح تلمیذ سخاوی	سنہ ۸۰۱	سراج القاری۔ شرح شاطبیہ۔ تلخیص الفوائد۔
۴۱	امام جزری		غایۃ المہارہ فی الزیادۃ العشرہ۔ طبقات القراء۔ منجد المقرئین۔ مقدمۃ الجزریہ۔ طبقات منجد۔
۴۲	زین الدین ازہری	سنہ ۸۷۰	شرح مقدمہ جزریہ
۴۳	خالد بن عبداللہ الازہری	سنہ ۹۵۰	شرح مقدمہ
۴۴	قسطلانی	سنہ ۹۲۳	
۴۵	شمس الدین بلجی	سنہ ۹۴۷	
۴۶	ذکریا انصاری	سنہ ۹۲۶	
۴۷	طاش کبری زادہ	سنہ ۹۶۸	
۴۸	ابن الحنبلی	سنہ ۹۷۱	

٤٩	خطیب الروم	٩٥٩ھ	رسوخ اللسان فی حروف القرآن
٥٠	ابو العباس مراکشی		عنوان الدلیل فی مرسوم الخط التنزیل
٥١	نورالدین علی ابن سلطان ہروی	١٠١٤ھ	السلسلۃ العلیا علی ابیات الشاطبیہ
٥٢	بحر العلوم	١٢٢٦ھ	رسم المصحف
٥٣	شیخ محمد متولی	١٢٩٠ھ	الوجوہ المسفرہ

نوٹ :- برادر مکرم جناب "قاری" صاحب نے جن قراء کے اسماء کی فہرست مرتب فرمائی وہ قابل تعریف ہے لیکن دکن میں بھی جب سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی، علماء فضلاء اور اولیائے کرام نے اس فن کی خدمت جس انہماک سے انجام دی وہ قابل ذکر ہے۔ ذیل میں ان خدمات کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے۔

١۔ حضرت احمد بخاریؒ مرتضیٰ آبادی ٨٢٠ھ

٢۔ حضرت شیخ اسمٰعیل ابن حضرت ملتانی بادشاہ صاحبؒ تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی ٩٨٥ھ

٣۔ سید احمد شیرازیؒ ٩٤٤ھ

٤۔ حضرت شیخ حمید قادریؒ ١٠١١ھ

٥۔ حضرت شاہ سلیم رحؒ ١٠٧١ھ، ٦۔ حضرت خواجہ وفاؒ ١١٥٠ھ، ٧۔ مولٰنا ظہیر الدین بالاپوریؒ ١١٤٢ھ، ٨۔ مولٰنا حضرت شجاع الدین صاحب قبلہؒ ١٢٦٥ھ۔ ٩۔ حضرت سید عمر صاحبؒ والد مولٰنا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن ١٣٣٢ھ۔

مندرجۂ بالا فہرست اسماء سے یہ امر واضح ہوگیا کہ ہر زمانہ میں علمائے اسلام نے کلام مجید کی خدمت انجام دی ہے تاکہ عامۃ المسلمین صحیح تلفظ سے قرآن عظیم کو ادا کرسکیں، عہد حاضرہ میں بھی جو ترقی [illegible] جلالت مآب حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ [illegible] کا نتیجہ ہے جو جامعہ نظامیہ کی شکل میں قرآن اور حدیث کی خدمت [illegible] علاوہ حمایت القراء، مؤید القراء، معین القراء، عظمت القراء، جیسے ادارے حضرت [illegible] و دینیات سرکار عالی کی سرپرستی میں قایم اور اپنے مقاصد میں مصروف عمل ہیں جہاں سے ہر سال ایک کثیر طبقہ مستفیض ہو کر کلیہ نظامیہ سے اسناد حاصل کرتا اور ملک میں پھیل جاتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ خدا اس سلطنت اسلامیہ کو [illegible] کی نظروں سے محفوظ رکھے اور اس کو دن دونی ترقی عطا فرمائے۔ "مدیر"

۴۹	خطیب الدہم	سنہ ۹۵۹ھ	رسوخ اللسان فی حروف القرآن
۵۰	ابو العباس مراکشی		عنوان الدلیل فی مرسوم الخط التنزیل
۵۱	نور الدین علی ابن سلطان ہروی	سنہ ۱۰۱۴ھ	السنیۃ العلیا علی ابیات الشاطبیہ
۵۲	بحر العلوم	سنہ ۱۲۲۶ھ	رسم المصحف
۵۳	شیخ محمد متولی	سنہ ۱۲۹۰ھ	الوجوہ المسفرہ

نوٹ:۔ برادر مکرم جناب "قاری صاحب" نے جن قراء کے اسماء کی فہرست مرتب فرمائی وہ قابل تعریف ہے لیکن دکن میں بھی جب سے مسلمانوں کی آمد شروع ہوئی، علماء فضلا اور اولیائے کرام نے اس فن کی خدمت جس انہماک سے انجام دی وہ قابل ذکر ہے۔ ذیل میں ان خدمات کی ایک مختصر فہرست دیجاتی ہے۔

۱۔ حضرت احمد بخاریؒ مرتضیٰ آبادی سنہ ۸۲۰ھ

۲۔ حضرت شیخ اسمعیل ابن حضرت ملتانی بادشاہ صاحبؒ تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی سنہ ۹۸۵ھ

۳۔ سید احمد شیرازیؒ سنہ ۹۴۴ھ

۴۔ حضرت شیخ حمید قادریؒ سنہ ۱۰۱۰ھ

۵۔ حضرت شاہ سلیمؒ سنہ ۱۱۷۱ھ، ۶۔ حضرت خواجہ وفاؒ سنہ ۱۱۸۱ھ، ۷۔ مولانا ظہیر الدین بالاپوریؒ سنہ ۱۲۱۴ھ، ۸۔ مولانا حضرت شجاع الدین صاحب قبلہؒ سنہ ۱۲۶۵ھ۔ ۹۔ حضرت سید عمر صاحبؒ والد مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن سنہ ۱۳۳۴ھ۔

مندرجۂ بالا فہرست اسماء سے یہ امر واضح ہو گیا کہ ہر زمانہ میں علمائے اسلام نے کلام مجید کی خدمت انجام دی ہے تاکہ عامۃ المسلمین صحیح تلفظ سے قرآن عظیم کو ادا کر سکیں، عہد حاضرہ میں بھی جو ترقی [illegible] جلالت مآب حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ [illegible] کا نتیجہ ہے جو جامعہ نظامیہ کی شکل میں قرآن اور حدیث کی خدمت انجام [illegible] جامعہ نظامیہ کے علاوہ حمایت القراء، مؤید القراء، معین القراء، عظمت القراء، جیسے ادارے حضرت مولوی [illegible] ناظم امور مذہبی و دینیات سرکار عالی کی سرپرستی میں قایم اور اپنے مقاصد میں مصروف عمل ہیں جہاں سے ہر سال ایک کثیر طبقہ مستفیض ہو کر کلیہ نظامیہ سے اسناد حاصل کرتا اور ملک میں پھیل جاتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ خدا اس سلطنت اسلامیہ کو عدو کی نظروں سے محفوظ رکھے اور اس کو دن دونی ترقی عطا فرمائے۔ "مدیر"

آزادیٔ نسوان اور مسئلہ حجاب و حُدود و ستر و نظر!

مولوی محمدؐ علی صاحب کامل (نظامیہ) استاذ حدیث و تفسیر جامعہ عثمانیہ

علمی دنیا نے حالات حاضرہ اور نئے نئے نظریوں کی بنیاد پر جو مباحث پیدا کئے ہیں انھیں میں کا ایک معرکتہ الارا مسئلہ "آزادی نسواں" بھی ہے اور اسی موضوع کے درخشاں پہلو مسئلہ حجاب اور حدود و ستر و نظر ہیں۔

موجودہ صدائے آزادی درحقیقت یورپ ہی کی بازگشت ہے جو مصر کی راہ سے ہندوستان آئی ہے، اور کچھ عرصہ سے یہ بحث ہمارے ملک میں بھی تعلیمی مسائل کے سلسلہ میں چھڑی ہوئی ہے۔

بلاشبہ کسی علمی مسئلہ پر شائستگی اور دیانتداری کے ساتھ غور و فکر کرنا اور اس سے نتائج کا استخراج ارباب علم و نظر کا کام ہے اور کسی موضوع پر نقد و تبصرہ انکشاف حقیقت کا مرادف ہے۔ بشرطیکہ عصبیت اور فریقانہ حیثیت سے پاک ہو۔

پردہ اور حدود حجاب پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور ان جیسے امہات مسائل پر ابھی اور اضافوں اور تشریحات اور توضیحات کی ضرورت ہے تاکہ موضوع بحث کا کوئی گوشہ بھی دیدۂ بینا سے اوجھل نہ رہ جائے اور اس قسم کے علمی بحثوں سے ہمارے معلومات میں وسعت پیدا ہو۔ آج کی صحبت میں میرے موضوع بحث کا عنوان "مسئلہ حجاب" اور "حدود ستر و نظر" ہے، میں باوجود اپنی قلت معلومات اس امر کے واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ شرعی پردہ کے حدود کیا ہیں اور کن کن حالات میں اسلام نے کیا کیا تفصیلات قایم کی ہیں چونکہ ستر و نظر کے مسائل اس سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں اسلئے ان سے بحث کرنا بھی میرے لئے ضروری ہوگا۔

اب میں نہایت دیانتداری کے ساتھ ان مسائل پر کلام کرنے سے قبل اس امر کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں کہ اسلامی گروہوں کے بعض آزاد خیال نوجوان ایسے ہیں جو حد سے کچھ آگے نکلے جارہے ہیں اور اسلامی تخریب ہی میں قومی ترقی کا راز مضمر سمجھتے ہیں اور جن نقاط کو انھوں نے اپنے ارتقاء کا سبب گردانا ہے درحقیقت یہ تخیل صحیح تصور پر مبنی نہیں ہے مقصد سے پہلے جو تمہیدی حصہ ہے وہ ایسے ہی حضرات کی تقریب فہم کیلئے ہے تاکہ جس طرح ایک جمود پسند انسان کو اس پر غور و فکر کا موقع ملے اسی طرح انتہاپسندوں کی رہبری کا بھی یہ سبب ہوسکے۔ اس کے علاوہ خود اس تمہید کا استحضار اصل مسائل کے سمجھنے میں بھی اہل نظر کیلئے معین و معاون ہوگا۔

آزادی اسلام جو نفوس انسانیہ کی انتہائی تمنا ہے یقیناً اس نے مرد اور عورت کو آزادی کی دعوت دی ہے اور جس غلامانہ زندگی میں وہ پھنسے ہوئے تھے اور جن نامعقول اوہام اور اباطیل کا وہ شکار ہو رہے تھے اور جن خیالات فاسدہ میں وہ جکڑے ہوئے تھے، اسلام صرف اسلام ہی نے ان کو ان بندشوں سے چھڑایا اور ان کو ایسی صف میں لا کھڑا کیا کہ وہاں نہ بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز۔ اور اس نے ایسی آزادی عطا کی جس سے انسان کی عظمت اور اس کی شرافت میں چار چاند لگ گئے۔

اسلام یقیناً آزادی کا معلّم ہے لیکن نہ ایسی آزادی کہ جس سے انسان کا ذاتی شرف پائمال ہو جائے اور اس کی عزت نفس کو ٹھیس لگے اور وہ خود مرتبہ انسانیت سے گر جائے اسلام ہم کو نفس کی آزادی کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی آزادی سکھاتا ہے۔ عقل کی آزادی کا درس دیتا ہے۔ باوجود اس کے وہ قطعاً ایسی آزادی کا حامی نہیں کہ جس کا مضر اثر اخلاق انسانی پر پڑے اور جس سے منکر اور فحشا، کا دروازہ کھلے، آج کل بال اور کلب تھیٹروں اور سینماؤں اور غیر مہذب سوسائٹیوں میں جس آزادی کے مناظر دکھائی دیتے ہیں وہ نوع انسانی کے دامن پر بدنما داغ ہیں، کوئی خود دار اور غیور قوم ایسی آزادی کی ہلکی سی جھلک بھی ایک لمحہ کے لئے دیکھنا گوارا نہ کرے گی، یہ آزادی درحقیقت بہیمیت کا مظاہرہ ہے جو حیوانوں کو ہی مبارک ہو ہم کو نہ تو اس پر حسد ہے نہ غبطہ۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ سینماؤں اور تھیٹروں میں ماں اور بیٹا، باپ اور بیٹی ساتھ ساتھ حیا سوز شرمناک حرکات کا نظارہ کرتے ہیں، کیا یہ غلط ہے کہ برہنہ تصویروں اور عشق کے کرشموں سے ساتھ ساتھ لطف اندوز ہوتے ہیں، کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ تعلیمی آزادی کی آڑ میں رقص و سرود، فنون لطیفہ کے نام سے سکھایا جاتا ہے، کیا اس پر کسی برہان کی حاجت ہے کہ اس قسم کی آزادی سے مسلمانوں کے نظام معاشرت پر کس قدر بُرا اثر مرتب ہو رہا ہے اور اس سے کیا کیا نتائج بد پیدا ہو رہے ہیں۔ اور اس قسم کے اختلاط اور میل جول سے غیر قوموں کے ہم میں کیا کیا اثرات رونما ہو رہے ہیں اور کس طرح غیر محسوس طریقہ پر مسلمان غیر قوموں میں جذب ہوتے جا رہے ہیں، اگر ایسی ہی آزادی مطلوب ہے اور یہی رفتار رہی کہ جس کی طرف قدم سرعت کے ساتھ اٹھتے جا رہے ہیں تو یقیناً وہ زمانہ کچھ دُور نہیں کہ مسلمانوں کی ساری امتیازی خصوصیتیں مٹ جائینگی، قومیت فنا ہو جائے گی نہ تو ان کی وہ مایۂ ناز تہذیب ہی باقی رہے گی اور نہ ان کے وہ اعلیٰ اخلاق۔

عورت کے فرائض اس میں شک نہیں کہ مرد اور عورت بلحاظ جنسیت بہت سے امور میں مشترک ہیں جس طرح قدرت نے مرد میں اکتساب فضائل کی استعداد اور صلاحیت رکھی ہے اسی طرح عورت بھی اس شرف سے محروم نہیں ہے اس نے بھی مردوں کی طرح علوم اور فنون حاصل کئے انتظام سیاست میں ان کے دوش بدوش رہی، علم تشریح اور علم فعلیات کی تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ مرد اور عورت کا توازن دماغی قوتوں میں قریب قریب یکساں ہے۔

باوجود اس کے انھیں بلحاظ اپنی نوعیت اور فطری خصائل اور عادات اور طبعی وظائف میں بہت کچھ فرق ہے فطرتاً عورت کے جو فرائض ہونے چاہیئں وہ مرد کے نہیں ہو سکتے۔ زندگی کے ہر دو شعبہ داخلی اور خارجی میں قدرت نے تقسیم عمل رکھی ہے عورت کی خلقت اور اس کی وضع اور ساخت بتلاتی ہے کہ اس کے اقتضاآت وہ نہیں ہیں جو مرد کے ہو سکتے ہیں۔

قدرت نے عورت کو جس غرض اصلی کیلئے پیدا کیا وہ نوع انسانی کی تکثیر اور حفاظت اور بچوں کی نگہداشت اور ان کی تربیت ہے تاکہ اس کے بعد وہ بچہ کو باپ کے حوالے کر دے، یہی وجہ ہے کہ قدرت نے حمل ولادت رضاعت اور دیگر عوارض مخصوصہ اس کے ساتھ لگا دئے ہیں۔ یہ اس کے ایسے طبعی وظائف ہیں کہ عورت کو ان ایام میں بڑے بڑے خطرناک حملوں سے

کرنا پڑتا ہے جو عورتیں اپنے طبعی فرائض میں کوتاہی اور غفلت کرتی ہیں اس کے برے نتائج اولاد اور خود اس کی زندگی اور صحت پر پڑتے ہیں، اطباء اور ڈاکٹر اس نظریہ میں متفق اللسان ہیں۔ یہ عوارض طبعیہ اس کی عمر کے ایک ایسے حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں جو زمانہ اس کی جد و جہد اور عملی زندگی کا ہوتا ہے۔ اگر عورت کو ایسی آزادی دیدی جائے کہ وہ ایسے علوم و فنون کے اکتساب میں لگ جائے جو اس کو اس کے ذاتی اور طبعی فرائض سے محروم رکھے تو یقیناً یہ اقدام قانون قدرت اور نظام تمدن کے خلاف ہوگا۔ اور نظام تمدن کے انقلاب اور اس کی تخریب کی ذمہ داری زیادہ تر اسی صنف نازک پر عائد ہوگی، دنیا کے اعلیٰ منازل کو چھونے اور اس راہ ارتقاء میں جو اس کے طبعی عوارض مزاحم ہوں ان سے بچنے کیلئے ضبط تولید یا کسی اور طریقہ کار کو عمل میں لانا یقیناً قانون فطرت سے معارضہ کرنا اور صریح نصوص شریعت سے منحرف ہوجانا ہے۔ البتہ سن بلوغ تک اس کو ایسے علوم و فنون میں لگایا جاسکتا ہے جو اخلاقی حیثیت سے جرم نہ ہوں اور آئندہ اس کے فرائض ذاتیہ میں وہ اس کو مدد دے سکیں۔ ایسے علوم اور فنون کی تحصیل میں کس کو کلام ہوسکتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ جب اس کے طبعی وظائف اور فطری اقتضادات کا زمانہ آجائے تو اس کا اپنے ذاتی فرائض کو پائمال کرکے دوسرے شعبوں میں قدم رکھنا اصول فطرت اور قانون عقل کے مدنظر کس حد تک صحیح اور درست ہوسکتا ہے۔

اگر کسی عورت کو علوم اور فنون کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبہ حاصل بھی ہوگیا تو یہ حرکت اہل دانش کی نظر میں زیادہ وقیع نہ ہوگی جبکہ اس کو اس اشتغال نے اس کے ذاتی فرائض سے محروم رکھا ہو۔

البتہ وہ مسلمان عورت قابل فخر اور لائق صد آفریں ہے کہ جس نے شرعی حدود میں رہ کر جائز علوم اور فنون حاصل کئے اور اپنے فرائض ذاتیہ کی ادائیگی کے ساتھ تہذیب اور شائستگی کا نمونہ بنی تحفظ اسلام اور اسی کے ناموس کی خاطر اسی کے بتلائے ہوئے اصول پر سفر اور حضر میں جنگ اور امن میں حصہ لیتی رہی اور اسلامی تعلیمات کی راہ نمائی میں دنیا کو درس سلام دیتی رہی۔ ایسی آزادی اسلام کے مفہوم میں داخل اور وہ اس کا درس دیتی ہے۔

عورت کا مرتبہ اسلام کی نظر میں عورت فطرتاً مرد سے کمزور واقع ہوئی ہے۔ عموماً اس میں وہ جرات اور اولوالعزمی نہیں ہے جو مرد میں پائی جاتی ہے جب کہ دنیا کی زبردست طاقتوں نے عورتوں کے حقوق غصب کرلئے تھے اور اس صنف نازک پر مظالم ٹوٹ رہے تھے۔ شیاطین الانس کی نگاہ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہ تھی وہ عموماً بیچی اور خریدی جاتی تھی حتیٰ کہ بعض حیوانوں کو اوس کے بدلہ مول لیا جاتا تھا، امراء اور سلاطین ان سے گانے اور بجانے کا کام لیتے تھے۔ لڑکی کا پیدا ہونا ذلت کا مرادف سمجھا جاتا تھا۔ باپ لوگوں سے منہ چھپائے چھپائے پھرتا تھا۔ حتیٰ کہ بعض قسی القلب انسان یا تو اس کو زندہ دفن کراتے تھے یا اس کو پہاڑ سے نیچے گرادیتے تھے یا اوس کو ذبح کرڈالتے یا اوس کو غرق کرکے اوس کی جان لیتے تھے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کو میراث سے محروم کردیا گیا تھا اور ان کی عصمت و عفت اہل ثروت کا کھلونا تھی اسی طرح خدا کی یہ بے زبان مخلوق درندہ صفات

انسانوں کے پنجہ میں پھنسی ہوئی تھی، دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو بھی اس کے حال پر رحم نہ آیا، ایسے کٹھن وقت میں عورت کی جان و مال اور عزت اور آبرو کی کس نے پوری پوری حفاظت کی کیا تاریخ اسلام کے سوا کسی کا نام بتا سکتی ہے۔

قانون کی طاقت سب سے بڑی طاقت سمجھی جاتی ہے آؤ ذرا دیکھیں تو کہ اس میں کتنی جان ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ قانون عورت کی عصمت اور عفت کا محافظ ہے، عورت کو جس جس سوراخ سے تاکا جارہا ہے اور جس جس راہ سے اس پر حملے ہو رہے ہیں کیا قانون نے وہ سارے رخنے بند کر دئے کیا اس سے وہ ساری راہیں مسدود ہو گئیں جس جس جانب سے حملہ کا خطرہ ہے بلکہ بدمعاشوں اور جوہر انسانیت کے دشمنوں کے لئے اور بھی نئے موقعے دئے، ہوس رانی کی راہیں کھول دیں قانون صرف جبر و اکراہ اور تصرف حق غیر کو جرم قرار دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اور شکلیں قانون کی نظر میں زنا نہیں۔ جو افعال دنیا میں اخلاق انسانی کے بدترین نمونے سمجھے گئے ہیں اور ان میں زیادہ قبیح تر فعل زنا ہے جس کا اثر نہ صرف زانی اور زانیہ کی حد تک محدود رہتا ہے بلکہ ان سے گذر کر خاندانوں اور قبائل اور ملک پر پڑتا ہے۔

جرم زنا میں مرد اور عورت گو دونوں برابر کے حصہ دار ہیں لیکن یہ ایک واقعہ ہے کہ عورت کی نازیبا حرکت جس قدر قوم اور ملک اور خاندان کے لئے باعث ننگ و عار ہوتی ہے اتنی مرد کی نہیں ہوتی، خدانخواستہ کسی بدنصیب عورت سے ایسی ناشائستہ حرکت سرزد ہو جائے تو اس کا خاندانی نظام معاشرت درہم برہم ہو جائے۔ مرد سے ہزاروں بے حیائیوں کا صدور ہوتا ہے لیکن دنیا اس کی طرف بہت کم نظر اٹھاتی ہے۔

کیا ان حالات اور واقعات میں یہ ضروری نہ تھا کہ کوئی ایسا ہاتھ اٹھتا جو بیکسوں کی مدد کرتا اور حملہ آوروں کی طاقت کو کچل ڈالتا۔ ایسے وقت میں جو ہاتھ اٹھا وہ اسلام کا دست شفقت تھا جو آج ساڑھے تیرہ سو سال سے خدا کی اس کمزور مخلوق کی دستگیری اور حمایت کر رہا ہے اسلام جو سارے عالم کے لئے رحمت بنکر آیا ہے اس نے اس باب میں بھی ایک مکمل قانون اور دستور العمل مدون کیا جو سد جرائم میں نہایت قوی اثر رکھنے والا ہے۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ اگر صحیح معنی میں اسلامی قانون کی پابندی کی جائے اور اس کے قائم کردہ حدود ملحوظ رکھے جائیں تو ارتکاب جرم کی نوبت ہی نہیں آسکتی۔

عورت کی عصمت اسلام کی نظر میں ایک بیش بہا جوہر ہے اسی لئے اوس کی آبرو کی جس سختی کے ساتھ حفاظت کی گئی ہے دوسرے جرائم میں ایسا اہتمام کم ہے، کیا نسل انسانی پر یہ اسلام کا احسان عظیم نہیں ہے کہ اس نے عورت کا مرتبہ قائم کیا اور اس کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کی اور اس کے تحفظ آبرو کی خاطر جو جو تدبیریں اختیار کیں اس کی مثال مروجہ قانون اور امم سابقہ میں آپ کو نہیں ملے گی۔

اسلام نے اولاً اصلاح اخلاق کی دعوت دی۔ پھر انسدادی تدابیر پر عمل کا مکلف بنایا۔ اس پر بھی اگر کوئی محروم الخیر ان حدود کو توڑ دے تو اوس کے لئے ایسے ایسے تعزیری قوانین نافذ کئے جو اس قسم کے جرائم کے استیصال میں موثر ثابت ہوئے ہیں پھر لحاظ

نوعیت جرم بعض حالتوں میں سنگساری کا حکم دیا۔

اخلاقی تعلیم کا نمونہ تو سارا اسلام ہی ہے۔ قرآن اور احادیث صحیحہ اس دعوی کی کھلی شہادت ہیں۔ تعزیری قوانین کی تفصیلی دفعات اسلامی قانون "فقہ" کی کتابوں میں مدوّن ہیں جن سے مجھے اس وقت بحث کرنا نہیں ہے، البتہ انسدادی تدابیر کی معقولیت اور ان کی ضرورت کا احساس کرانا مقصود ہے۔

انسدادی تدابیر میں سے حجاب اور ستر اور نظر کے حدود بھی ہیں۔ احکام حجاب اور ستر اور نظر کے مسائل درحقیقت زنا کے انسدادی تدابیر ہیں جو ہمارے نظام معاشرت اور نظام تمدن کے لئے نہایت ضروری ہیں۔

زنا جس سے قوموں اور خاندانوں کی ناک کٹ جاتی ہے اگر اس سے اجتناب عقلاً ضروری ہے تو کیا کسی عاقل کے نزدیک اوس کے اسباب اور دواعی سے بچنا غیر ضروری ہوگا۔ کیا ایسے احکام اور قیود کی ذمہ داری مفہوم آزادی کے منافی سمجھی جائے گی۔ یہ درست ہے کہ بدگمانی سے کام نہیں لینا چاہیئے لیکن نیک نیتی کا بھی تو کوئی معیار نہیں جہاں فتنہ کے احتمالات ہوں وہاں احتیاطی تدابیر پر عمل کرنا۔ دور اندیشی اور انسداد فتن کا موجب ہوگا۔ نظام معاشرت ہو یا نظام تمدن، ان میں قوانین کی تدوین شخصی اور استثنائی شکلوں پر نہیں ہوتی بلکہ مفاسد کے خطرات اور عام حالات اور امکانی اندیشوں پر عمل میں آتی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں جو قوانین نافذ ہیں ان کی زیادہ تر بنیاد انھیں نظریوں پر ہے۔

یہی فطری اصول اسلام کی تعلیمات میں بھی مضمر ہیں۔ عورت میں قدرت نے جو کشش اور انجذابی مادّہ رکھا ہے، اس پر کسی دلیل اور برہان کی ضرورت نہیں ہے پھر وہ شباب جو اپنے حسن وجمال کے ساتھ زینت و زیبائش سے بھی سنواری ہوئی ہو تو وہ سونے پر سہاگہ ہے ایسی عورت کے لئے جو قیود مقتضی ہیں وہ کھوسٹ اور کھوکلی ہڈیوں کے لئے غیر مناسب ہیں۔
اسلام کے حکیمانہ احکام جو بڑی جامعیت کبریٰ رکھتے ہیں آپ اُن میں یہی فطری اصول پائیں گے کہ جن میں عورت کے سارے حالات اور اس کی ضرورتوں کے پیش نظر تفصیلات قایم کی گئی ہیں جس کے کچھ نمونے انشاءاللہ تعالیٰ عنقریب آپ کو نظر آئینگے۔

حدود ستر | یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عورت از سر تا پا عورت ہے اور اس کا صنفی اقتضاء بھی یہی ہے اسلام کا نظریہ بھی یہی ہے کہ العورۃ عورۃ کما قال سید ولد آدم علیہا السلام یعنی وہ از سر تا پا چھپائے جانے کے لائق ہے (عورت۔ عوار بمعنی عیب سے مشتق ہے۔ لغتاً ہر وہ چیز جس کا اظہار معیوب ہو وہ عورت ہے) لیکن بلحاظ خاص حالات اور معاشی ضرورتوں کے اوس کے لئے یہ امر ناممکن تھا کہ وہ باہر ہی نہ نکلے۔ اسلام نے جس میں ضرورتوں اور حالات اور مصالح کی پوری پوری عایت ملحوظ رکھی ہے اس نے باہر نکلنے کی اجازت دی اور ساتھ ہی نکلنے اور گھر میں رہنے کی صورتوں کے حدود بھی مقرر کر دیئے سب سے پہلے اسلام نے ستر کی اہمیت بتلائی اور اس نے عورت کے سارے بدن کو ستر قرار دیا۔ ستر اسلامی تہذیب کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے انسانوں اور

حیوانوں میں یہ بھی ایک ما بہ الامتیاز چیز ہے۔ لوگ عموماً ننگا رہنے کو معیوب خیال کرتے ہیں ہر ملک اپنے اپنے رسم و رواج کے تحت کچھ نہ کچھ لباس اختیار کرتا ہے۔ لیکن برہنگی کو کوئی باحیا انسان گوارا نہیں کرتا اسلام کی نظر میں بھی برہنگی ایک ناشائستہ حرکت ہے جاہل اور بدوی اقوام برہنگی کا کچھ خیال نہ کرتی تھیں حتیٰ کہ بعض عبادات کو برہنگی کی حالت میں ادا کرنا حسن عمل تصور کیا جاتا تھا عرب کے بعض قبائل مرد اور عورت خانہ کعبہ کا ننگے طواف کرتے تھے۔ ان کی عورتیں ایسے کپڑے استعمال کرتی تھیں کہ جس سے بدن کی ساخت اور اوضاع کا پتہ چلتا تھا۔

اسلام نے اولاً لباس کی اہمیت اور اس کی ضرورت کا احساس کرایا اور یہ بھی بتلایا کہ لباس فطرت انسانی کا اقتضاء ہے قرآن عزیز میں ہے :-

"اے بنی آدم ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں"

"جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں اون کی۔ اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے"

"اے اولاد آدم نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُتروائے

اُن سے اون کے کپڑے تاکہ دکھائی دے ان کو شرمگاہیں اون کی (اعراف)"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عریانی سے روکا۔ فقال ایاکم والتعری۔ تم ننگے ہونے سے بچو اور برہنگی کی حالت میں طواف سے منع کیا گیا۔ چنانچہ ۹ھ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ منیٰ میں اعلان کرایا کہ ولا یطوفن بالبیت عریان۔ اور آپ نے ایسے لباس کے استعمال سے بھی ممانعت فرمائی جس سے اوس کا اصل مقصد ہی فوت ہو جائے جو ساتر بدن ہی نہ ہو سکے جیسا کہ ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ :-

"یعنی بہت سی ایسی عورتیں جو لباس تو پہنی ہوئی ہیں لیکن درحقیقت وہ ننگوں کے حکم میں ہیں"

"آج کل کارگاہ یا جاہلی کے لباس زیب تن ہو رہے ہیں یا اون میں جو قطع برید جاری ہے وہ بلاشبہ اس حدیث کے مصداق ہیں پھر اس قانون کی عام منادی کر دیگئی ہے کہ :-

یعنی جب عورت سِن بلوغ کو پہنچ جائے تو اب یہ اس کے لئے نامناسب ہے کہ وہ چہرہ اور کفین کے سوا کوئی اور حصہ بدن کھلا رکھے"

ایک دوسری روایت ہے :-

"یعنی جب عورت حائضہ ہو جائے تو اب اس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ سوائے چہرہ اور کفین کے ظاہر کرے"

اور ابو داؤد کی روایت ہے :-

"یعنی لڑکی جب جوان ہو جائے تو سوائے مُنھ اور پہونچوں کے کوئی چیز نہ دکھنی چاہیئے"

از روئے احکام اسلام ستر مرد اور عورت دونوں کیلئے ضروری ہے عورت کے ستر سے مراد وہ حصہ بدن ہے کہ جس کا کھولنا ان لوگوں کے آگے بھی جائز نہیں کہ جن کے آگے اوس کو اظہار زینت کی اجازت دیگئی ہے چہ جائیکہ غیر محارم کے سامنے اوس کا اظہار ہو چہرہ اور کفین کا کھلا رکھنا شرعاً حرام نہیں ہے اس بنا پر کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اوس کا حجاب بھی نہ ہو، درحقیقت حجاب شئی آخر ہے اور ستر شئی دیگر- ہر ایک کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور ان کی حدود کچھ ایسی ملتی جلتی ہیں کہ اکثر نظریں عدم تفکر سے دھوکا کھا جاتی ہیں- احادیث میں وجہ اور کفین کا جو استثنا آیا ہے . . . . اوس سے مسئلہ ستر کا بیان مقصود ہے نہ کہ مسئلہ حجاب کا یہی مراد ان فقہا کی بھی ہے جنھوں نے یہ فرمایا کہ :- ان بدن الحرۃ عورۃ الا وجہا وکفیہا ۔

جن ارباب استدلال نے احادیث اور فقہا کے استثناؤں سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ عورت کے چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے وہ ایک ایسی لغزش ہے جو تصور غلط سے پیدا ہوتی ہے ۔

حاصل بحث یہ ہے کہ عورت سوائے چہرہ اور کفین کے کسی حصہ بدن کو محارم اور غیر محارم دونوں کے آگے ظاہر نہیں کر سکتی۔ رہا چہرہ کا حجاب اوس کی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ آئندہ آئیگی کہ وہ کن کن کے آگے چہرہ کھول سکتی ہے اور کن کن کے آگے نہیں کھول سکتی، اور قرآنی تعلیم اس باب میں کیا ہے، ستر کے مسئلہ کا تعلق زیادہ تر نماز سے ہے اور حجاب کا مسئلہ سوسائٹی اور اختلاط سے تعلق رکھتا ہے درحقیقت ستر حجاب ہی کی ایک شکل ہے جس طرح غض بصر۔

حدود نظر

اسلام نے جن خطرات اور تصورات کی بنا پر ستر کے احکام دئے ہیں انہیں احتمالات کے مدنظر غض بصر کا بھی حکم آیا ہے چنانچہ سورۂ نور کے اوائل میں زنا اور قذف کے احکام بیان کرنے اور ان کو جرم عظیم بتلانے کے بعد اون کے انسداد کی یہ تدبیر بتلائی گئی ہے۔

"کہدو ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامے رہیں اپنے ستر کو اس میں خوب ستھرائی ہے ان کے لئے بیشک اللہ کو خبر ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۔

اور ایمان والیوں کو بھی کہدو کہ نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں اور تھامی رہیں اپنے ستر کو "

خبیر بما یصنعون فرما کر یہ بتلا دیا کہ خوب سمجھ لو آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اوس کو سب معلوم ہے وخائنۃ الاعین وما تخفی الصدور کو جانتا ہے۔

اس حکم غض بصر میں مرد اور عورت دونوں مساویانہ حیثیت رکھتے ہیں اور یہ حکم درحقیقت اصل گناہ یعنی زنا سے باز رکھنے کا موثر علاج ہے ویحفظوا فروجہم اور یحفظن فروجہن میں دونوں کو جو ہدایت کی گئی ہے وہ اسی اہتمام کی طرف اشارہ ہے اسلام کی نظر میں جس طرح زنا جرم قبیح ہے وہی حیثیت ان چیزوں کو بھی حاصل ہے جو معین جرم ہوں اور اوس کے اسباب قریبہ ہوں،

اسی اہمیت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے خیر الحاکمین نے ولا تقربوا الزنا فرمایا کہ اس کے دواعی کا بھی ارتکاب نہ ہونے پائے اسی کی تشریح احادیث صحیحہ میں یوں آئی ہے کہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال العینان تزنیان وزناہما النظر- والیدان تزنیان وزناہما البطش- والاذنان زناہما الاستماع واللسان زناہ الکلام والرجل زناہا الخطاء وکما قال- یعنی آنکھ کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے، اور کان کا زنا باتوں سے لذت حاصل کرنا ہے اور زبان کا زنا بات چیت کرنا ہے- زنا کا موثر سبب عموماً یہی آنکھ کا فتنہ ہوتا ہے جس کے لڑ جانے سے دل گرفتار بلا ہو جاتا ہے- ایک رمز شناس شاعر نے اس رمز کو اپنی زبان میں یوں ادا کیا ہے- ؎

آنکھ سے آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا　　کہیں یہ جائے نہ اس جنگ وجدل میں مارا

لیکن ایک روشن دل بزرگ نے اس حقیقت کو یوں منکشف فرمایا ہے کہ ؎

کل الحوادث مبداھا من النظر　　ومعظم النار من مستصغر الشرر

ہر قسم کے آفتوں کی ابتداء نظر ہی سے ہوتی ہے　　اور بڑی آگ چھوٹی چنگاری سے پیدا ہوتی ہے

والمرء مادام ذاعین یقلبھا　　فی اعین العین موقوف علی الخطر

جب انسان صاحب دیدہ آنکھ لڑاتا رہتا ہے　　(یقین جانو) کہ وہ خطرناک مقام پر کھڑا ہے

کم نظرۃ فعلت فی قلب فاعلھا　　فعل السھام بلا قوس ولا وتر

بسا اوقات نظر ڈالنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بغیر　　تیر و کمان کے دل میں تیر چبھنے لگتے ہیں-

یسر ناظرہ مساضر خاطرہ　　لا مرحبا بسرور عاد بالضرر

اس کی آنکھ کو وہ چیز بھلی معلوم ہوتی ہے جو اس کے دل کو ضرر پہنچاتی ہے ایسی خوشی نامبارک ہے جو ضرر رساں ہو

چونکہ ہمارے نظام معاشرت اور تمدن کے لئے فتنہ چشم ایک برق بلا تھا اسلام نے مثل اور شعبوں کے اس شعبہ کی بھی اصلاح کی اور اس نے اجنبی پر نظر ڈالنے سے روکا اور حدود نظر معین کئے-

آیتہ غض بصر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان آنکھیں بند کر کے نکلا کریں جیسا کہ الزام دیا جاتا ہے یہ قانون انسانی دماغوں کی پیداوار نہیں ہیں کہ جس میں بسا اوقات حالات کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا- یہ اوس علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ جس کے ہر حکم میں بندوں کی تہذیب اور مصلحت اور اون کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے- عورتوں کو مردوں کی طرح ضرورتوں پر باہر نکلنے کی اجازت دیگئی ہے تو اس کے ساتھ آنکھوں کو ایک دوسرے سے ہٹائے رکھنے کا بھی مکلف بنایا گیا ہے، ہٹائے رکھنے میں نہ فتنہ کا احتمال ہے نہ معاشی دشواریاں ہیں- یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے صرف غض بصر پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اوس میں مِن کا اضافہ فرما کر بندوں کو سہولتیں بخشیں، اور مِن یہاں تبعیض کے لئے ہے- چنانچہ

امام اللغۃ والبلاغۃ علامہ زمخشری نے من کو اس آیۃ میں تبعیض کے معنی میں لیا ہے۔ کما فی روح المعانی ۔

ایسا حکم بندوں کے مناسب حال بھی ہے اور ممکن العمل بھی اور ہمارے نظام تمدن کے موافق بھی۔ البتہ وہ نظر جو اچانک پڑ جائے اور جس میں قصد اور ارادہ کو دخل نہ ہو۔ ایسی نظر جرم نہیں نہ اس پر کوئی زجر و توبیخ آئی ہے، ہاں گھورنا اور اچانک نظر پڑ جانے کے بعد تاکنا یقیناً ایک نازیبا حرکت ہے اور تمدنی اور اخلاقی جرم بھی۔ ایسی فطری اصول پر اسلام نظر فجاءۃ کو قابل عفو اور باز دید کو قابل مواخذہ قرار دیتا ہے۔

حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "اصرف بصرک" اپنی نگاہ پھیر لے اور حضرت علی رضؓ سے آپ نے فرمایا کہ :-

"یعنی اگر اتفاقیہ نظر پڑ جائے تو پھر نظر نہ ڈالنا، پہلی تو درگذر ہوئی دوسری کا حق نہیں"

جس طرح ستر حجاب کی ایک شکل ہے اسی طرح غض بصر اوس کی دوسری شکل ہے۔

حدود حجاب | حجاب درحقیقت عورت کی عصمت اور آبرو کی حفاظت کا ایک مستحکم قلعہ ہے اور بدنظروں سے بچنے اور بازاری لوگوں کے حملوں کی مدافعت کا ایک کارگر ہتھیار ہے، عورت کی عفت کو جو اہمیت حاصل ہے اس کے مدنظر اسلام نے خود اس کو اپنے جوہر عصمت کی حفاظت کا ذمہ دار قرار دیا ہے اور اکثر و بیشتر اس قسم کے مسائل میں انہیں کو مخاطب کیا گیا ہے۔

وجہ اور کفین اس میں شک نہیں کہ وہ ستر میں داخل نہیں ہیں لیکن یہ امر کہ اس کا ہر کس و ناکس کے آگے کھلا رکھنا بھی جائز ہے یا نہیں۔ یہ ایک جداگانہ مسئلہ ہے۔ اس سوال کا حل بھی جب ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کرتے ہیں تو ہم عورتوں کی حالتوں کے اعتبار سے مختلف احکام پاتے ہیں۔ مثلاً عورت کی ایک تو یہ حالت ہے کہ وہ اپنی مجبورکن ضرورتوں پر باہر نکلے اور اس کی دوسری یہ حالت کہ وہ گھر میں ہو، ہر صورت میں حجاب کے احکام مختلف ہیں۔ ستر تو بہرحال خواہ وہ گھر میں ہو یا باہر نکلے۔ اجنبی اور غیر اجنبی دونوں کے آگے ضروری ہے۔ البتہ وجہ اور کفین جو داخل ستر نہیں ہیں ان میں مناسب حال تفصیل ہے۔

جس عورت کے لئے باہر نکلنا ناگزیر ہو، اس کے حدود حجاب تو یہ ہیں کہ وہ ادنار جلباب بھی کرے یعنی سارے بدن کو ڈھانکنے کے ساتھ چہرہ بھی چھپائے اور اس حکم میں بلا استثناء ساری عورتیں شامل ہیں خواہ وہ نبی کی بیبیاں ہوں یا بیٹیاں یا عام مسلمانوں کی عورتیں سب کے لئے گھونگٹ ڈال لینا لازمی قرار دیا گیا۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ہے۔

"اے نبی کہدو اپنی عورتوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ وہ لٹکالیں،"

"اپنے اوپر کچھ اپنی چادریں اس میں بہت قریب ہے کہ وہ پہچانی جائیں تاکہ کوئی ان کو نہ ستائے"

روایات صحیحہ میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد عورتیں باہر نکلتے وقت بدن اور زینت کے ستر کے ساتھ

چہرہ بھی چھپاتی تھیں صرف ایک آنکھ رستہ چلنے کے لئے کھلی رہتی تھی جیساکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ظاہر ہے کہ ان جمیع بدن الحرۃ عورۃ الا احدیٰ عینیھا (شرح ملتقی الابحر باب شروط الصلوٰۃ) فلا یوذین۔ اس امر کی قوی دلیل ہے کہ فتنہ کے احتمالات جب موجود ہوں تو تستر وجہ بھی ضروری ہے۔ اِدناء جلباب عفت مآب پاک دامن عورتوں کی علامت قرار دی گئی تاکہ شریر النفس ان کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں۔

حجاب کی یہ حد تو عورتوں کے باہر نکلنے کی تھی کہ وہ ادنیٰ جلباب کرے۔ رہی دوسری شکل کہ جب وہ گھر میں موجود ہوں تو اون کے حدود حجاب کیا ہوں گے؟ چونکہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس غلط فہمی میں لوگ بے دھڑک گھروں میں گھس آئیں اور بات چیت کریں اسلئے اس باب میں بھی ایک دستور العمل دیا گیا کہ اگر عورتوں سے گھروں پر بات چیت کی نوبت آئے تو داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کر لیجئے یا ان سے پس پردہ کلام کیا جائے۔ چنانچہ سورۂ نور میں ہے کہ:۔

ایمان والو نہ جایا کرو کسی کے گھر میں اپنے گھروں کے سوا، تاوقتیکہ اجازت نہ لیلو اور اجازت کے لئے سلام کر لو گھر والوں پر تو یہ بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو۔"

اس حکیمانہ حکم کی علت یہ ہے کہ نہ معلوم گھر والے کس حال میں ہوں اور یہ تو یقینی ہے کہ اون کی عورتوں کا چہرہ داخل ستر نہ ہونے کی وجہ سے کھلا ہوگا۔ پھر نہ معلوم وہ تمہارا آنا پسند بھی کریں یا نہ کریں تہذیب اور شائستگی کا اقتضا یہ ہے کہ اندر جانے سے قبل آواز دے لیا کرو اگر ان کو بلانا ہوگا تو سنبھل جانے کا موقع ملیگا۔ بہتر اجازت حاصل کرنے کا طریقہ سلام کا ہے چنانچہ حدیثوں میں ہے کہ صحابہ کا تعامل سلام کا تھا، تین مرتبہ سلام کا جواب نہ ملنے پر وہ واپس ہو جاتے تھے اور سورۂ احزاب میں تو حجاب کی تصریح موجود ہے۔

اور جب مانگنے جاؤ بیبیوں سے کچھ چیز کام کی تو مانگ لو پردہ کے باہر سے اس میں خوب ستھرائی ہے، تمہارے اور ان کے دل کی۔"

ان آیات مذکورہ بالا میں حق سبحانہ تعالیٰ نے عورت کے باہر نکلنے اور گھر میں رہنے کی حالتوں میں کس درجہ کا تستر اور حجاب لازمی ذکر فرمایا ہے۔ اسلام کا یہ ضابطہ ایک ایسا دستور العمل ہے کہ عورت کی ہر دو حالتوں میں اوس کے شایان شان ہے۔

گو اس آیت میں خطاب خاص ہے لیکن جو علت ہے وہ عام ہے اور جس حکم کی علت صراحۃً بیان کر دی جائے تو اب دار و مدار علت پر ہوگا نہ کہ خطاب پر۔ دل کی پاکی اور شہوانی میلان سے اجتناب بجائے خود ایک مستقل حکم ہے جس کی ہر عورت مکلف ہے۔ پھر کیا کسی عاقل کا ذوق صحیح اس کو مقتضی ہے کہ ازواج مطہرات جو کہ عفت اور مرتبہ عظمیٰ اور تقویٰ اور حسن عمل کے اعتبار سے دنیا اسلام کے لئے نمونہ بنا کر پیش کیگئی ہوں اور جن کو خدائے رب العزۃ نے بعض اعتبارات سے مسلمانوں کی مائیں فرمایا ہو جیساکہ سورہ احزاب ہی میں ہے "وازواجہ امہاتھم" اور جب کہ ان کے چہرہ کو نہ دیکھنے اور من وراء حجاب بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو

کیا اس دورِ فتن میں جب کہ شہوانی محرکات کی گرم بازاری ہے، اسبابِ فتن پیدا ہیں اختلاط اور میل جول کے مفاسد شاہد ہیں تو سارے بدن اور زینت کے ستر کا تو حکم دیا جائے اور چہرہ جو محلِ فتنہ ہے اس کے کھلا رکھنے اور دیکھنے کی اجازت دیدی جائے چہرہ ہی تو سارے بدن میں ممتاز اور جاذبِ نظر حصہ ہے دیکھنے اور نہ دیکھنے کا دار و مدار ہی اسی پر ہے۔ اگر شریعت اسلامیہ کی راہنمائی نہ بھی ہوتی تب بھی کوئی حقیقت شناس نظر اس کو گوارا نہ کرتی کہ سارا بدن تو چھپایا جائے اور چہرہ کو نہ ڈھانکا جائے جو یقیناً فتنہ کا کھلا دروازہ ہے۔

کیا یہ مذاق نہ ہوگا کہ زنا جو عقلاً بھی قبیح ہے اوس سے تو روکا جائے اور جو اس کا قوی داعیہ ہے اس کی راہ کھول دی جائے، پھر مرتکب جرم کو سزائے تعزیری بھی۔ کیا انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردۂ   باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

ایسے زمانہ میں جب کہ فتن ٹوٹ پڑیں اور عورت کی عصمت کے خطرات پیدا ہونے جائیں، انسانوں سے دیانتداری اٹھتی جائے اور اسلام کی صورۃً مخالفت ہوتی جائے، خدا کا خوف اور خشیت، دلوں سے کم ہوتا جائے تو پھر کیا عورتوں کا گھروں میں ہی رہنا مناسب نہ ہوگا۔

جب کہ ازواج مطہرات کو ایسے زمانہ میں، جو خیر القرون کہلاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں قرار فی البیوت کی ہدایت کی گئی اور تبرج جاہلیت سے روکا گیا، اور اجنبی مردوں سے بات چیت کی نوبت آئے تو نرم لہجہ سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی گئی تو کیا اب موجودہ دور میں عام مسلمان عورتوں کو اس شرف اور فضیلت سے محروم رکھنے کی کوئی وجہ ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ علمائے اصول بیان اور اکابرین امت جو دین کے غوامض سے بخوبی واقف تھے انھوں نے تصریح کی ہے کہ گو خطاب خاص ہے لیکن حکم عام ہے۔ قرآنی اسلوب بھی اسی کی تائید کرتا ہے کبھی غایت اہتمام کے لئے بڑوں کو مخاطب کیا جاتا ہے مراد اوس سے اون کے اتباع بھی ہوتی ہے۔ دور کیوں جاتے ہو، خود اسی موقع پر اس دعوی کا ثبوت لیجئے کہ جس طرح قرن فی بیوتکن کے ازواج مطہرات مخاطب ہیں اسی طرح اس موقع پر ان سے یہ بھی تو فرمایا گیا ہے کہ اقمن الصلوٰۃ وآتین الزکوٰۃ۔ اگر قرار فی البیوت کا حکم اون کے ساتھ مخصوص ہے تو کیا عام مسلمان عورتوں پر نماز اور زکوٰۃ فرض نہیں ہے پھر کیا اس افتراق عمل کی کوئی معقول توجیہ ہوسکتی ہے۔

درحقیقت اس حکم میں یہ حکمت بالغہ مضمر ہے کہ آئندہ آنیوالی مسلمان عورتوں کو جو ازواج مطہرات کی بمصداق آیت وازواجہ امہاتہم روحانی بیٹیاں ہونگی۔ یہ دستور العمل بطور ارشاد کے دیا جائے تاکہ وہ اپنی نسوانی زندگی میں اون کا اسوہ پیش نظر رکھیں۔ شارع علیہ السلام کا منشا یہی ہے کہ عورت کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ جہاں تک ہوسکے گھر ہی میں رہے۔

چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ :-

اقرب ماتکون من رحمۃ ربہا وھی فی قعر بیتھا ، جب عورت گھر میں ہو تو وہ رحمت خداوندی سے زیادہ قریب ہوتی ہے -

اور ایک دوسری روایت بزاز میں حضرت انسؓ سے ہے کہ عورتوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ (مردوں) نے تو جہاد کی عظیم الشان فضیلت حاصل کرلی کیا ہمارے لئے بھی کوئی ایسا عمل ہے کہ ہم بھی اس درجہ کی فضیلت پاسکیں آپ نے فرمایا کہ :-

من قعدت منکن فی بیتھا فانھا تدرک عمل المجاھدین فی سبیل اللہ ، یعنی جو گھر میں بیٹھی رہے اوس کا یہ عمل مجاہدین کے برابر ہوگا ، ایک اور حدیث میں ہے کہ :-

ان المراۃ عورۃ فاذا خرجت من بیتھا استشرفہا الشیطٰن - یعنی جب عورت گھر سے قدم نکالتی ہے تو شیطان اوس کو تاکتا ہے -

جس طرح قرآن عزیز کی آیتوں لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا - اور اذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب سے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے اور بے حجابانہ گفتگو کرنے سے روک دیا گیا اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس راہ کے وہ رخنے بھی بند فرمادئے کہ جن کے ذریعہ سے بدنظروں کے داخل ہونے کا موقع تھا چنانچہ ترمذی کے باب ماجاء فی کراھۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعا میں ہے کہ :-

لایحل لامرء ان ینظر فی جوف بیت امرء حتی یستاذن فان نظر فقد دخل - یعنی کسی کے گھر میں جھانکنا .. بھی داخل ہونے کے حکم میں ہے -

چہرے کا حجاب قرآنی تعلیمات کے علاوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ازواج مطہرات کے تعامل سے بھی ... ثابت ہے جس سے رواجی پردہ کی تائید ہوتی ہے چنانچہ بخاری شریف کے باب غزوۂ خیبر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے لئے اپنی عباء مبارک کا پردہ تانا تھا ، حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحوی لھا وراءہ بعباءۃ (بخاری ج دوم مجتبائی ص[illegible]) اور اسی واقعہ میں ایک اور جگہ یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ سے فرمایا کہ :-

علیک بالمرءۃ فالقی ابوطلحۃ ثوبہ علی وجھہ الحدیث (بخاری ج دوم مجتبائی ص ۹۱۳)

حضرت ابوطلحہ جس وقت حضرت صفیہ کی مدد کیلئے پہنچے ہیں تو اپنے منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے . نیز ایک کپڑا خود حضرت صفیہ کے چہرے پر بھی تھا - ایسی مجبور کن صورتوں میں بھی حضرت ابوطلحہ اور حضرت صفیہ نے حدود حجاب نہیں توڑے . حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس موقع پر تقریر منشائے خداوندی کی تفسیر ہے اور باب غزوہ طائف میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رض پس پردہ کلام کرتی تھیں - چنانچہ بخاری شریف میں یہ لفظ ہے کہ :-

فنادت ام سلمۃ من وراء الستر (بخاری ج دوم مجتبائی صفحہ ۶۲۰)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ ہودہ اونٹ پہ یہ خیال کرکے رکھدیا گیا تھا کہ وہ ہیں

موجود ہوں گی، حالانکہ وہ اس میں نہ تھیں اور قافلہ روانہ ہو گیا۔ اگر ہودہ مستور نہ ہوتا تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہوتی۔ جب صفوان بن معطل سلمی بعد میں وہاں پہنچے تو انھوں نے حضرت عائشہ رضؓ کو پہچان لیا کہ وہ احکام حجاب سے قبل دیکھ چکے تھے جیسا کہ خود اسی روایت میں ہے دیکھتے ہی انا للہ کہا۔ ان کے آنے پر حضرت عائشہ رضؓ نے ستر زینت کے ساتھ چہرہ بھی ڈھانک لیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں اس کی تصریح ہے جس کے یہ لفظ ہیں فخمرت وجہی بجلبابی (بخاری ج دوم مجتبائی ص۵۹۴ باب غزوہ بنی مصطلق) اور یہ روایت متعدد طریق سے کئی جگہ آئی ہے۔ کتاب التفسیر سورہ نور میں بھی اس کا ذکر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مکتوم نابینا کا واقعہ دیدۂ بینا کے لئے درس عبرت ہے۔

ایسے چند جزئیات سے معارضہ کرنا جو بظاہر ان عام قوانین اور احکام سے مزاحم معلوم ہوتے ہوں، یہ امر اصولاً کسی حد تک، قابل لحاظ ہو سکتا ہے کہ وہ نزول حجاب سے قبل کے واقعات ہوں یا بعض ناگزیر حالتوں میں استثنائی شکلیں ہوں یہ بھی تو ممکن ہے کہ کوئی استنباطی لغزش ہو تا وقتیکہ ان امکانات کا انسداد نہ ہو قطعیات کو مجروح کرنے کے لئے یہ ایک کند ہتھیار ہے۔

غزوہ اُحد میں خواتین اسلام کی شرکت سے استدلال اس بنا پر برمحل نہیں ہے کہ وہ ۳ھ کا واقعہ ہے اور حجاب ۵ھ میں نازل ہوا ہے، حبشیوں کے تلعب میں گو بہت اختلاف ہے، لیکن یہ اک حقیقت ہے کہ عام مجمع پر نظر ڈالنے اور شخص واحد کو گھورنے میں جذبات کا بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ غزوہ خیبر میں اگرچہ چند خواتین شریک جنگ ہو گئی تھیں تو یہ بھی معلوم ہے کہ کیا اس اقدام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین فرمائی تھی، واقعہ یہ ہے کہ وہ خود پہنچ گئی تھیں جب آپ کو اس کا علم ہوا تو رحمۃ للعالمین ان کو بلاتے ہیں اور اون پر سخت غصہ ہوتے ہیں اور غضبناک لہجہ میں یہ استفسار فرماتے ہیں کہ تم کس کے ساتھ آئیں اور کس کے حکم سے آئیں، آیۂ نزول حجاب کے بعد یہ خیال کرنا کہ وہ تو بے پردہ ہی ہونگی یہ بات نہ صرف اون کے مرتبہ تقویٰ سے گری ہوئی ہے بلکہ دعویٰ بلا دلیل بھی ہے۔

حدود حجاب اور ستر و نظر کی اس بحث کے بعد یہ بھی ضروری ہے کہ عورت کے حدود زینت بھی بیان کئے جائیں، زینت میں وہ ساری چیزیں داخل ہیں جن کو ہم اپنی زبان میں بھی زیبائش سے تعبیر کرتے ہیں، جس طرح عورت کی وضع اور ساخت میں ایک نوع کا انجذابی اثر ہے اسی طرح اس کی زیبائش میں بھی جذب اور کشش پائی جاتی ہے اس بنیاد پر عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ ان محرکات کو بھی چھپائیں جو عموماً رنگیلے دلوں کو موہ لیتی ہیں خواہ یہ ستر زیبائش سیدھے سادھے برقعہ کے ساتھ ہو یا کسی معمولی چادر سے جو جاذب نظر نہ ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ۔

ولیخرجن تفلات یعنی اگر وہ نکلیں تو میلی کچیلی بلا خوشبو لگائے ہوئے نکلیں، بہر صورت بموجب آیت یدنین علیہن من جلابیبہن گھونگٹ کا التزام ضروری ہوگا۔ سورہ نور کی آیتیں ولا یبدین زینتھن ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن و لا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن، انھیں احتمالات فتن کے انسداد کے لئے نازل فرمائی گئی ہیں اور عورت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ

(باقی آئندہ)

باہر نکلنے یا نامحرموں کے آگے ہو جانے کی صورت میں انھیں کن کن حدود کی رعایت ضروری ہے۔ اظہار زینت کی ممانعت کے ساتھ آنچل مارنے کی بھی ہدایت کیگئی چونکہ بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے۔ اسلئے اس کے مزید ستر کی بطورِ خاص تاکید فرمائی گئی، نیز جاہلیت کی مذموم رسم کا مٹانا بھی مقصود تھا زمانہ جاہلیت میں عورتیں خمار یعنی اوڑھنی سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلو پیچھے لٹکا لیتی تھیں جس سے سینہ کی ساخت نمایاں ہو جاتی تھی یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن نے اوڑھنے کا ایسا طریقہ بتلایا کہ اوس میں غایت درجہ ستر بھی ہے اور جاہلیت کی ناشائستہ رسم کا استیصال۔

اور پیروں کو زمین پر مارنے میں چونکہ زیبائش کا اعلان ہے اور چلنے میں اس کی ضرورت بھی نہیں اس لئے اس سے بھی روک کر چلنے کا سلیقہ بتلا یا گیا ایسے لوگ کہ جن سے اختلاط اور میل جول میں شہوانی رجحانات اور مفاسد اور فتن کا امکان مستبعد ہے یا ان میں وہ طبعی میلانات نہیں پائے جاتے جو عموماً اجنبیہ عورتوں کی طرف ہوتے ہیں تو ایسوں کے آگے اظہار زینت کی اجازت ہے اس بنا پر کہ یا تو وہ خود اوس کا محرم راز یعنی شوہر ہے یا ایسے اصناف ہیں کہ ان میں وہ علل و اسباب مفقود ہیں جو فتنہ خفتہ کو جگانے والے ہوتے ہیں جیسے باپ، خسر، بیٹے، بھتیجے، بھانجے، اور ایسے ادنیٰ خدمتگار اور دست نگر بھی جو اپنی مالکہ و سیدہ کی طرف رغبت و میلان شہوانی نہیں رکھتے، یا لونڈیاں یا انھیں جیسی شریف زادیاں کہ جو اخلاق اور حسن اعمال کے اعتبار سے اونھیں جیسی ہوں اور ان سے اختلاط میں فتنہ کا احتمال نہ ہو یا ایسے معصوم بچے جو ابھی سن رشد کو نہیں پہنچے اور عورتوں کے بھیدوں سے ابھی وہ ناواقف ہیں ظاہر ہے کہ یہ وہ مواقع ہیں کہ ان میں فتنہ کے احتمالات عادۃً بھی مستبعد ہیں اگر ان سے استثناء نہ ہوتا تو بیچاری عورتیں اپنے جائز حق آزادی سے محروم رہ جاتیں اور ان کی زندگی وبال جان ہو جاتی اسلام کا عورتوں پر کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس باب میں بھی ان کے مناسب حال احکام دئے اور صاف اور صریح الفاظ میں ان کے آگے اظہار زینت کی اجازت دیدی۔

اس قسم کے جو مستثنیٰ (الا ما ظهر منها) کئے گئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اون کا اعلان سورۂ نور میں ان الفاظ میں ہے:-

"اور نہ کھولیں اپنا سنگار، مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے، یا اپنے خاوند کے باپ کے، یا اپنے بیٹے کے، یا اپنے خاوند کے بیٹے کے، یا اپنے بھائی کے، یا اپنے بھتیجوں کے، یا اپنے بھانجوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا اپنے ہاتھ کے مال کے، یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے، جو مرد کہ خود غرض نہیں رکھتے، یا لڑکوں کے جنھوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ [illegible] نے اپنے قانون کا جزو لاینفک قرار دیا ہے وہ ایک اہم اور اعلیٰ مقصد کے لئے چھوٹے چھوٹے مقاصد کو قربان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ ہمارے نظام معاشرت اور تمدن کے بعض ایسے ناگزیر حالات کے بناء پر کوئی چارہ کار ہی نہ ہو، وہاں بھی اس نے صنف نازک کی معذوریوں کی بناء پر استثنائی ابواب رکھے ہیں۔ جیسے طبیب یا ڈاکٹر کا یا ناکح کے آگے بوقت ضرورت اس کے مقرر کردہ قیود کے ساتھ آنا۔ احادیث صحیحہ اور قانون شرع میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

اسی سلسلہ میں ایسی بوڑھی اور آئسہ عورتیں بھی داخل ہیں جو ایسے سن کو پہنچ چکی ہیں کہ اون میں عموماً فتنہ کے احتمالات

ناپید ہوتے ہیں۔ اسلام نے ان کے لئے وہ حدود حجاب نہیں رکھے جو ایک شاہد حسن و جمال والی کے مناسب حال تھے ایسی کھوسٹ عورتوں کیلئے آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے اون کپڑوں کو اتار کر رکھ سکتی ہیں جو ساتر بدن سے زائد ہیں۔ بشرطیکہ اس عمل سے زینت کا اظہار مقصود نہ ہو لیکن اگر وہ نہ اتاریں تو یہ اون کے لئے اور بھی زیادہ بہتر ہے تاہم اجازت ہے چنانچہ سورۂ نور میں ان کی مراعتوں کا اعلان ان الفاظ میں ہے :۔

اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی ان پر گناہ نہیں کہ اتار رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں اپنا سنگار اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے ان کے لئے۔

البتہ وہ شاہد جس کے لئے باہر نکلنا ہی ناگزیر ہے اور وہ حجاب اور ستر و نظر کے سارے حدود کو مرعی رکھکر نکلتی ہے لیکن کبھی غفلت اور معاملات کے طریقہ کار کی وجہ سے کچھ نہ کچھ ظہور حصہ بدن یا زینت کا ہو ہی جاتا ہے تو یہ کوتاہی تقصیر عمل نہ ہوگی اور نہ خلاف ورزی احکام سمجھی جائے گی، اسلام کسی کو ایسی تکلیف میں ڈالنا نہیں چاہتا جس کو وہ سہار نہ سکے اور نہ وہ ایسی لغزشوں پر دارو گیر کرتا ہے بلکہ اطاعت گزار پابند احکام بیبیوں کو ان کی اس صوری تقصیر پر معافی کا اعلان دیتا ہے کہ بے شک جاذب نظر اشیاء خواہ وہ حصہ بدن ہوں یا زیبائش کا کوئی پہلو اس کا اظہار نہ ہونا چاہیئے، لیکن سہو اور نسیان یا ضرورتوں کے اقتضاء کی بناء پر زینت یا مواقع زینت بلا قصد و ارادہ ظاہر ہو جائیں تو یہ بات قابل مواخذہ نہیں۔ لیکن ان مواقع کا احصاء یا جزئیات کی تفصیل اور ان کے مصادیق کا تعین قرآنی اعجاز اور ایجاز اور خود امت کے بھی مناسب حال نہ تھا اس بناء پر حق سبحانہ تعالیٰ نے ایک مختصر اور جامع جملہ میں اس مسئلہ کو بھی حل فرمایا کہ

ولا یبدین زینتھن الا ماظہر منھا۔ ماظہر منھا کے عموم میں بڑی وسعت ہے اور وہ کاموں اور ضرورتوں کی نوعیت پر موقوف ہے۔ ہر مقام کے خصوصی حالات اور ضرورتوں کے مد نظر علماء نے اون کی تعبیریں کی ہیں یہ اہل دیانت اور خدا ترس لوگوں کا کام ہے کہ وہ اپنے حالات کے اعتبار سے اپنے اپنے عمل کی حدیں سمجھ لیں یہ خود ان کا معاملہ ہے جو رب العزۃ علیم و قدیر کے ساتھ ہوگا۔

میں نے اپنے اس مقالہ میں جن خیالات کا اظہار کیا ہے درحقیقت وہ ترجمان ہیں اون نقاط کے جو نظام معاشرت اور تمدن کے رازدانوں اور انسانی شرافت اور اس کی عظمت کی حقیقی قدر کرنے والوں اور عزت نفس اور عورت کی آبرو کو اپنی حیات کا طرۂ امتیاز تصور کرنیوالوں کے ہمیشہ پیش نظر رہے ہیں۔ علم دوست اصحاب کے غور اور تدبر کے لئے اس میں مواقع ہیں۔

فنحمد رب العالمین لشرعہ حجابا عن الاسلام قد حجب الفحشاء، ہم حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جس نے حجاب کو ہمارے لئے مشروع کیا جو حقیقت میں ہمارے اور زنا کے مابین عظیم الشان حجاب اور پردہ ہے

طلبہ عربی سے خطاب

مولوی سید دلدار علی صاحب غازی (فاضل دیوبند)

اے حقیقت آشنا اے رمز حق کے راز دار
ذات تیری سر بسر درس حیات پائیدار

اے کہ تو ہے وجہ آسائش جہاں کیو اسطے
مہرباں کے واسطے نامہرباں کے واسطے

تیری فطرت کی بلندی ہے فلک سے بھی بلند
پر بچھاتے ہیں تیری خاطر ملک اے ارجمند

تو خدا کے آخری پیغام کی آواز ہے
تیری ہستی ساری مخلوقات سے ممتاز ہے

مشغلہ تیرا ہے قال اللہ اور قال الرسول
منکشف ہیں تجھ پہ مذہب و ریاست کے اصول

علم کی خاطر ہزاروں دقتیں سہتا ہے تو
اور رضاء حق پہ ہر حالت میں خوش رہتا ہے تو

علم کیا ہے؟ پردہ برادری جمال راز کی
نغمہ فہمی اک طلسم ساز بے آواز کی

علم کیا ہے؟ ناخن عقدہ کشائے کاف ونون
جو کبھی ملتا نہیں بے جذبۂ سوزِ اندرون

علم کیا ہے؟ اک نظام خوشگوار زندگی
پیکر محکم بہ تیغ آبدار زندگی

علم کیا ہے؟ جرعۂ شیریں صہبائے طور
علم کیا ہے کاشف قرآن و انجیل و زبور

علم کیا اک آسمان ماہ و انجم در کنار
جس کی ضو سے دل پہ ہوتی ہے حقیقت آشکار

وہ مقدس علم جس پر تھا مدار زندگی
جس نے قایم کر دیا تھا اعتبار زندگی

جس کے ہاتھوں معجزات عیسوی زندہ ہوئے
مٹنے والے نقش فطرت جس سے تابندہ ہوئے

جس نے دنیا کو دکھایا اختیار مشت خاک
عرش سے جس نے بڑھایا افتخار مشت خاک

ممکنات زندگی کو جس نے آسان کر دیا
جس نے راز فطرت ہستی کو عریاں کر دیا

جو اٹھا کر ہی رہا روئے حقیقت سے نقاب
کر دیا ذروں کو جس نے جذب حسن آفتاب

علم روح زندگی ہے! علم جان زندگی
علم ہی تنہا ہے میر کاروان زندگی

آہ لیکن اس حقیقت کا نہیں دانا کوئی
شمع روشن ہے نہیں موجود پروانہ کوئی

آنکھ کوئی اس نشہ سے آج متوالی نہیں
ساری دنیا میں کوئی رازیؒ و غزالیؒ نہیں

بن رہی ہے آج دنیا رزمگاہ خیر و شر
طالب علم ہدیٰ تجھ کو بھی ہے اس کی خبر؟

شمع مشرق کو بجھانا چاہتی ہے بادِ غرب
کس قدر گستاخ ہے یہ شیوۂ معتادِ غرب

ہاں وہی علم اور یوں پامال پائے روزگار
ہوشیار اے وارث دین پیمبر ہوشیار

یوں نگاہِ غیر میں اک ذرۂ بے مایہ ہو
اور یوں مجروح نوکِ خنجر ہمسایہ ہو

کس نظر سے آج دیکھا جائے یہ قہر شدید
خرمن دین متین اور برق تہذیب جدید

اس سے بڑھکر اور ہو سکتا ہے کیا سامانِ ننگ
اپنے میخانوں میں ہو تقسیم صہبائے فرنگ

دیدۂ مسلم کو آخر کس نے اندھا کر دیا
کس نے آخر بے حسی کا روگ پیدا کر دیا

تا بکے یہ کس مپرسی تا کجا دور جمود
تا بکے غیروں کی ٹھوکر یوں اے ننگ وجود

اوٹھ ا کہ پیغام پیمبر سے جہاں تازہ کریں
پھر زمیں تازہ کریں پھر آسماں تازہ کریں

پھر سنانا ہے زمانہ کو پیام علم دین
پھر پلانا ہے شراب نو بجام علم دین

پھر مسیحا بن کے اوٹھ اہل زمانہ کے لئے
زندہ بننے کے لئے زندہ بنانے کے لئے

شرط یہ ہے تیرے دل میں دین کا احساس ہو
ملک و ملت کا مسلمانوں کا تجھ کو پاس ہو

سر ترا مضطر ہو سودائے شہادت کے لئے
وقف ہو تیری زباں حق کی اشاعت کے لئے

تیرا ہر ہر لفظ جادو کا اثر کرنے لگے
دل کے پردوں میں تیری آواز گھر کرنے لگے

دل ترا نور حقیقت سے ہو ایسا فیض یاب
مہر سے جس طرح ہوتا ہے منور ماہتاب

ساری دنیا گونج اوٹھے تیری اک آواز سے
مست کر دے اہل عالم کو حجازی ساز سے

اس خراب آباد میں خواہش اگر ہو زیست کی
مرکے دکھلا موت سے پہلے یہی ہے زندگی

شعر العرب

از مولوی حکیم محمد ہبتہ اللہ صاحب (نظامیہ) لکچرار سٹی کالج حیدرآباد دکن

عربی شاعری پر کچھ لکھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مطلق شاعری کے متعلق ضروری امور درج کردئے جائیں۔ (۱)

شاعری پر سب سے پہلی تالیف | غالباً ارسطو ہی نے سب سے پہلے "شاعری" پر ایک کتاب "بوطیقا" تصنیف کی ہے جس کی تلخیص ابن رشد نے کی ہے اور اس کے کچھ حصے شیخولوبیس نے اپنی کتاب علم الادب میں شامل کئے۔

تعریف | عام طور پر شاعری کی تعریف یہ ہے کہ وہ ایسے کلام موزوں کا نام ہے جو بالارادہ موزوں کیا گیا ہو۔ ابن رشیق نے بھی اپنی کتاب "العمدۃ" میں اسی تعریف کی تائید کی ہے لیکن اکثر ادبا وزن وقافیہ کو شعر کیلئے ضروری نہیں سمجھتے۔

جان اسٹوارٹ مل | کہتا ہے کہ جذبات کو برانگیختہ کرنیوالی چیز شاعری ہے اس کے خیال کے مطابق تصویر تقریر وعظ شعر میں داخل ہوجاتے ہیں، اسلئے شاعری کو اس طرح محدود کیا جاتا ہے کہ شاعری میں شاعر صرف اپنے آپ سے خطاب کرتا ہے اور تقریر وعظ وغیرہ میں مخاطب حاضرین ہوتے ہیں۔

ارسطو | کے نزدیک شاعری ایک قسم کی مصوری یا نقالی ہے فرق یہ ہے کہ مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر کھینچتا ہے اور شاعر جذبات و احساسات کی تصویر پیش کرتا ہے۔

مولوی حمید الدین صاحب نے جمہرۃ البلاغۃ میں لکھا ہے کہ شاعر کے لفظی معنی ذی شعور کے ہیں، احساسات رکھنے والے کے ہیں۔ مختلف جذبات کی وجہ سے انسان مختلف حرکتیں کرتا ہے کبھی ہنستا ہے، کبھی روتا ہے، اور کبھی موزوں الفاظ سے اپنے تاثرات ظاہر کرتا ہے۔

شاعری اور فلسفہ کا فرق | افلاطون نے "فلسفی" کو شاعر کہا ہے، افلاطون فیلسوف ہونے کے علاوہ شاعر بھی تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کائنات کا فلسفیانہ نظام خود ایک آرٹ ہے بلکہ وہ آرٹ سے بھی ماورا ہے اور شاعر ایک تکوینی ذہن رکھتا ہے، وہ فطرت اور واقعات دہر سے متاثر ہوکر دل کی بھڑاس نکالنا شروع کردیتا ہے وہ کسی کے سمجھانے کے لئے نہیں بلکہ خود سمجھکر

---

(۱) اس مضمون کے لئے مندرجۂ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

العمدۃ لابن رشیق۔ شعر العجم از علامہ شبلی۔ الوسیط۔ تالیف شیخ احمد سکندری و شیخ مصطفیٰ عنانی

کتاب حیوۃ الحیوان للدمیری دیوان امیر تمیم بن المعز فاطمی۔ دیوان معری

دیوان متنبی۔ السبع المعلقات

مقدمہ دیوان حالی۔

پہنچ اوٹھتا ہے۔ ؎

پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھکر ‏ ‏ نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم

حقیقی اور بلند پایہ شاعر فیلسوف ہوتا ہے۔ یوں تو بقول شوپن ہائر (Shopen hauer) کے ہر انسان مابعد الطبیعاتی حیوان ہے لیکن نہ ہر انسان شاعر ہے نہ ہر شاعر فلسفی۔

وہ شاعر جو نظم نگاری ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ جن پر اسرار کائنات خود بخود منکشف ہوتے ہیں جو بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے اندر کائنات کے متعلق حقیقت بینی کی وہی صفت رکھتا ہے جو ایک فلسفی کا حصہ ہوتا ہے۔ ٹے نی سن نے ایک پھول دیکھکر کہا تھا کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیں تو وہ خدا اپنی ذات اور کائنات کی ماہیت سے واقف ہو جائے گا۔

" ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار" ابونواس کہتا ہے فی کل شیئی له اٰیة ‏ تدل علی الله واحد

فلسفہ دراصل ہمہ گیر توجیہ یا دوسرے الفاظ میں حسب امکان بشری حقائق کائنات کے معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے فلسفی انتہائی علل و اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو ایک مسلسل جستجو رہتی ہے وہ عالم طبعی (مادیات) حیات ۔ ذہن۔ سماج حکمت اور اقدار کے وسیع موضوع میں کام کرتا ہے یقیناً فیلسوف کا کام بہ نسبت شاعر کے بہت زیادہ ہے (اقبال)

جہانداری سے ہے مشکل تر کار جہاں بینی ! ‏ ‏ جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

فلسفی حقائق کو خشک پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر ان حقائق کو ایسے دلچسپ اور جذبات کے ابھارنے والے پیرایہ میں بیان کرنا ہو تو شاعری کی ضرورت ہوتی ہے۔

شاعری کے امتیازات

۱۔ شاعر کسی کے سمجھانے کے لئے نہیں چلاتا۔ بلکہ خود سمجھ کر چیختا ہے۔

۲۔ شاعر فلسفی یا مورخ کیطرح چیز کے ہر پہلو دیکھکر مستقل رائے قایم کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ شاعر ایک چیز کی تعریف کرے اور اس کی مذمت بھی اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بری چیز کی تعریف۔ الغرض شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر چیز کو من حیث ہو یا حسب الواقع پیش کرے۔

" بخار " کی حقیقت طبیب کے پاس عفونتی یا جراثیمی اثر کا نتیجہ ہے جس سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور لرزہ پھریری شروع ہوتے ہیں اور جب اس کی نوبت ختم ہو جاتی ہے تو پسینہ آتا ہے۔ لیکن شاعر (متنبی) کہتا ہے۔

وَزَائِرَتِي كَأَنَّ بِهَا حَيَاءً	فَلَيْسَ تَزُورُ إِلَّا فِي الظَّلَامِ
بَذَلْتُ لَهَا المَطَارِفَ وَالحَشَايَا	فَعَافَتْهَا وَبَاتَتْ فِي عِظَامِي
يَضِيقُ الجِلْدُ عَنْ نَفَسِي وَعَنْهَا	فَتُوسِعُهُ بِأَنْوَاعِ السِّقَامِ
أُرَاقِبُ وَقْتَهَا مِنْ غَيْرِ شَوْقٍ	مُرَاقَبَةَ المَشُوقِ المُسْتَهَامِ

ويصدق وعدها والصدق شرٌّ | إذا ألقاك في الكرب العظام
أبنتَ الدهر عندي كلُّ بنتٍ | فكيف وصلتِ أنتِ من الزحام

ایک میری ملاقات کرنیوالی ہے جو بوجہ حیاء و شرم کے صرف شب ہی کو تشریف لاتی ہے، ان کے لئے میں تو شک وچادر وغیرہ پیش کرتا ہوں تو وہ اس کو ناپسند کرتی ہے اور میری ہڈیوں میں شب گزارتی میری جلد میں میری جان اور اس ملاقاتی کے لئے گنجائش نہیں ہے اسلئے وہ قسم قسم کی بیماریوں سے میرے جسم کو گھلاتی اور جلد کو وسیع کرتی ہے مجھے اس کے وقت کا عاشق مشتاق کی طرح انتظار تو رہتا ہے لیکن رغبت سے نہیں وہ وعدہ کی سچی ہے اور ایسی سچائی سے تو یہ ہی بھلی جس سے آدمی مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے۔ اے زمانہ کی صاحبزادی زمانہ کی تمام بیٹیاں (مصائب) میرے پاس موجود ہیں بلکہ مجھے تعجب ہے ان بیٹیوں کے اژدہام میں سے آپ کو میرے تک رسائی کا راستہ کیسے مل گیا۔

اگر ایک آدمی کو قتل کیا جا کر سولی پر لٹکا دیا جائے تو یہ منظر کس قدر بھیانک ہوگا۔ لیکن ابو الحسن انباری المتوفی ۳۲۰ھ آج سے ایک ہزار سال پہلے وزیر ابو طاہر کا مرثیہ کہتا ہے جس کو عضد الدولہ نے قتل کرواکے سولی کا حکم دیا تھا اور اس کریہہ منظر کی تعریف کرتا ہے۔ سنتے کہتے ہیں کہ اس قصیدہ کو سن کر خود عضد الدولہ رشک کرنے لگا کہ کاش مجھے سولی دیجاتی اور یہ مرثیہ میری ہی شان میں ہوتا۔

عُلوٌّ في الحياة وفي المماتِ | لَحَقٌّ انتَ اِحدى المعجزاتِ
كأنّ النّاسَ حولكَ اذ قاموا | وُفودُ نداكَ ايّامَ الصّلاتِ
كأنّكَ قائمٌ فيهم خطيبا | وكلُّهم قيامٌ للصّلاةِ
مددتَ يديكَ نحوهم احتفاءً | كمدّهما اليهم بالهباتِ
ولمّا ضاق بطنُ الارضِ عن ان | يضمَّ علاكَ من بعدِ المماتِ
اَصاروا الجوَّ قبرَكَ واستعاضوا | عن الاكفانِ ثوبَ السّافياتِ
لِعظمِكَ في النّفوسِ تبيتُ ترعى | بحرّاسٍ وحفّاظٍ ثقاتِ
وتوقدُ حولكَ النّيرانُ قِدْمًا | كذلكَ كنتَ ايّامَ الحياةِ
ركبتَ مطيّةً من قبلِ زيدٍ | علاها في السّنينَ الماضياتِ
وتلكَ قضيّةٌ فيها تأسٍّ | تباعدُ عنكَ تعييرَ العداةِ
ولم ارَ قبلَ جذعِكَ قبلَ جذعًا | تمكّنَ من عناقِ المكرماتِ
اسأتَ الى النّوائبِ فاستثارتْ | فأنتَ قتيلُ ثأرِ النّائباتِ
عليكَ تحيّةُ الرّحمٰنِ تترى | برحماتٍ غوادٍ رائحاتِ

(ترجمہ) زندگی میں بھی بلندی اور مرنے کے بعد بھی بلندی، واقعی تو ایک زبردست معجزہ ہے گویا کہ لوگ تیرے اطراف تیرے عطیوں کے حاصل کرنیوالی جماعتیں ہیں جو ایام تقسیم میں جمع ہوتی تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کھڑے ہوکر خطبہ پڑھ رہا ہے اور سب لوگ نماز کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ تونے ان کی طرف اپنے ہاتھ ایسے پھیلائے ہیں جیسے کہ بخشش دیتے وقت پھیلاتا تھا چونکہ آغوش زمین تیری وسیع بلندیوں کے لئے تنگ ہے تیرے لئے فضا کو قبر بنانا پڑا اور بجائے کپڑوں کے چلنے والی بیکراں ہواؤں کو کفن بنایا گیا۔ تیرے اطراف تیری شان وشوکت کے خاطر ایک محافظین کی معتبر جماعت معین کیگئی اور جس طرح ایام زندگی میں مہمان نوازی کی آگ جلائی جاتی تھی، تیرے اطراف آج بھی آگ جلائی گئی ہے، تو اس سواری پر سوار ہوا جس پر گذشتہ سالوں میں حضرت زید بن علی جیسی مقدس ہستی بلند ہو چکی ہے اور یہ ایک ایسی مثال ہے کہ جس کے بعد نکتہ چینیوں کے لئے کوئی موقع باقی نہیں رہتا، میں آج سے پہلے کسی درخت کے تنہ کو مجسم شرافتوں سے معانقہ کرتے نہیں دیکھا۔ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام اور رحمت کے صبح وشام برسنے والے ابر برستے رہیں۔

زمین کا زلزلہ یا بھونچال کتنی خوفناک چیز ہوا کرتی ہے۔ لیکن شاعر کے تخیل میں اپنے ممدوح کے عدل وانصاف سے طرب میں آکر ملک کی سرزمین کا سر دھننے یا رقص کرنے کا نام ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

ما ان زلزلت مصر من کید یراد بها   وانما رقصت من عدله طرباً

چاند کا ابر میں چھپ کر آنکھوں سے اوجھل ہو جانا معمولی بات ہے، لیکن شاعر کہتا ہے کہ ماہ کامل میرے ممدوح کے چہرہ کی آن بان وچمک دمک دیکھکر اتنا شرمندہ ہوا کہ اس کو ابر میں جاکر منہ چھپانا پڑا۔

ارى بدر السماء يلوح حيناً   ويبدو ثم يلتحف السحابا
وذاك لانه لما تبدّى   وابصر وجهك استحيا وغابا

۳۔ شاعر بادشاہ کا نام لیکر پکار سکتا ہے اس کو اس کی ماں کی طرف منسوب کرتا ہے جو دوسرے مواقع میں خلاف تہذیب سمجھا جائے گا۔

۴۔ نظم کے مقبول مشہور محفوظ ہونے کا جتنا امکان ہے اتنا نثر کے لئے نہیں۔ چنانچہ یہ مسلمہ ہے کہ بہ نسبت "نظم" کے قدماء عرب نے نثر بہت کہی ہے لیکن نثر کے دس قطعات بھی محفوظ نہ ہو سکے اور نظم سے شائد دس نظمیں بھی ضائع نہ ہوسکیں۔

۵۔ آرٹ کی سات قسموں یعنی موسیقی۔ شاعری۔ سنگ تراشی۔ رقص۔ معماری۔ مصوری خوشنویسی کی طرف یوں ہی طبیعت کا میلان زیادہ ہوتا ہے اور ہر ایک میں دلکشی پائی جاتی ہے اور موسیقی جو سب سے زیادہ محرک اور جذبات کی ابھارنیوالی شئی ہے اور جس سے روح نہایت مست ہو جاتی ہے، کلام موزوں کا ایک ضروری جزو ہے اس لئے فن شاعری کو جو فضیلت اور اہمیت ومقبولیت حاصل ہے ظاہر ہے۔

۶۔ شعراء کے ہاتھ میں قوم کی باگ ہوتی ہے، جدھر چاہتے ہیں قوم کو جھونک دیسکتے ہیں۔ میدان جنگ میں رجز کے چار مصرعے جو کام کرسکتے ہیں، جنگی باجے نہیں کرسکتے ہیں۔ ذہنیت کے بدلنے یا جدید ذہنیت کی تخلیق میں شاعری کو جو دخل ہے وہ دوسرے کسی چیز کو بھی نہیں۔ استقلال وثبات کی تعلیم کتابوں سے اس قدر نہیں ہوسکتی جتنی شاعری سے ہوسکتی ہے۔

۷۔ شاعر کے لئے فخریہ کلام جائز ہے۔

۸۔ شاعر سب کچھ کہہ جاتا ہے لیکن قابل مواخذہ نہیں ہوتا۔ اس کے قول وعمل میں توافق لازمی نہیں چنانچہ ایک شاعر رند مشرب پرہیزگاروں کی سوسائٹی کا ایسا صحیح نقشہ پیش کرتا ہے کہ خود پرہیزگار بھی پیش نہیں کرسکتا اور ایک متقی پرہیزگار شاعر جس نے تقوی اور ورع کے حلقہ سے باہر قدم نہیں رکھا رند اور اوباشوں کا ایسا چربا اتار سکتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاعر کسی میخانہ کا زبردست پیر مغاں ہے۔

۹۔ شاعری سے بعض گمنام شخصیتوں کو وہ شہرت حاصل ہوئی کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام بلند ہوگیا اور بعض بلند ہستیوں یا قبیلوں کو شاعر نے اتنا گرایا کہ ہمیشہ کے لئے ان کا نام صفحۂ ہستی سے مٹ گیا۔ شماخ بن ضرار نے عرابہ کی شان میں یہ شعر کہا ہے

اِذَا مَا رَايَةٌ رُفِعَتْ لِمَجْدٍ　　تَلَقَّاهَا عَرَابَةُ بِالْيَمِيْنِ

(ترجمہ) عظمت وبزرگی کا کوئی نشان بلند کیا جاتا ہے تو عرابہ اس نشان کو فوراً اپنے سیدھے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔

عرابہ کا نام اس شعر کی وجہ سے عرب میں مشہور ہوگیا اور آج تک یہ مصراع ضرب المثل ہے۔

عرب میں محلق ایک گمنام شخص تھا لوگ ان کے ساتھ صمدھیانہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے تھے۔ اعشیٰ نے میلۂ عکاظ میں ایک قصیدہ پڑھا۔ تمہید کے بعد یہ شعر تھے۔

لَعَمْرِي لَقَدْ لَاحَتْ عُيُوْنٌ كَثِيْرَةٌ　　اِلَى ضَوْءِ نَارٍ بِالْيَفَاعِ تُحَرَّقُ

تُشَبُّ لِمَقْرُوْرَيْنِ يَصْطَلِيَانِهَا　　وَبَاتَ لَدَى النَّارِ النَّدَى وَالْمُحَلَّقُ

(ترجمہ) میری زندگی کی قسم اس آگ کی طرف جو بلند مقام میں جلائی جاتی ہے بہت سی آنکھیں دیکھ رہی ہیں دو سردی زدہ شخص کیلئے یہ جلائی گئی ہے جو اس سے مستفید ہوئے ہیں اور آگ کے پاس "محلق" اور سخا شب گذارتے رہے۔ اس کے بعد محلق کی بیٹیاں شرفاء عرب کے مشہور افراد کے ساتھ بیاہی گئیں۔

نمیر ایک مشہور قبیلہ تھا، اس قبیلہ کے افراد بڑے ناز سے اپنا نمیری ہونا بیان کرتے تھے۔ غرور کے لہجہ میں بھاری آواز سے نمیر کا نام لیتے تھے اس قبیلہ کے ایک فرد سے جریر کو رنجش ہوگئی۔ گھر آکر اپنے فرزند سے کہا، آج چراغ میں تیل زیادہ رکھنا اس قبیلہ کی ہجو کہنا ہے۔ ہجو شروع کی، جب یہ شعر قلم سے نکلا۔

فَغُضَّ الطَّرْفَ اِنَّكَ مِنْ نُمَيْرٍ　　فَلَا كَعْبًا بَلَغْتَ وَلَا كِلَابَا

جریر اُچھل پڑا اور کہا کہ " واللہ اخزتیہ اخر الدھر " بخدا اس شخص کو ہمیشہ کیلئے رسوا کر دیا۔ اب یہ نوبت پہنچی کہ اگر کسی نمیری سے اس کا خاندان دریافت کیا جائے تو نمیر کا نام نہ لیتا۔ بلکہ دو چار پشت چھوڑ کر اوپر کی پشتوں کا نام بتاتا۔ شاعر کے مقبول ہونے پر قبائل عرب میں شاندار دعوتیں اور جشن ہوتے تھے کیونکہ شاعر سے ان کی عزت کی حفاظت ان کے شاہکار کی یاد اور اس کی شہرت وابستہ تھی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عربی زبان اور عرب کی تعریف و تاریخ پر مختصر نوٹ پیش کیا جائے۔

لغت عربیہ | دنیا کی زبانوں کی جڑ تین بسیط زبانیں ہیں، آرین۔ سامی۔ منگولی۔ عربی سامی زبان کی ایک مقبول اور وسیع فصیح ترین شاخ ہے، جو ایشیا کے مغربی حصہ جزیرہ نمائے عرب میں پرورش پائی، اور اسلام کے بعد مذہبی سرمایہ دار ہونے کی وجہ سے اسلام کے اشاعت اور توسیع کے ساتھ ساتھ تمام عالم میں پھیل گئی۔

عربی کی شاخوں میں جنوبی شاخ بہت زبردست ہے، اس کا مرکز یمن تھا شمالی شاخ بھی مختلف قبائلوں کی طرف منسوب تھی ان سب شاخوں میں قریش کی زبان فصیح ہے جن کے مطابق قرآن مجید نازل ہوا، اور یہی زبان خلافت راشدہ اور زمانہ مابعد میں علمی اور زندہ زبان قرار دی گئی اور علوم فنون کا سرمایہ اس زبان میں منتقل ہوگیا۔ اقوام عالم کی تاریخ کی بھی زبان خزینہ بن گئی، اور ہنوز عرب۔ عراق۔ شام۔ مصر۔ الجزائر، مراکش اور زنجبار کے لوگوں کی زبان ہے، اور اس وقت مجلس اقوام کی مسلمہ زبان بھی ہو چکی ہے۔

امتہ عربیہ | قدماء اور متاخرین (محدثین) کے دو بڑے حصوں میں منقسم ہے۔ قدماء وہ لوگ ہیں جو جزیرہ نمائے عرب کے اصلی باشندے ہیں، ان کے تین طبقے ہیں۔

(الف) عرب بائدہ | اس طبقہ کے تاریخی حالات ہم تک نہیں پہنچے۔ سوائے ان حالات کے جو قرآن مجید واحادیث سے معلوم ہوئے اور یہ جدیس۔ عاد۔ ثمود۔ عمالقہ۔ عبد ضخم کے قبائل پر مشتمل ہے۔

(ب) عرب عاربہ | یہ قحطان کی وہ اولاد ہیں جو فرات کے کناروں کو چھوڑ کر یمن میں جا بسے کھلان اور حمیر اس طبقہ کے دو مشہور قبیلے ہیں۔

(ج) عرب مستعربہ | یہ حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد ہیں جو بعد میں چل کر " عدنان " کے نام سے شہرت پائی اس طبقہ کے مشہور قبائل ربیعہ۔ مضر۔ ایاد وانمار ہیں۔

دوسرا حصہ، محدثین یا متاخرین کا ہے جو اسلام کے بعد بحر اخضر اطلانٹک اوشن سے ماورار بحر فارس تک اور دجلہ، فرات کے بالائی حصوں سے لیکر ماوراء، جاوا وسوماطرہ تک پھیلے ہوئے ہیں اور مختلف لہجے رکھتے ہیں۔

عربی شاعری کی ادوار | عربی شاعری زمانہ کے لحاظ سے پانچ دور میں تقسیم کیجا سکتی ہے۔

۱۔ دور جاہلیت ۔جس کی مدت ڈیڑھ سو سال رہی اور جو اسلام کے شروع پر ختم ہوا۔
۲۔ دور اوائل اسلام۔ یہ ظہور اسلام سے شروع ہو کر خلافت عباسیہ کے آغاز تک رہا جس میں خلافت امویہ کا زمانہ شامل رہے گا۔یعنی ۱۳۲ھ تک۔
۳۔ دور عباسی۔ خلافت عباسیہ کے قیام سے شروع ہو کر تاتاریوں کے ہاتھ پر ان کے زوال تک قائم رہا یعنی ۶۵۶ھ تک، اس دور میں مصر کی فاطمی خلافت کا زمانہ اور اندلس کی امویہ حکومت کا دور شامل ہے۔
۴۔ سلطنت ترکیہ۔ سقوط بغداد سے لیکر نئی روشنی کے دور کے شروع تک یعنی ۱۲۲۰ھ تک۔
۵۔ دور مشعشع۔ یا نئی روشنی یہ مصر میں محمد علی کے خاندان کے حکومت کے آغاز سے آج ۱۳۵۷ھ کے آخر تک۔

دَورِ جاہلیت (ڈیڑھ سو سال تا ظہور اسلام)

عربی شاعری کی ابتداء "رجز" سے ہوئی جو دو چار شعر سے زائد نہ ہوتی تھی۔ سب سے پہلے جس شخص نے قصیدہ کہا وہ مہلہل بن ربیعہ ہے۔ یہ قصائد ان کے مقتول بھائی کی مرثیہ خوانی اور اس کے قصاص کے لئے تحریص و ترغیب پر مشتمل ہے۔ مہلہل پہلا شخص ہے جس نے تیس شعر کا قصیدہ کہا۔ مہلہل کا اصلی نام "عدی" تھا چونکہ اس نے قصیدے کہے اس وجہ سے اس کا نام مہلہل ہو گیا "ہلہل الثوب" کی معنی کپڑے بُننے کے ہیں۔

مہلہل کے بعد امرؤ القیس، علقمہ، عبید، پیدا ہوئے، اس سے پہلے شاعری رجز پہ چند اشعار یا مقطعات تک محدود تھی جن کے لئے عنبر بن عمر بن تیم درید بن زید بن نہد اعصر بن سعد بن قیس عیلان زہیر بن جناب الکلبی افوہ اودی اور ابی دواد الایادی کے نام لئے جا سکتے ہیں۔ ان کا زمانہ مہلہل سے کچھ زیادہ دُور نہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ان شاعروں کے پہلے بھی ایسے افراد ہو چکے ہوں گے جنھوں نے سجع سے رجز اور رجز سے مقطعات اور مقطعات سے قصائد نظم کرنے کی ترقی کی ہو، امرؤ القیس خود کہتا ہے

عُوجا عَلَى الطَّلَلِ المحيلِ لَأَنَّنَا ۔۔۔ نَبْكِي الدِّيَارَ كَمَا بَكَى ابنُ خِذَامِ

تباہ شدہ کھنڈرات کے نشانوں پر رونے کے لئے ذرہ ٹھہر جاؤ، ہم بھی ابن خذام کی طرح دو آنسو بہالیں۔

ما أرانا نقول إلا مُعَاراً ۔۔۔ أو مُعاداً من لفظنا مكروراً

ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ صرف کہے ہوئے الفاظ کی تکرار یا اعادہ سے زیادہ نہیں عنترہ کہتا ہے کہ

هل غادرَ الشعراءُ من متردمِ ۔۔۔ أم هَلْ عرفتَ الدّارَ بعدَ توهُّمِ

شعراء نے کہنے کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھی ہے یا کچھ غور و خوض کے بعد گھر کی نشانات سمجھ میں آ گئے۔

شاعری کا استعمال | اس دور کی شاعری حسب ذیل عنوانوں میں تقسیم ہو سکتی ہے :-

تشبیب یا غزل | جس میں جنس لطیف کے محاسن کیفیات اور ان کے سفر اور قیام گاہوں کا ذکر ہوتا ہے، چونکہ عرب اس دور میں ایک خانہ بدوش آزاد قوم رہی اور ان کے قبائل کے قیام گاہوں کا دارومدار پانی کی موجودگی پر تھا۔ ان کا تمام مرکز اونٹ تھا، اور اس کے بہادرانہ شاہکاروں کے لئے شہسواری نہایت اہم تھی، پہاڑوں اور چٹیل میدان اور وہاں کے مختلف پہاڑی درختوں اور پھولوں کے مناظر ان کا ماحول تھا۔ اسلئے اس دور کی غزل میں انہیں اشیاء کا ذکر ملیگا۔

مفاخرہ | اس میں خاندانی کارناموں جو اکثر خودداری، شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی، ایفاء عہد کے بے نظیر شاہکار ہوتے تھے، ذکر کیے جاتے تھے۔

مدح | یہ چیز اس دور کے آخری زمانہ کی پیداوار ہے، ورنہ مدح اور خوشامد جاہلیت کے عربوں کے اوصاف اور اصول کے بالکل خلاف ہے شروع میں ممکن ہے کہ کسی محسن کے احسانات کے معاوضہ میں بطور شکریہ کچھ اشعار کہدیئے گئے ہونگے اس فن کے علمبردار زہیر۔ نابغہ، اور اعشیٰ ہوئے۔ مدح میں ممدوح کے ذاتی وخاندانی خصائص۔ رجاحت عقل عفت، شجاعت اور اخلاق کو بیان کیا جاتا تھا۔

مرثیہ | کسی مرنیوالے کی خوبیوں کو بیان کیا جاتا ہے، ایسے مرثیوں میں بڑے بڑے بادشاہوں، مملکتوں اور قبائل کے نام نشان مٹ جانے۔ جانوروں، شیروں کے مرجانے، اور طویل العمر حیوانات سانپ، گدھ وغیرہ کے بالآخر ہلاک ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے۔

ہجاء | اس میں کسی آدمی کے ذاتی وخاندانی نقائص کو گنایا جاتا ہے، لیکن اس دور میں زیادہ فحش والفاظ گذرنے کی حد تک یہ فن نہ پہنچا تھا۔

اعتذار | شاعر اپنے اوپر لگے ہوئے الزام سے صفائی پیش کرتے ہوئے اپنے خفا ہونیوالے ممدوح کی عنایات اور نظر التفات مبذول کرنے اور اس کو منانے کی کوشش کرتا ہے۔

وصف یا نیچرل شاعری | یعنی کائنات کے کسی چیز کی تشریح اور کسی منظر کو دلچسپ پیرایہ میں پیش کرنے کی کوشش کیجائے یا تو اس چیز کو بہت مرغوب بناکر پیش کیجائے، یا اس کو بھیانک صورت اور مکروہ منظر میں بیان کیا جاتا ہے اس دور میں اونٹ۔ گھوڑا۔ درندے۔ شکار۔ حشرات الارض۔ نباتات۔ آسمان۔ تارے۔ بارش۔ بجلی۔ پہاڑ۔ چٹیل میدان۔ گرمائی و ربیعی قیامگاہیں، اور ان کے بقیہ نشانات۔ گرجا۔ اور راہب کے مینار وغیرہ اس فن کے موضوع رہے۔ اسی طرح انسان کے بعض کیرکٹر بھی بیان کیے گئے ہیں۔

حکیمانہ | اس دور میں ایسا کلام کھانے میں نمک کی طرح بہت کم ملتا ہے۔ لیکن جو کلام بھی ہے وہ نہایت سادہ مختصر

مقبول اور مؤثر سچائی کے قالبوں میں ڈھلا ہوا۔

خیالات

۱۔ اس دور کی شاعری میں معانی صاف اور اکثر حقیقت واقعہ کے مطابق ملتی ہیں۔
۲۔ مبالغہ غلو سے احتراز کیا گیا ہے۔
۳۔ دقیق و غریب مفہوم بہت کم نہ تو تشبیہوں میں جدّت یا نہ استعارے۔ کنایات حسن تعلیل وغیرہ کا بھی پتہ نہیں ملتا۔

الفاظ۔ و اسالیب

۱۔ الفاظ پوری طرح سے مفہوم کو ادا کرتے ہیں۔ ۲۔ الفاظ میں شان و شوکت پائی جاتی ہے۔ ۳۔ چند ایسے قدیم عربی الفاظ ملتے ہیں جو بعد میں متروک ہوگئے۔ ۴۔ مجاز، معتدل طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ۵۔ اجنبی زبانوں کے الفاظ شاذ و نادر ملتے ہیں۔ ۶، صنائع و بدائع یعنی جناس۔ مقابلہ۔ مطابقت، وغیرہ نہیں پائے جاتے، ۷۔ پیرایہ سنجیدہ ہوتا ہے ایجاز کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس دور کے شعراء کے مشاہیر

طبقہ اول۔ امرؤ القیس۔ زہیر۔ نابغہ۔
طبقہ ثانیہ۔ اعشیٰ۔ لبید طرفہ
طبقہ ثالثہ۔ عنترہ۔ عمرو بن کلثوم۔ حارث بن حلزّہ۔ عروہ بن ورد۔ درید بن صمہ۔ مرقش اکبر۔

دوسرا دور اسلامی

از ظہور اسلام تا ۱۳۲ھ

بوجہ نزول قرآن مجید و ثقافت اسلامیہ کے اس دو کی شاعری میں ایک انقلاب ہوا۔

شاعری کا استعمال

۱۔ مذہبی عقائد کی ترویج، ۲۔ جنگ اور بہادرانہ مقابلوں کے لئے تحریض و ترغیب، ۳۔ ہجا ۴۔ وقائع نگاری، ۵۔ مدح، ۶۔ پاکبازانہ تعشق و تغزل۔

خیالات

بلحاظ خیالات کے اس دور کے شعراء زیادہ تر جاہلی شعراء ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے، البتہ جدید اسلامی تہذیب کا رنگ اور اس کا اثر کچھ نمایاں۔ رہا۔

الفاظ و اسالیب

الفاظ و اسالیب میں بھی اس دور کی شاعری کا رنگ جاہلیت کے شعراء کا رنگ رہا سنجیدگی اور جاذبیت میں کچھ ترقی ہوئی۔

شعراء کے مشاہیر | کعب بن زہیر۔ خنساء۔ حطیئہ۔ حسان بن ثابت۔ نابغہ جعدی۔ عمر بن معدی کرب۔ عمرو بن ابی ربیعہ۔ اخطل۔ فرزدق۔ جریر۔ کمیت۔ جمیل۔ کثیر۔ نصیب۔ راعی۔ ذو الرمہ۔

تیسرا دور عباسی (از ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ تک)

اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہو گا کہ یہی دور اسلامی ترقیوں، فتوحات اور اسلامی تہذیب و حضارت کا ممتاز زمانہ رہا ہے عربی زبان میں تمام علوم فنون منتقل ہوئے۔ تاریخ عالم منضبط کیگئی۔ مختلف تمدنوں سے عرب کو سابقہ پڑا۔ جغرافیائی نقطہ نظر سے عربی زبان دنیا کی کثیر آبادیوں تک پہنچی اور عربی شاعری عالم کے مختلف تاریخی جغرافیائی تمدنی خلط ملط سے بیحد متاثر ہوئی۔

شاعری کا استعمال حسب ذیل اغراض کے تحت رہا | ۱۔ خاندانی کارناموں سے مفاخرت۔ مذہبی سیاسی علمی کاموں میں تقابل۔ سیاسی اغراض کے تحت شاعری کا پرچار۔ خاص طور پر بنی امیہ کے خلفا نے اس سے خوب فائدہ اٹھایا۔

۲۔ خوشامدی اسالیب کا اختیار۔ ۳۔ رندانہ شاعری جس میں شراب کی تعریف۔ بزم نشاط ساقی مطرب اور شاہد پرستی گانے کی توصیف وغیرہ شامل ہے۔ ۴۔ وصف نیچرل شاعری، چنانچہ باغات، چمنوں کے مناظر قطرت کے صناعیوں کی تشریح۔ نسکار اور دیگر لطیف تشبیہات وغیرہ۔ ۵۔ وعظ حکمت ؤ فلسفیانہ اقوال۔ ۶۔ بعض علوم و فنون کے قواعد کو بغرض آسانی حفظ نظم کرنا۔

خیالات | مفکرانہ توجیہہ، ۲۔ فرضی خیالات کا تصور، ۳۔ تشبیہات میں جدت استعارہ، حسن تعلیل کیلئے نئے نئے پیرائے، ۴۔ فلسفیانہ نکات اور مذہبی اصول کے ثابت کرنے کے لئے بہترین دلچسپ طرز۔

الفاظ و اسالیب | الفاظ غریبہ کا ترک استعمال۔ ۲۔ عجمی الفاظ کی زیادتی۔ ۳۔ پیرایہ کی لطافت لیکن الفاظ کی شوکت کے بقا کے ساتھ۔ ۴۔ صنائع بدائع میں جدید اختراعات اور اس کی کثرت۔

مشہور شعرا | بشار۔ ابو نواس۔ مسلم۔ ابو العتاہیۃ۔ ابن الرومی۔ ابو تمام بحتری۔ ابن المعتز۔ ابن ہانی۔ ابن تمیم۔ ابو فراس۔ ابو العلاء المعری شریف رضی۔

چوتھا دور ترکی حکومت کا۔ (از ۶۵۶ھ تا ۱۳۲۲ھ)

اس دور میں چونکہ اکثر اسلامیہ ممالک کی زمام سلطنت عجمی بادشاہوں کے ہاتھ آچکی تھی۔ اسلئے عربی شعرا کی سرپرستی میں بہت کمی ہوگئی۔ نیز اس زمانہ سے شعر گوئی کو کسب مال وجاہ کا ذریعہ بنانا موقوف ہوگیا۔ نیز صوفیانہ رنگ چھاگیا۔

شاعری کا استعمال | نعتیہ قصائد دربار رسالت سے۔ التجا۔ مناجات بہ بارگاہ رب العزت۔ ۲۔ اولیاء کرام کی مدح، ۳۔ صوفیانہ شاعری، ۴۔ غیر حقیقی غزل، اور بجائے محبوبہ کے محبوب کا ذکر، جو ایرانی شاعری کا پرتو تھا اور صوفیانہ مذاق کی وجہ سے اکثر علماء و مشائخ نے اس طرز کو رائج کیا تھا۔ ۵۔ بدائع و صنائع کے خاطر غزلیات یا مقطعات کا کہنا، ۶۔ نیچرل شاعری

رہٹ تکیہ۔ فرش۔ جانماز۔ پنکھا۔ چھری۔ دوات۔ چراغ۔ بخور دانی وغیرہ جیسی چیزوں پر طبع آزمائی۔ (۷) رندانہ شاعری۔ ۸۔ فحش ہجو۔ ۹۔ پہیلیاں (معمے)

خیالات | نازک خیالی ضرب مثل اور فلسفیانہ نکات میں جدت پیدا کرنے کی بجائے صرف تشبیہہ اور استعارات کے استعمال پر زور دیا گیا۔

الفاظ اسالیب | ۱۔ صرف آسان الفاظ کا استعمال۔ چنانچہ پرشوکت لفظ کا استعمال بھی ترک ہوا، بلکہ عامی اور ترکی الفاظ استعمال ہونے لگے۔ ۲۔ آسان ترکیب اور عامی مثلوں کا استعمال، ۳۔ صنائع بدائع پر زور دیا گیا خصوصاً فن توریہ اور جناس پر۔ ۴۔ تصغیر، نقط، یا صرف نقطہ دار الفاظ کا استعمال لزوم مالا یلزم مالا یستحیل بالانعکاس کی صنعتیں تاریخی مادے۔ ۵۔ مشہور اشعار کی تضمین تشطیر تخمیس۔ ۶۔ اقتباس۔

مشہور شعرا | شیخ شرف الدین انصاری متوفی ۶۶۲ھ۔ ابن نباتہ جمال الدین۔ شہاب الدین تلعفری المتوفی ۶۷۵ھ ابن الوردی المتوفی ۷۴۹ھ۔ امام بوصیری۔ ابن حجۃ المتوفی ۸۳۷ھ صفی الدین حلی۔ فخر الدین بن مکانس المتوفی ۷۹۴ھ۔ ابن معتوق۔

پانچواں دور نئی روشنی (۱۲۲۰ھ سے ۱۳۵۷ھ)

اس دور میں مغربی تہذیب کا اثر اور مادہ پرستی کی طرف میلان سیاسی ہیجان جدید فلسفی و طبعی نظریے اور اختراعات و ایجادات نیز مختلف اقوام کا گہرا ربط ضبط یہ تمام چیزیں ایسی ہیں جن سے شاعری بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

عربی ممالک خاص طور پر شام اور مصر میں امیر کن مبلغین کے مساعی۔ یورپ کے مستشرقین کی کوشش یہ سبب امور ایسے پیدا ہو چکے ہیں جس سے عربی شاعری کا ایک جدید انقلاب نمایاں ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس دور کے نصف اول تک تو سخت جمود رہا اور شاعری میں کوئی ترقی نہ ہو سکی لیکن موجودہ دور میں عربی ممالک کی پھر لغت فصحی کی طرف توجہ شروع ہوئی اور نئے نئے شاعر پیدا ہوئے۔

استعمال | ۱۔ فطرتی مناظر۔ وجدانات۔ جذبات پر طبع آزمائی ہونے لگی، ۲۔ جدید آلات۔ ریل۔ بجلی۔ ٹیلیفون۔ پر اشعار کہے گئے۔

اسالیب | موجودہ دور کے کلام میں بدیع جناس کی کمی گئی اور سادگی کی طرف رجوع کیا گیا۔ چنانچہ اس صدی کے اکثر شعرا نے چوتھی پانچویں صدی کے شعرا کا رنگ اختیار کر لیا ہے۔

شعرا | محمود سامی بارودی۔ حفنی ناصف بک۔ شوقی۔ حافظ ابراہیم۔

میں نے بوجہ طوالت جغرافیائی لحاظ سے عربی شاعری پر تبصرہ نہیں کیا۔ حالانکہ اس لحاظ سے بھی عربی شاعری پر

پہنچ اونٹھا ہے۔ ۵

پھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس چمن کا دیکھکر   نالۂ بے اختیار بلبل نالاں ہیں ہم

حقیقی اور بلند پایہ شاعر فیلسوف ہوتا ہے یوں تو بقول شوپن ہائر (Shopen hauer) کے ہر انسان مابعد الطبیعاتی حیوان ہے لیکن نہ ہر انسان شاعر ہے نہ ہر شاعر فلسفی۔

وہ شاعر جو نظم نگاری ہی کی حد تک محدود نہیں بلکہ جن پر اسرار کائنات خود بخود منکشف ہوتے ہیں جو بنایا نہیں جاتا بلکہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے اندر کائنات کے متعلق حقیقت بینی کی وہی صفت رکھتا ہے جو ایک فلسفی کا حصہ ہوتا ہے۔ ٹے نی سن نے ایک پھول دیکھکر کہا تھا کہ اگر اس کو پوری طرح سمجھ لیں تو وہ خدا اپنی ذات اور کائنات کی ماہیت سے واقف ہو جائے گا۔

"ہر ورقی دفتریست معرفت کردگار" ابونواس کہتا ہے وفی کل شیئی لہ اٰیۃ   تدل علی اللہ واحد

فلسفہ دراصل ہمہ گیر توجیہ یا دوسرے الفاظ میں حسب امکان بشری حقائق کائنات کے معلوم کرنے کی کوشش کا نام ہے فلسفی انتہائی علل و اسباب معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کو ایک مسلسل جستجو رہتی ہے وہ عالم طبعی (مادیات) حیات۔ ذہن۔ سماج حکمت اور اقدار کے وسیع موضوع میں کام کرتا ہے، یقیناً فیلسوف کا کام بہ نسبت شاعر کے بہت زیادہ ہے (اقبال)

جہاں داری سے ہے مشکل تر کارِ جہاں بینی!   جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

فلسفی حقائق کو خشک پیرایہ میں بیان کرتا ہے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے لیکن اگر ان حقائق کو ایسے دلچسپ اور جذبات کے ابھارنے والے پیرایہ میں بیان کرتا ہو تو شاعری کی ضرورت ہوتی ہے۔

شاعری کے امتیازات	
	۱۔ شاعر کسی کے سمجھانے کے نہیں چلاتا۔ بلکہ خود سمجھ کر چیختا ہے۔
	۲۔ شاعر فلسفی یا مورخ کی طرح چیز کے ہر پہلو دیکھکر مستقل رائے قایم کرنے کا ذمہ دار نہیں۔ اسلئے ممکن ہے کہ

شاعر ایک چیز کی تعریف کرے اور اس کی مذمت بھی اور ممکن ہے کہ وہ ایک اچھی چیز کی مذمت کرے اور بری چیز کی تعریف۔ الغرض شاعر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر چیز کو من حیث ہو یا حسب الواقع پیش کرے۔

"بخار" کی حقیقت طبیب کے پاس عفونتی یا جراثیمی اثر کا نتیجہ ہے جس سے بدن کی حرارت بڑھ جاتی ہے اور لرزہ پھریری شروع ہوتے ہیں اور جب اس کی نوبت ختم ہو جاتی ہے تو پسینہ آتا ہے۔ لیکن شاعر (متنبی) کہتا ہے۔

وَزَائِرَتِي كَأَنَّ بِهَا حَيَاءً   فَلَيْسَ تَزُورُ إِلَّا فِي الظَّلَامِ
بَذَلْتُ لَهَا الْمَطَارِفَ وَالْحَشَايَا   فَعَافَتْهَا وَبَاتَتْ فِي عِظَامِي
يَضِيقُ الْجِلْدُ عَنْ نَفَسِي وَعَنْهَا   فَتُوسِعُهُ بِأَنْوَاعِ السِّقَامِ
أُرَاقِبُ وَقْتَهَا مِنْ غَيْرِ شَوْقٍ   مُرَاقَبَةَ الْمَشُوقِ الْمُسْتَهَامِ

ودعني لمحوه فتمكنت | من الوجنتين لمساً وقرصا
ثم قالت ألا امحه محو من | يجتهد في محوه ومن يتقصى
قلت بالقسط يمحى قالت اقسط | بالثنايا ولا تبع القسط مصا
قلت إن الذي أمرت به فر | ض علينا مؤكد ليس يعصى
ورأت أثر ما محوت فقالت | كان لصّا فصار والله فصا
قلت إن الفصوص تطبع | باللثم على خد كل من كان خرصا

ترجمہ - اس کے زلف کے لام سے میرے چومنے کا صاد ہم آغوش ہوا۔ یعنی میں نے اس کا بوسہ لیا۔ آئینہ میں دیکھنے سے اس کے رخسار پر نشان نظر آیا، وہ اس سے جھینپی اور شکوک نگاہ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ کچھ کتابت کا نشان سا نظر آرہا ہے لیکن لکھنے والے کا تو پتہ نہیں مجھے بلایا اور ان نشان کے مٹنے کی فرمائش کی میں نے دونوں رخسار کو اچھی طرح چوما اور کاٹا۔ کہنے لگی، اس کو ایسا مٹا دو کہ جس کے مٹانے میں پوری کوشش صرف کرنے کا پتہ چلے۔ میں نے کہا کہ اس کو تو چھیل کر مٹایا جا سکتا ہے اس نے کہا ہاں دانتوں سے چھیل دو، اور پھر چوس لو، میں نے کہا کہ یہ ایسا فرمان ہے جس کی تعمیل فرض ہے اور اس میں فروگذاشت جائز نہیں۔ میرے مٹانے کے بعد اس نے اس کے نشان کو دیکھا تو کہنے لگی کہ یہ نشان تھا اب تو نگینہ بن گیا، میں نے کہا بیشک ایسے نگینے ہی بذریعہ بوسے نرم رخسار پر بٹھائے جاتے ہیں۔

ایضاً:-

شبهتها بالبدر فاستضحكت | وقابلت قولي بالنكر
وسفهت قولي وقالت متى | سمجت حتى صرت كالبدر
والبدر لا يرنو بعينين كما | أرنو ولا يبسم عن ثغر
ولا يميط المرط عن ناهد | ولا يشد العقد في نحر
من قاس بالبدر صفاتي فلا | زال أسيرا في يدي هجر

ترجمہ - میں نے محبوبہ کو چاند سے تشبیہ دی، اس نے ہنس کر میرے قول کی تردید شروع کی، اس نے میرے کلام کا مذاق اڑایا اور کہنے لگی، اتنی میں کب بد مذاق ہوگئی کہ چاند جیسی بن گئی - نہ تو چاند میری طرح آنکھ سے ناز انداز کی نظر ڈال سکتا ہے اور نہ میری طرح دانت دکھا کر مسکرا سکتا ہے اور نہ ابھرے ہوئے سینہ سے چادر ہٹاتا ہے اور نہ سینہ کو مالا سے مزین کرتا ہے جو میرے اوصاف کو چاند سے مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ ہمیشہ فراق کے ہاتھ پابزنجیر رہے، اس نے میری اس قدر تحقیر کی۔

البهاء زہیر المتوفی سنہ ۶۵۶ھ

يعاهدني لا خانني ثم ينكث | واحلف لا كلمته ثم احنث

وذلك دأبي لا يزال ودأبه | فيا معشر الناس اسمعوا وتحدثوا

اقول له صلني يقول نعم غداً | ويكسر جفناً هازئاً بي ويعبث

وما ضر بعض الناس لو كان زارنا | وكنا خلونا ساعة نتحدث

امولاي اني في هواك معذب | وحتام ابقى في العذاب وامكث

فخذ مرة روحي ترحني ولم اكن | اموت مراراً في النهار وابعث

واني لهذا الضيم منك لآمل | ومنتظر لطفاً من الله يحدث

اعيذك من هذا الجفاء الذي بدا | خلائقك الحسنى ارق وادمث

تردد ظن الناس فينا واكثروا | اقاويل منها ما يطيب ويخبث

وقد كرمت في الحب مني شمائلي | ويسأل عني من اراد ويبحث

ترجمہ۔ وہ مجھ سے معاہدہ کرتا ہے کہ مجھ سے بیوفائی نہ کریگا پھر عہد شکنی کرتا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ اس سے کبھی نہ بولوں گا۔ پھر قسم توڑ دیتا ہوں، یہ میری اور اس کی مسلسل عادت ہے، اے لوگو سنو اور سناؤ۔ میں اوس سے وصل کی درخواست کرتا ہوں اور وہ کہتا ہے کہ کل اور آنکھ مار کے میرا مذاق اڑاتا ہے۔ وہ اگر مجھ سے ملے یا تنہائی کا موقع دے تو کسی کا جی کیوں جلتا ہے میری سرکار میں آپ کے عشق میں معذب ہوں، کب تک اس عذاب میں رہوں۔ ایک ہی مرتبہ مجھے مار ڈالو، تاکہ آرام کی نیند سو جاؤں یہ کیا مصیبت ہے کہ دن میں کئی بار مرتا ہوں اور پھر زندہ کیا جاتا ہوں، میں نے آپ کے یہ ظلم سہے اور اب خدائے تعالیٰ سے مہربانی کا منتظر ہوں۔ آپ جیسے خوش اخلاق ہستی سے ایسی جفا کیوں ہو رہی ہے، لوگ میرے بارے میں مختلف اچھی بری باتیں کہتے ہیں لیکن آپ کے محبت میں میرے خصائل منزہ ہیں جس کو چاہے اس کی تحقیقات کرے۔

۲۔ عرب کا معشوق عفت و عصمت کا حرم نشین ہوتا ہے وہاں تک رسائی مشکل ہوتی ہے اگر وہاں رخ کریں تو تلواروں کا سامنا ہوتا ہے چنانچہ متنبی کہتا ہے

دیارُ اللواتی دارهنّ عزیزةٌ | بسُمرِ القنا یُحفظن لا بالتمائمِ

میں ان حرم نشینوں کے گھر کا ذکر کرتا ہوں جن کی رہائش گاہیں گندم گوں نیزوں کے ذریعہ محفوظ ہوتی ہیں نہ کہ تعویذوں سے

عرب میں محبوبہ کے ایسے محافظوں کو رقیب کہتے ہیں، الغرض عرب کے عاشقانہ جذبات مناسب پرجوش شہرنشیانہ اور سچے ہوتے ہیں اس کے برخلاف ایرانیوں کا محبوب شاہد بازاری ہوتا ہے جو ہر ایک کو ماننرلگ سکتا ہے اس کے چاروں طرف عشاق کا جمگھٹا لگا رہتا ہے۔

۳- عربی غزلیات میں خود داری اور عزت نفس کے جذبات قائم رہے ہیں، عرب کا عاشق طالب ہے گدا نہیں، جانباز ہے، غلام نہیں آمادہ مصائب ہے لیکن ذلیل نہیں وہ معشوق سے مخاطب ہو کر کہتا ہے۔

فَلَا تَحْسَبِي اَنِّي تَخَشَّعْتُ بَعْدَكُمْ　　وَلَا اَنَّنِي بِالْمَشْيِ فِي الْقَيْدِ اَخْرَقُ

ترجمہ- یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے بعد میں ذلیل ہو گیا اور نہ یہ کہ پاؤں کو زنجیر میں بند پاکر اپنے وقار کے خلاف حرکت کرتا ہوں۔

لیکن ایران کا شاعر اپنے آپ کو ذلیل قرار دیتا ہے، عاشق کی گلی کا کتا کہتا ہے

۴- فارسی شاعری میں معشوق حسن صورت کے لحاظ سے جس قدر بے مثل و بے نظیر ہے اسی قدر اخلاق کے لحاظ سے دنیا کے تمام عیوب کا مجموعہ ہے، وہ جھوٹا ہے، بدعہد ہے، ظالم ہے، سفاک ہے، مکار ہے، دغاباز ہے، فتنہ گر ہے، حیلہ ساز ہے، شریر ہے، کینہ پرور ہے، نہایت احمق ہے، ہر ایک کی بات مان لیتا ہے، اور ہر ایک کے قابو میں آجاتا ہے۔

فخریہ | شعراء عرب صاحب تیغ و علم ہوتے ہیں، اسلئے انھوں نے اپنے معرکے لکھے اور فخریہ قصائد نظم کئے، عمرو بن ہند نے یہ معلوم کر کے عرب میں عمر بن کلثوم کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس کی ماں عمرو بن ہند کی ماں کی اطاعت و خدمت سے انحراف کرے عمر بن کلثوم اور اس کی ماں قبیلہ کے ممتاز افراد کو دعوت دی زنانہ دعوت خانہ میں عمرو بن ہند کی ماں نے عمر بن کلثوم کی ماں سے کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے اس کے اٹھا لانے کو کہا تو اس نے کہا جس کو ضرورت ہے وہ خود اٹھائے- دوسری مرتبہ پھر حکم دیا، اس نے نہ مانا، تب تیسری مرتبہ اٹھا لانے کو کہا، عمر بن کلثوم کی ماں "واتغلبا" ہائے تغلب کہکر چیخی، عمر بن کلثوم اور اس کے ساتھیوں نے تلوار نیام سے کھینچ لی، عمرو بن ہند کا سر قلم کر لیا اور ایک مشہور قصیدہ کہا جو کعبہ میں آویزاں کیا گیا اور اس کو معلقات کی فہرست میں درج ہونے کا شرف حاصل ہوا کہتے ہیں کہ اس قصیدہ سے قبیلہ تغلب میں شجاعت، بہادری، دلیری بڑھ گئی جو کئی سو سال تک قائم رہی، یہ قصیدہ اس قبیلہ کے بچہ بچہ کو یاد تھا۔

اَلَا هُبِّي بِصَحْنِكِ فَاصْبَحِينَا　　وَلَا تُبْقِي خُمُورَ الْاَنْدَرِينَا
اَبَا هِنْدٍ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْنَا　　وَاَنْظِرْنَا نُخَبِّرْكَ الْيَقِينَا
بِاَنَّا نُوْرِدُ الرَّايَاتِ بِيضًا　　وَنُصْدِرُهُنَّ حُمْرًا قَدْ رُوِينَا
بِاَيِّ مَشِيئَةٍ عَمْرَو بْنَ هِنْدٍ　　نَكُونُ لِقَيْلِكُمْ فِيهَا قَطِينَا

بايِّ مَشِيئَةٍ عمرَ بنَ هندٍ | تُطِيعُ بِنَا الوشاةَ وتزدرِينا
ألَا لا يَجْهَلَنْ احدٌ علينا | فنجهلَ فوقَ جهلِ الجاهلينا
اذا بلغ الفطام لنا صبيٌّ | تخرّ له الجبابر ساجدينا

ترجمہ۔ اپنا ساغر نکالو اور صبوحی شراب کا دور چلنے دو، اندرین کی شراب سب ختم کر ڈالو، اے پدر ہند جلد بازی سے کام نہ لو۔ ہم کو مہلت دو۔ ہم تم کو حقیقت سمجھا دینگے کہ ہم وہ لوگ ہیں کہ اپنے سفید نشانوں کو لیکر جنگ پر جاتے ہیں اور سرخ اور خون سے سیراب کرکے پلٹتے ہیں۔ عمر بن ہند تونے کس خیال سے چغلخوروں کا کہنا مان کر ہم کو حقیر سمجھا۔ خبردار کوئی بھی ہمارے سامنے جہالت کا برتاؤ نہ کریں ورنہ ہم ان کی جہالت کا جہالت سے جواب دینے تیار ہیں۔

جب ہمارا بچہ شیر خواری کا زمانہ ختم کرتا ہے تو اس کے سامنے بڑے بڑے زبردست ہستیوں کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے

علامہ شبلی کہتے ہیں کہ غور کرو شعراء فارس اس کے مقابلہ میں کس چیز پر فخر کرسکتے ہیں، نظامی و عرفی نے بڑے زور کے نعرے لکھے ہیں لیکن فخر کی ساری کائنات یہ ہے کہ ہم اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں۔ الفاظ اور حروف ہمارے باجگذار ہیں مضامین ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں اس سے آگے بڑھے تو یہ کہدیا کہ ہم پری پیکر ہیں۔ چنانچہ عرفی کہتا ہے ؎

سر برزدہ ام بامہ کنعان زیکے جیب | معشوق تماشا طلب آئینہ گیرم
میگویم و اندیشہ ندارم ز ظریفان | من زہرۂ رامشگر و من بدر منیرم

ایرانی شاعر ہمیشہ غلام رہے، غلامی میں پلے وہ اپنے لئے نہیں بلکہ دوسروں کے لئے پیدا ہوئے۔ شعر العجم ۴ ۔ ۸۳۔

صفی الدین حلی، المتوفی سنہ ۷۵۰ھ

سلِ الرماحَ العوالي عن معالينا | واستشهدِ البيضَ هل خابَ الرجا فينا
لقد سعينا فلم تضعف عزائمنا | عما نروم ولا خابت مساعينا
قومٌ اذا استخصموا كانوا فراعنةً | يوماً وان حُكّموا كانوا موازينا
اذا ادّعوا جاءت الدنيا مصدّقةً | وان دعوا قالت الايام آمينا
انا لقومٌ ابت اخلاقنا شرفاً | ان نبتدي بالاذى من ليس يؤذينا
بيضٌ صنائعنا سودٌ وقائعنا | خضرٌ مرابعنا حمرٌ مواضينا

بلند نیزوں اور سفید تلواروں سے ہمارے بلند کارناموں کے متعلق دریافت کرو، کہ کیا کبھی ہم سے جو توقعات تھیں ان میں ناکامی ہوئی۔ ہم نے کوشش کی اور ہمارے پختہ ارادے مقصد کے حصول میں کبھی کمزور نہ ہوئے

اور نہ ہماری کوششیں ناکام رہی ہم ایسی قوم ہیں کہ اگر ہم کو فریق بنایا گیا تو ہم فرعون بنے اور کسی کا جواب نہیں دیا، لیکن اگر خود ہم پر فیصلہ چھوڑ دیا گیا تو ہم عدل کی ترازو ثابت ہوئے اگر ہم کوئی دعوی پیش کیا تو دنیا نے اس کی تصدیق کی اور اگر ہم نے دعا کی تو زمانہ کو آمین کہنا پڑا، الغرض جو دعوی کئے ثابت کر کے چھوڑا، اور جو امید کی پوری کی گئی ہمارے شریفانہ اخلاق سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ ہم ایسے لوگوں کو تکلیف دیں یا ان کو چھیڑیں جو ہم کو تکلیف نہیں دیتے، ہمارے کارنامے روشن، ہمارے واقعات بہت خطرناک، ہماری رہائش گاہیں سرسبز اور ہماری تلواریں خون اعداء سے سرخ۔

عنترہ عبسی المتوفی سنہ ھ

حکم سیوفك فی رقاب العذل — واذا نزلت بدار ذل فارحل

واذا الجبان نهاك یوم کریهة — خوفاً علیك من ازدحام الجحفل

فاعص مقالته ولا تحفل بها — واقدم اذا حق اللقا فی الاول

واختر لنفسك منزلا تعلو به — اومت کریما تحت ظل القسطل

وبذا البلی ومهلهل نلت العلا — لا بالقرابة والعدید الاجزل

لا تسقنی ماء الحیاة بذلة — بل فاسقنی بالعز کاس الحنظل

ماء الحیاة بذلة کجهنم — وجهنم بالعز اطیب منزل

نکتہ چینوں کی باتوں کی پروانہ کر ان کو تو تلوار سے قتل کر دے، اور جب کسی ذلت کے مقام پر قیام کیا ہو تو وہاں سے کوچ کر دے۔ جب بزدل تجھے جنگ کے روز تو جلبشی سے روکے اس خوف سے کہ تو ہلاک نہ ہو جائے تو اس کے قول کی مخالفت کر، اور اس کی پرواہ مت کر، اور جب جنگ مقرر ہو جائے تو صف اول میں رہ اور آگے بڑھ۔ اپنے آپ کے لئے ترقی کی کوشش کر یا نہیں تو جنگ میں جان دیدے، میں نے جو ترقیاں کی وہ صرف اپنی تلوار اور نیزہ کے بھرتے پر نہ کہ کسی کی رشتہ داری یا بڑی فوج کی مدد سے۔ ذلت کے ساتھ تو میں آب حیات بھی پینے تیار نہیں اور عزت کے ساتھ تو اندرائن کا جام بھی پی لوں۔ آب حیات ذلت کے ساتھ دوزخ ہے اور دوزخ میں بھی اگر عزت حاصل ہو تو وہ خوشگوار مقام ہے۔

مدح | عرب ہجیہ اشعار کہنا عار سمجھتے تھے، شروع شروع میں کسی محسن کے احسان کے شکریہ میں چند اشعار کہدئے جاتے تھے جیسا کہ امرؤالقیس نے بنی تیم کی مدح میں کہا ہے جو اس کے محسن معلی کا خاندان ہے کیونکہ معلی نے اس کو منذر بن ماءالسماء سے پناہ دی تھی جو امرؤالقیس سے بدلہ لینا چاہتا تھا جس نے اس کے بھائیوں کو دیر مرینا کے واقعہ میں قتل کیا۔

اقرحشا امرؤ القیس بن حجر   بنو تیم مصابیح الظلام

اس شعر کی وجہ سے بنو تیم "مصابیح الظلام" کے نام سے موسوم ہوئے نابغہ پہلا شخص ہے جس نے مدحیہ قصائد کہنا اور انعام حاصل کرنا شروع کیا۔ زہیر بن ابی سلمٰی نے بھی ہرم بن سنان کی مدح کی اور ہرم نے اس کو بہت نوازا اعشیٰ نے اوس کو پیشہ بنالیا اور عرب کے سرداروں کے علاوہ شاہان عجم کے دربار تک پہنچا اور انعامات وصلے حاصل کئے حطیئہ نے اس بارہ میں شاعری کو نہایت درجہ گرادیا لیکن پھر بھی مجموعی لحاظ سے عربی شعراء نے اپنی آن بان قایم رکھی اور مدحیہ اشعار کہنا عرب کے خودداری کے اصول کیخلاف رہا، چنانچہ ایک رئیس نے ایک عرب شاعر سے مدح کہنے کو کہا تو کہدیا کہ "افعل حتی اقول"

عرب شعراء اکثر اس وقت مدح لکھتے تھے جب ممدوح کوئی زبردست معرکہ سر کرتا، معتصم باللہ نے ایشیائے کوچک میں عموریہ فتح کیا تھا، چند روز کے بعد عیسائیوں کا قبضہ ہوگیا اور ایک دن ایک عیسائی نے ایک مسلمان عورت کو پکڑ لیا عورت چلائی اور وامعتصما کہا (ہائے معتصم) یہ اطلاع دربار خلافت میں پہنچی معتصم نے پوچھا عموریہ کدھر ہے سمت بتلائی گئی اس سمت رخ کرکے لبیک لبیک کہا اور فوجوں کو تیاری کا حکم دیا، دربار کے بعض منجمین نے کہا یہ وقت روانگی کے لئے مناسب نہیں ہے اگر اس وقت فوج روانہ ہوگی تو شکست ہوگی، معتصم نے نہ مانا۔ ایک لاکھ سے زائد فوج لیکر نکلا اور عموریہ فتح کیا، عورت کی تلاش ہوئی جب سامنے آئی تو کہا کہ آج میں نے مزے سے کھانا کھایا، جب اس جنگ سے واپس آیا تو دربار میں منجم بھی تھا۔ ابو تمام نے یہ قصیدہ پڑھا۔

السیف اصدق انباء من الکتب   فی حدہ الحد بین الجد واللعب

والعلم فی شھب الارماح لامعۃ   بین الخمیسین لا فی السبعۃ الشھب

تلوار بہ نسبت کتابوں کے زیادہ سچ بولتی ہے اس کی باڑھ سنجیدگی اور مسخراپن کی حد فاصل ہے۔ علم برچھیوں اور نیزوں کے ستاروں سے چمکتے شعلوں میں چمکتا ہے نہ کہ سبعہ سیارہ میں۔

ہارون رشید کے زمانہ میں ایشیا کوچک عیسائیوں کے قبضہ میں تھا اور ان سے بطور خراج رقم وصول ہوتی تھی جب نائیس فورس تخت نشیں ہوا تو اس نے ہارون الرشید کو لکھدیا کہ میرے پہلے یہاں کی حکمران ایک عورت تھی اس سے طے شدہ معاہدات کا میں ذمہ دار نہیں، میں خراج نہ دوں گا، ہارون الرشید نے یہ خط پڑھا تو بہت برہم ہوا دربار کے لوگ منتشر ہوگئے ہارون رشید نے فوراً صرف اتنا جواب لکھا۔

او سگ رومی، اس خط کا جواب سننے سے پہلے تو دیکھ لیگا" حملہ کی تیاری کی اور ایشیائے کوچک کے دارالسلطنۃ فتح کرکے واپس آیا، نائیس نے پھر دوبارہ بغاوت کی کسی کی جرات نہ ہوئی کہ یہ اطلاع ہارون رشید تک پہنچا سکے بالآخر ایک شاعر نے دربار میں جاکر یہ قصیدہ پڑھا۔

نقص الذی عطیتہ یتعفو س   فعلیہ دائر البواس تدا و س

ہارون رشید نے ٹھنڈی سانس بھری اور کہا کیا ایسا ہوا ہے، شدت کے جاڑے تھے لیکن اسی وقت فوجوں کو تیاری کا حکم دیا، وہاں پر ہرقل کی تصویر کھنچوائی اور اپنے تینوں بیٹوں کے نام لکھوائے، ایک مہینہ تک محاصرہ کیا اور فتح کر کے واپس ہوا۔ درباری شعرا نے قصائد پڑھے۔

عرب اور ایران کی مدحیہ شاعری میں یہ مابہ الامتیاز چیز ہے کہ عرب کے مدحیہ قصائد وقائع نگاری سے مملو ہوتے ہیں اور اس پیرایہ میں واقعات لکھے تھے۔ غرض جذبات میں تحریک اور آئندہ دلوں میں ایسے معرکے سر کرنے کے ولولے پیدا ہو جاتے تھے۔ جس کی مدح کی جاتی تھی وہ اس کے مستحق ہوتے تھے اور مدح میں جو کہا جاتا تھا سچ ہوتا تھا۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں فارسی قصائد میں یہ شرطیں کبھی جمع نہیں ہوتیں، اوّلاً تو اکثر ایسے لوگوں کی مدحیں لکھی گئیں جو سرے سے مدح کے مستحق نہ تھے یا تھے تو ان کے واقعی اوصاف نہیں لکھے گئے بلکہ تمام قوت مبالغہ اور غلو میں صرف کیگئی۔ اکبر خانخاناں شاہجہاں کے سینکڑوں معرکے تاریخی یادگار ہیں جن کے بیان سے مردہ دلوں میں جنبش پیدا ہوسکتی ہے عرفی نظیری۔ فیضی وغیرہ نے ان لوگوں کی مدح میں سینکڑوں پُر زور قصائد لکھے لیکن ان معرکوں کا کہیں نام تک نہ آیا۔

الغرض مدحیہ قصائد اقوام اور بہادران قوم کے شاہکار اور ان کے کارناموں کے تاریخی اوراق ہوتے ہیں جو ان بہادروں اور کارگزار افراد کے کارناموں کو زندہ رکھتے اور مرنے والوں کو حیات ثانیہ بخشتے ہیں۔

ترقی یافتہ قوموں کے شریفانہ اخلاق کو زندہ رکھنے والی چیز اُن کے تاریخی واقعات کا زندہ رہنا ہے اور بہ نسبت خشک تاریخی قصوں کے یہ کام مدحیہ قصائد سے بہت خوبی سے انجام پاتا ہے، کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی کے علاوہ اس سے آئندہ آنے والی نسل کیلئے باعث تشویق ہوتے ہیں کہ اگر ہم بھی دنیا میں کوئی کام کرینگے تو ہمارا نام بھی زندہ رہے گا۔

نیچرل شاعری (وصف) ارسطو کے تشریح کے مطابق شاعری مصوّری ہے بلکہ شاعری کا درجہ مصوری سے بہت بڑھا ہوا ہے مصور صرف مادی اشیاء کی تصویر پیش کرتا اور ممکن ہے کہ مصور اگر نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے تو کسی ایک عصبی تاثر یعنی نفسانی کیفیت رنج خوشی استعجاب پریشانی بے تابی وغیرہ بھی تصویر سے ظاہر کرسکے چنانچہ مشہور ہے کہ جہانگیر کے سامنے ایک عورت کی ایسی تصویر پیش کیگئی تھی جس کے تلوے سہلائے جارہے تھے اور گدگدی کا اثر اس کے چہرہ پر طاری تھا۔ تاہم تصویر سے گوناگوں واقعات حالات ظاہر کرنا مشکل ہے۔ خصوصاً

غیر مادی امور انقلابات، خیالات اور واقعات کے سلسلہ کو تصویر سے واضح کرنا ناممکن سا ہے بجز اس کے کہ فلمی صورت میں مجموعہ تصاویر سے اس کو واضح کیا جائے جو موجودہ زمانہ کا نہایت ترقی یافتہ فن ہے، پھر بھی صرف خاموش تصویر اس کام کو پورا انجام نہ دے سکی اور اس کیلئے شاعری و موسیقی کی ہم آہنگی ضروری معلوم ہوئی اور اب ناطق فلم نے اس فن کو مکمل کیا۔ عربی نیچرل شاعری شروع میں پہاڑوں کی بلندی، قافلوں کی روانگی، اونٹ گھوڑے سفر قیام گاہوں کے کھنڈر وغیرہ کے شروع تک محدود رہی لیکن بعد میں چل کر مختلف چیزوں کی تشریح وصف کے لئے اس کا دائرہ وسیع ہوا ہے، یہاں تک اس فن سے معموں کے فن نے جنم لیا۔

سری رفا (ہلال)

وکأنّ الہلال نون لجین غرقت فی لجۃ زرقاء

چاند ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ چاندی کی مچھلی ہے۔ نیلگوں سمندر میں غوطہ لگا رہی ہے۔

امراؤ القیس (رات)

ولیلٍ کموج البحر ارخی سدولہ علیّ بانواع الہموم لیبتلی

ایک رات جس نے قسم قسم کے ہم و غم کے ساتھ اپنے پردے مجھ پر ڈال دئے وحشت اور بھیانک پن میں سمندر کے موج کی طرح معلوم ہوتی ہے۔

(رات)

لیلتی ھذہ عروس من الزنج علیھا قلائد العقیان

میری رات ایک حبش کی دلہن معلوم ہوتی جن پر موتیوں کے ہار ہیں۔

وسھیل کوجنۃ الحِبّ فی اللو ن وقلب المحبّ فی الخفقان

ستارہ سہیل رنگ کے لحاظ سے رخسار معشوق کے ویسا سرخ اور چھپکنے میں عاشق کے دھڑکنے والے دل کی طرح معلوم ہوتا ہے۔

گھوڑوں کی تیز اور نرم رفتار (متنبی)

یطأ الثری مترفقا من تیھہ فکأنہ آسٍ یجسّ علیلا

وہ زمین پر اپنے ناز انداز سے اس طرح قدم رکھتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کوئی حکیم صاحب ہے جو کسی بیمار کے نبض دیکھ رہے ہیں

ولو وطئت فی سیرھا جفن نائم   بَاَخْفَافِھا اَلْمُنْتَبِہْ مِّن مَنامہ

وہ اپنی رفتار میں اپنے پاؤں اتنے سبک رکھتا ہے کہ اگر سونیوالے آدمی کے پلکوں پر رکھے تو وہ اس کو نیند میں خلل بھی نہ ہو۔

آگ۔

رائت یاقوتۃ مُشَبّکۃ   تطیر عنھا قراضۃ الذّھب

ایک شعلہ فشاں یاقوت ہے جس سے سونے کی چنگاری اڑ رہی ہے

عاشق کے لاغری کے متعلق

امیر تمیم

او فتشوا جسمی مَا اَبْصَرُوا   غیر الاسی یسرح بین الثیاب

اگر میرے جسم کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہوگا ایک مجسم رنج ہے جو کپڑوں میں ملفوف حرکت کر رہا ہے۔

متبنی

روح تخلّل فی مِثْل الخلال فلو   فلو اطارت الریح عنہ الثوب لم یبن

میری روح ایک خلال نما جسم کے درمیان ہے اگر ہوا سے کپڑے اُڑ جائے تو اس کا دکھنا مشکل ہوگا

ایضاً

ولو قلمٌ القیتُ فی شِقّ رأسہ   مِنَ السُّقم ما غیّرتُ فی خطّ کاتب

بیماری سے اتنا گھل گیا کہ اگر قلم کی زبان کے شگاف میں رکھکر کاتب لکھنا چاہے تو خط میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔

پانی میں تاروں اور چاند کے عکس کا منظر۔ معری،

بہ غرقی النجوم فبین طافٍ   و رأسُ یستسّر ولیتبان

اَحَلّ بہ غوانی الجن لعبًا   فاعجلھا الصّباح وفیہ جان

تصیم نصفہ فی الماء بادٍ   ونصف فی السّماء بہ تزان

اس تالاب میں کچھ تارے غوطے لگا رہے ہیں کسی کا سر پانی سے باہر آتا ہے اور کسی کا سر اندر جاتا ہے۔
ہلال کا عکس جو پانی میں نظر آرہا ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ شب میں پریوں نے پانی میں کھیل و کھینچا تانی کی ہوگی، چنانچہ اس کشمکش میں ایک کنگن ٹوٹ گیا جس کا نصف پانی میں پڑا ہوا، اور نصف آسمان پر

دکھ رہا ہے۔

تاروں اور ہلال کی دوسری تشبیہ ۔ معرّی

کان اللیل حارَ بہا ففیہ ۔۔۔ ہلالٌ مثلَ ما انعطفَ السِّنان
ومن ام النجوم علیہ دِرْعٌ ۔۔۔ یُحاذِرُ اَن یمزقہا الطعان
وقد بسطت الی الغرب الثریا ۔۔۔ یدٌ عُلقَتْ بانملہا الرھان
کان یمینہا سرقتک شیئاً ۔۔۔ ومقطوعٌ علیٰ السَّرَق البَنان

معلوم ہوتا ہے کہ رات اور ہمارے ممدوح کے لشکر کے درمیان جنگ ہو گئی تھی اب یہ ہلال کس کے نیزہ کا مڑا ہوا ٹکڑا معلوم ہوتا ہے۔ کہکشاں کے تارے نہیں ہیں بلکہ رات کا ذرہ بکتر ہے اور اب بہت ڈر رہی ہے کہ اس کا یہ ذرہ بکتر نیزہ کی انی سے پھٹ نہ جائے۔ ثریا مغرب کی طرف اپنا وہ ہاتھ بڑھاتا ہے جس کی انگلیاں کٹ گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کچھ چرایا تھا جس کی سزا میں اس کی انگلیاں کاٹی گئی تھی یاد رہے کہ ثریا کے عربوں کے پاس دو ہاتھ ہیں ایک حنائی اور ایک کی انگلیاں کٹی ہوئی ہیں، کف خضیب۔ کف جذما

ایک سانولی کی تعریف، شریف رضی متوفی ۴۰۶ھ

احبك یالون الشباب لانّنی ۔۔۔ رأیتکما فی القلب والعین توأما
سکنت سواد القلب اذ کنت شبہہ ۔۔۔ فلم أدر من عزّ من القلب منکما

اے رنگ جوانی مجھے تجھ سے عشق ہے کیونکہ دل میں بھی یہی رنگ نظر آتا ہے اور آنکھوں میں بھی یہی رنگ ملتا ہے۔ سواد قلب میں تو آ کر بسی ہے، کیونکہ تو اس کے مشابہ ہے، اب مجھے پتہ نہیں چلتا کہ دونوں میں سے دل کون ہے۔

جھپکنا ۔ معری

یسرع اللمح فی احمرار کما تسرع ۔۔۔ فی اللمح مقلۃ الغضبان

سرخی لئے ہوئے تارا بہت جلد جلد جھپکتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی غضب ناک شخص کی آنکھ ہے

عاشق کا کھنڈر پر سوچتے کھڑے ہونا (متنبی)

بلیت بلی الاطلال ان لم اقف بہا ۔۔۔ وقوف شحیح ضاع فی الترب خاتمہ

کھنڈروں کی طرح مجھے بھی تباہی نصیب ہو اگر وہاں پر اس بخیل کے مانند جس کی مٹی میں انگوٹھی گم ہو گئی ہو اور سوچتا ڈھونڈھتا کھڑا رہ کر یاد رفتگاں میں مصروف نہ ہو جاؤ

قوس قزح، سیف الدولہ

وساقٍ صبیحٍ للصّبوح دعوتُہ — فقامَ وفی اَجفانہ سنۃ الغمضِ
یطوف بکاسات العقار کانجم — فمن بین منقضٍّ علینا ومنقضِ
وقد نشرت ایدی النجوم مطارفا — علی الجوِّ کُنًّا والحواشی علی الارضِ
یطرزہا قوس السحاب باصفرٍ — علی احمرٍ فی اخضرٍ تحت مبیضٍّ
کاذیال خودٍ اقبلت فی غلائلٍ — مصبغۃ والبعض اقصر من بعض

ایک خوبصورت ساقی کو میں نے بلایا اور وہ کھڑا ہوا حالانکہ اس کی آنکھوں میں غنودگی سی مستی تھی، دور شراب چل رہا تھا اور ساغر مانند تاروں کے نظر آ رہے تھے جو آسمان سے یکے بعد دیگر ٹوٹ رہے تھے۔ باد جنوب نے فضا پر کالی چادریں پھیلا دی تھیں جس کے حاشیئے زمین پر لٹک رہے تھے قوس کی شکل میں ابر نے اس کو سنوارا تھا چادر کے کنارے پر قدرت نے سرخ سفید، سبز رنگ کی بیلیں ٹانک دی ہیں گویا کہ ایک عروس نازنین نے اون کے رنگین پیراہن پہن لئے ہیں جن کے دامن علی الترتیب ایک دوسرے سے چھوٹے ہوتے چلے گئے ہیں۔

شراب۔

رقّ الزجاجُ ورقّت الخمرُ — فتشابہا فتشاکل الامرُ
فکأنّما خمرٌ ولا قدحٌ — وکانّما قدحٌ ولا خمرُ

شیشہ جام بھی رقیق اور شراب بھی رقیق دونوں بالکل مشابہ ہیں گویا کہ شراب ہے اور جام غائب یا صرف جام بلا شراب ہے۔

چمن میں نسیم کا چلنا۔ ذہبی (یوسف) المتوفی ۶۸۰ھ

ھلمّ یا صاحِ الی روضۃٍ — یجلو بہا العانی صدا ھمّہ
نسیمہا یعثر فی ذیلہ — وزہرہا یضحک فی کمّہ

دوست چلو ایک چمن میں تو آؤ جہاں مصیبت زدہ کے ہم و غم کا زنگ دور ہو طبیعت صاف ہو جاتی ہے اس چمن کی باد صبا اپنے ہی دامن میں الجھکر رہ جاتی ہے جس سے پھول اپنے شگوفہ (آستین) میں مسکرا دیتا ہے۔

موسم بہار۔ بحتری ابو عبادۃ المتوفی ۲۸۴ھ

اتاك الربیع الطلق یختال ضاحکا — من الحسن حتی کاد ان یتکلّما
وقد نبّہ النیروز فی غسق الدجی — اوائل ورد کنّ بالامس نوّما

یعتقها برد الندی فکأنه	یبثّ حدیثا کان قبل مکتما
ورقّ نسیم الریح حتی حسبته	یجیٔ بأنفاس الاحبة نعما

موسم بہار کی آمد ہے جو ہنستے ہوئے اپنے حسن کے غرور سے بڑے ناز و انداز سے چل رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب قریب ہے کہ بول اٹھے نیر درنے رات کی تاریکی ہیں گل کے پھلی صف کو بیدار کر دیا جو ال تک مزہ کی نیند لے رہے تھے۔ شبنم کی ٹھنڈک انہیں کھلا رہی ہے گویا کہ وہ اس کو کوئی پوشیدہ راز کی بات کہہ رہی ہے جس سے وہ خوش خوش ہو رہے ہیں۔ باد صبا اتنی نازک لطیف ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ دوستوں کے سانس پر مشتمل ہے۔

اولاد - معلّی - ہرون رشید کے زمانہ میں مصر میں رہتا تھا۔

وانما اولادنا بیننا	اکبادنا تمشی علی الارض
ان هبت الریح علی بعضهم	اشتفقت العین من الغمض

بیشک ہماری اولاد ہمارے درمیان ہمارے لخت جگر ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی کو ہوا بھی مس کرے تو آنکھ کے لئے بوجہ فرط شفقت نیند حرام ہو جاتی ہے۔

فطرت کی نیرنگیاں - ابن سہل اندلسی المتوفی سنہ ۶۴۹

الارض قد لبست رداء اخضرا	والطل ینثر فی رباها جوهرا
هاجت فخلت الزهر کافورا بها	وحسبت فیها الترب مسکا اذفرا
وکأن سوسنها یصافح وردها	ثغر یقبّل منه خدا احمرا
والنهر ما بین الریاض تخاله	سیفا تعلق فی نجاد اخضرا
وجرت لصفحتها الریا فحسبتها	کفا ینمق فی الصحیفة اسطرا
والطیر قد قامت به خطباؤه	لم تتخذ الا الاراکة منبرا

زمین سرسبز پوش ہے جس پر شبنم نے جواہرات بکھیر دئے ہیں یہ منظر ولولہ خیز ہے۔ پھول کا فور کا مزہ دے رہے ہیں اور وہاں کی مٹی میں تیز مشک کی بو آرہی ہے۔ گل سوسن گل سے مصافحہ کر رہا ہے یا یوں کہئے گل کے گلابی رخسار پر کسی کے سفید دانت گستاخی کر رہے ہیں چمنوں کے درمیان سے نہریں گذرتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے سبز حمائل میں تلوار داخل ہو رہی ہے، اس چمن کے نواح اطراف میں جیسے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ صحیفہ فطرت میں ایک دست قدرت صناعی کے نمونوں کی سطر لکھ رہی ہے، پرندوں کے تصویریں پیلو کے درخت کو منبر بناتے ہوئے اپنی تقریر دلپذیر میں مصروف ہیں۔

فطرت - ابن الساعاتی

والطل فی سلک الغصون کلؤلؤ — رطب یصافحه النسیم فیسقط
والطیر تقرأ والغدیر صحیفة — والریح تکتب والغمام ینقط

شبنم ڈالیوں کی مالا میں موتیوں کا نظارہ پیش کرتی ہے جو باد نسیم کے آنے اور مصافحہ کرنے پر زمین پر گرتے ہیں - بوندیں پڑ رہی ہیں اور تالاب صحیفۂ قدرت کا کام دے رہا ہے۔ ہوا لکھ رہی ہے اور ابر نقطے دے رہا ہے۔

پہیلیاں

تربوز - ابن التعاویذی

حلوة الریق حلال — دمه فی کل مله
نصفها بدر وان قسمتها — صارت اهله

شیریں لب ہے اس کا خون ہر ملت میں جائز ہے۔ نصف کر دو تو چاند اور ٹکڑے کر دو تو ہلال۔

ترازو - امیر تمیم

وماصدوق بلا نطق ولا فهم — براهین مبین صامت حکم
یقضی ولیس له سمع ولا بصر — وترتضیه الوری طرا اذا اختصموا

ایک سچا ہے جو بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا۔ نیک ہے، امین ہے۔ خاموش ہے۔ لیکن فیصلہ کن حکم سناتا ہے۔ فیصلہ کرتا ہے۔ لیکن نہ اوس کو کان ہے نہ آنکھ پھر لطف یہ ہے دنیا ان کے فیصلہ کو منظور کرتی ہے۔

کتاب - لنا جلساء ما نمل حدیثهم — الباء ما مونون غیبا ومشهدا

ہمارے چند ہمنشین ہیں جن کی باتوں سے طبیعت اکتاتی ہی نہیں۔ عقلمند ہیں۔ ایسے دوست ہیں جو غیبت و حضور میں کبھی غیبت نہیں کرتے۔

قفل - البھا - زہیر ۶۵۶ھ

واسود عار انحل البرد جسمه — ومازال من اوصافه الحرص المنع
واعجب شیئ کونه الدهر حارسا — ولیس له عین ولیس له سمع

ایک سیاہ برہنہ لاغر بدن ہے اور جن کا بڑا اصول کسی کو نہ دینا ہے سب سے تعجب خیز یہ ہے کہ ہمیشہ وہ نگہبانی کی خدمت انجام دیتا لیکن نہ اوس کو کان ہے اور نہ آنکھ۔

حکیمانہ کلام | جاہلیت میں اگرچہ بظاہر حکیمانہ کلام کم ہونا خیال ہوتا لیکن جو کچھ بھی ہے نہایت سادہ موثر اور واقعات کی تشریح معلوم ہوتی ہے۔

طرفہ بن عبد - عزیزوں کا ظلم۔

وظلم ذوی القربی اشد مضاضة　　على المرء من وقع الحسام المهند

قرابت والوں کا ظلم انسان کیلئے تیغ ہندی سے بھی زیادہ تکلیف ہے - زمانہ خود مودب ومعلم ہے -

ستبدی لک الایام ما کنت جاهلا　　ویأتیک بالاخبار من لم تزود

صحبت کا اثر

عن المرء لا تسئل وسل عن قرینه　　فکل قرین بالمقارن یقتدی

آدمی کے کیرکٹر معلوم کرنا ہے تو وہ کن کن کے ساتھ رہتا ہے معلوم کرو - دوست کے کیرکٹر ہی انسان کے کیرکٹر کا آئینہ ہو سکتا ہے۔

زہیر - بڑھاپے سے بیزاری

سئمت تکالیف الحیاة ومن یعش　　ثمانین حولا لا ابا لک یسأم

زندگی کے تکالیف سے بیزار ہوگیا ہوں اور جو شخص اسّی سال کی عمر کا ہو، اس کو بیزار ہونا ہی چاہیئے۔

آئندہ کی خبر نہیں۔

واعلم ما فی الیوم والامس قبله　　ولکننی عن علم ما فی غد عم

موت کا نشانہ لگانا۔

رأیت المنایا خبط عشواء من یصب　　یمته ومن یخطئ یعمر فیهرم

دنیا سازی کی ضرورت۔

ومن لا یصانع فی امور کثیرة　　یضرس بانیاب ویوطأ بمنسم

عزت کی حفاظت کیلئے پیسہ خرچنا۔

من یجعل المعروف من دون عرضه　　یفره ومن لا یتق الشتم یشتم

غیر مستحق پر احسان کرنا۔

ومن یجعل المعروف فی غیر اھلہ　　یکن حمدہ ذما علیہ ویندم

اپنے ناموس کی حفاظت کرنا۔

ومن لایذد عن حوضہ بسلاحہ　　یھدم ومن لایظلم الناس یظلم

خود اپنی آپ عزت کرنا۔

ومن یغترب یحسب عدوا صدیقہ　　ومن لایکرم نفسہ لا یکرم

انسان کے خصائل چھپ نہیں سکتے۔

ومھما تکن عند امرئ من خلیقۃ　　وان خالھا یخفی علی الناس یعلم

اسلام کے بعد تو اخلاقی اور حکیمانہ شاعری میں بہت عروج ہوا۔کیونکہ اسلام نے خود بہترین اخلاق کا درس دیا تھا کے بعد عام فلسفہ اور اخلاقی کتابوں کے ترجمے ہوئے مختلف نظریے رائج ہوئے اس سے شاعری بھی محروم نہ رہ سکی۔

شاعر　ومن یک ذافم مر مریض　　یجد مرا بہ الماء الزلالا

بحتری۔ زخم کے فساد کا سبب طبیب کی بے پروائی ہے۔

اذا ما الجرح رم علی فساد　　تبین فیہ اھمال الطبیب

دیگر　جس کام کے توڑنے پر مخالف کمربستہ ہو وہ پورا نہ ہو گا۔

متی یبلغ البنیان یوما تمامہ　　اذا کنت تبنیہ وغیرک یھدم

متنبی　زہر سے بچھے کا علاج زہر نہیں ہے۔

الیک فانی لست ممن اذا اتقی　　عضاض الافاعی نام فوق العقارب

متنبی۔ بعض وقت خفگی کا نتیجہ مفید ہوتا ہے۔

لعل عتبک محمود عواقبہ　　وربما صحت الاجساد بالعلل

شائد کہ تیری ناراضگی کا انجام بہتر ہو۔ اکثر بیماری باعث شفا ہو جاتی ہے۔

بحتری۔ بغیر صحیح راستہ اختیار کئے منزل مقصود تک رسائی نہیں ہو سکتی۔

ترجو النجاۃ ولم تسلک مسالکھا　　ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

بغیر صحیح راستہ اختیار کئے نجات کی امید کرتا ہے خشکی پر جہاز نہیں چل سکتا۔

ایک اسدی ۔ دنیا میں نام پیدا کرنا آسان نہیں۔

لا تحسب المجد تمرا انت آکلہ　　لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

بزرگی کھجور نہیں کہ مزے سے کھاؤ گے جب تک ایلوا نہ چاٹو بزرگی حاصل کرنا مشکل ہے۔

لامیۃ العجم ۔ سفر وسیلہ ظفر ہے ۔ (موئد الدین الاستاذ العمید ابو اسمٰعیل الحسین بن محمد الطغرائی المقتول ۵۱۳ھ)

ان العلا حدثتنی وھی صادقۃ   فیما تحدث ان العز فی النقل

لو کان فی شرف الماوی بلوغ منی   لم تبرح الشمس یوما دارۃ الحمل

بلندیوں نے مجھے یہ حدیث سنائی اور بلندیاں بالکل سچ کہتی ہیں کہ عزت نقل و حرکت میں ہے اگر ایک ہی جگہ رہنے سے شرف حاصل ہو سکتا تو آفتاب برج حمل کو چھوڑتا ہی نہیں۔

اہل علم کے ساتھ زمانہ کا برا سلوک

اھبت بالحظ لو نادیت مستمعا   والحظ عنی فی الجہال فی شغل

میں نے خوش بختی کو آواز دی کاش کہ وہ سنتی اس کو فرصت کہاں وہ تو جاہلوں کے پاس مصروف ہے۔

امید پر دنیا قائم ہے۔

اعلل النفس بالامال ارقبھا   ما اضیق العیش لولا فسحۃ الامل

امیدوں سے جی بہلاتا ہوں ۔ واقعی اگر امیدوں کا سہارا نہ ہوتا تو دنیا کتنی تنگ معلوم ہوتی۔

کمینوں کی حکومت :۔

ما کنت او ثران یمتد بی زمنی   حتی اری دولۃ الاوغاد والسفل

مجھے یہ خواہش نہیں کہ میں اور دن دنیا میں زندہ رہ کر کمینوں کی حکومت کے دن دیکھوں۔

نا اہلوں کی قابل افراد کے عوض قدر دانی ۔

تقدمتنی اناس کان شوطھم   وراء خطوی ولو امشی علی مھل

فان علانی من دونی فلا عجب   لی اسوۃ بانحطاط الشمس عن زحل

ایسے لوگ جن کی تیز رفتاری بھی میری معمولی چال کا مقابلہ نہیں کرتی ۔ مجھ سے آگے نکل گئے ۔ اگر مجھ سے کم درجہ کے لوگ مجھ سے اعلیٰ مراتب حاصل کریں تو کیا تعجب ہے مجھے زحل کے بلند اور آفتاب کے نیچے ہونے میں اچھا سبق حاصل ہو سکتا ہے۔

کسی شخص پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے

اعدی عدوک ادنی من وثقت بہ   فحاذر الناس واصحبھم علی دخل

فانما رجل الدنیا وواحدھا   من لا یعول فی الدنیا علی رجل

سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جس پر تو پورا بھروسہ کرتا ہے اسلئے ہمیشہ محتاط زندگی بسر کر۔ بیشک دنیا میں بے نظیر آدمی وہی ہے جو دنیا میں کسی پر بھروسہ نہ کرے۔

دنیا کی بے ثباتی :-

نرجو البقاء بدار لاثبات لها   فهل سمعت بظل غیر منتقل

ایسے گھر میں بقاء کی امید کرتا ہے جو فانی ہے کیا سایہ بھی قایم رہتا ہے۔

شریفانہ اخلاق- ابو العتاہیۃ

احب الفتیٰ ینفی الفواحش سمعه   کأن به عن کل فاحشة وقرا
سلیم دواعی الصدر لا باسطا اذیٰ   ولا مانعا خیرا ولا قائلا هجرا
اذا شئت ان تدعی کریما مکرما   ادیبا ظریفا عاقلا ماجدا حرا
اذا ما اتت من صاحب لک زلة   فکن انت محتالا لزلته عذرا

میں ایسے جوان مرد کو محبت کرتا ہوں جن کے کان بری باتوں سے آشنا نہیں گویا کہ بری باتوں کے لئے ان کے کان بہرے ہیں ان کے سینہ میں کسی کے متعلق کوئی خلش نہیں نہ کسی کو تکلیف دیتا ہے نہ اچھے کام میں ہاتھ روکتا ہے اور نہ فضول بکواس کرتا ہے اگر تو چاہے کہ دنیا تجھے کریم۔ معزز۔ ادیب۔ ظریف۔ عقلمند۔ بزرگ اور شریف مان لے تو جب کبھی کسی سے لغزش ہو جائے تو ان کے لئے خود تو ہی عذر تلاش کرنے کی کوشش کر تاکہ تیرا حلقہ احباب وسیع ہوتا جائے اور تیری ہر دلعزیزی بڑھتی جائے)

شوقی - نوجوانوں سے خطاب -

یا شباب الغد وابنای الفدا !   لکم اکرم واعزز بالفدا
عصرکم حر ومستقبلکم !   فی یمین الله خیر الامنا
لا تقولوا حطنا الدهر فما !   هو الا من خیال الشعرا
هل علمتم امة فی جهلها   ظهرت فی المجد حسنا الردا
فخذوا العلم علیٰ اعلامه   واطلبوا الحکمة عند الحکما
واحکموا الدنیا بسلطان فما   خلقت نضرتها للضعفا

اے مستقبل کے نوجوانو میرے بیٹے تم پر فدا۔ تمہارا زمانہ آزادی کا زمانہ ہے اور تمہارا مستقبل مبارک ہو۔ یہ مت کہو کہ ہم کو زمانہ نے پست کر دیا ہے۔ یہ صرف شاعری خیال ہے کیا ایسی قوم سے واقف ہو جو باوجود جاہل رہنے کے

ترقی کی ہو۔ مشاہیر علماء سے علم حاصل کرو اور حکیموں سے حکمت سیکھو۔ دنیا پر اقتدار اعلیٰ کیساتھ حکومت کرو۔ دنیا کی تازگی سے مستفید ہونے کا حق ضعیفوں کو نہیں ہے۔

شوقی — بازیچۂ اطفال ہے دنیا میرے آگے۔

اناس کما قد ری ودنیا بحالها — ودهر رخي تارة وعسير

واحوال خلق غابر منجرد — تشابه فيها اول واخير

تمر تباعا في الحياة كانها — ملاعب لا ترجي لهن ستور

وحرص على الدنيا وميل مع الهوى — وغش وافك في الحياة وزور

لوگوں کی حالت سے تم واقف ہو۔ دنیا بھی اپنی حالت پر قایم ہے ایک وقت تنگی آتا ہے ایک وقت فراخی کا۔ دنیا کے حالات بدلتے رہتے ہیں ایک حالت گذر جاتی اور دوسری پیدا ہوتی ہے پے در پے زندگی کے وقائع اسی طرح ہوتے رہتے ہیں گویا کہ یہ تماشے ہیں جن کے لئے پردۂ سینما کی ضرورت نہیں۔ دنیا پر حرص خواہشات کی اتباع و ہو کا دنیا اور جھوٹ ہی زندگی کی کائنات ہے۔

متنبی :۔

اذا انت اکرمت الکریم ملکته — وان انت اکرمت اللئیم تمردا

ووضع الندی فی موضع السیف بالعلا — مضر کوضع السیف فی موضع الندی

اگر تو شریف کی عزت افزائی کریگا تو وہ تیرا ممنون ہو کر اطاعت بردار ہوجائے گا اور اگر کسی کمینہ کی حوصلہ افزائی کی تو وہ سرکش ہوجائے گا۔ جہاں تلوار کی ضرورت ہے وہاں حلم کا استعمال۔ اتنا ہی مضر ہے جتنا کہ حلم کے موقع پر سختی و تلوار کا استعمال۔

اخلاق ۔ صالح بن عبد القدوس (مہدی نے اس کو الحاد کے الزام میں قتل کیا۔)

ادّ الامانة والخیانة فاجتنب — واعدل ولا تظلم یطیب المکسب

واحذر من المظلوم سهما صائبا — واعلم بان دعاءه لا یحجب

واحذر مواخاة الدنی لانه — یعدی کما یعدی الصحیح الاجرب

ودع الکذوب ولا یکن لک صاحبا — ان الکذوب لبئس خلا یصحب

وزن الکلام اذا نطقت ولا تکن — ثرثارة فی کل ناد تخطب

واحرص علی حفظ القلوب من الاذی — فرجوعها بعد التنافر یصعب

ان القلوب اذا تنافر ودها — شبه الزجاجة کسرها لا یشعب

امانت کو ادا کر اور خیانت سے اجتناب کر، عدل کو لازم رکھ کامیاب رہے گا۔ مظلوم کی دعا کے تیر سے بہت ہوشیار رہ کیونکہ اس کی دعا کو عرش تک پہنچنے میں رکاوٹ نہیں۔ ذلیل کی دوستی سے بچتا رہ کیونکہ وہ خارشی کی طرح متعدی ہے کبھی چھوٹے سے دوستی نہ کر چھوٹا بہت ہی خراب دوست ثابت ہوا ہے۔ زبان پر قابو رکھ اور بولنے میں احتیاط رکھ آدمی زبان ہی سے سلامت رہتا ہے اور اسی سے تباہ ہوتا ہے۔ تول پھر بول فضول گو مت بن جیسا خیال میں آیا بک دیا۔ مردم آزاری سے بہت بچتا رہ جو دل تجھ سے ناراض ہو پھر اس کا منانا مشکل ہے۔ دل بیشک شکر رنجی کے نقطہ نظر سے کانچ ہے جہاں اس میں بال آیا تو پھر اس کا جڑنا ناممکن ہے۔

عین الرضا۔ عبداللہ بن معاویہ بن عبد بن جعفر المتوفی ۱۳۲ھ

وعین الرضی من کل عیب کلیلة ۔ کما ان عین السخط تبدی المساویا

رضا مند کی آنکھ ہر عیب سے کند ہے جیسے کہ نا رضا مندی کی آنکھ برائیوں کا اظہار کرتی رہتی ہے۔

زندگی ایک اسٹیج ہے۔ بکری۔

النوم موت اصغر ۔ والموت نوم اکبر

دنیا تشابه ملعبا ۔ والليل ستر یستتر

جند هناك وسوقة ۔ ومتوج ومسخر

فاذا طرحت ثيابهم ۔ ساوى الاعز الاحقر

نیند چھوٹی سی موت ہے۔ اور موت ایک بڑی نیند کا نام ہے دنیا ایک تماشہ گاہ ہے اور زمانہ ایک پردہ تماشا ہے۔ کوئی فوجی ہے کوئی عہدہ دار ہے کوئی صاحب تاج ہے اور کوئی محکوم ہے اگر عریاں حقیقت دیکھیں تو نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا۔

بستی۔ ابوالفتح المتوفی ۴۰۰ھ

زيادة المرء في دنياه نقصان ۔ وربحه غير محض الخير خسران

يا عامر الخراب الدهر مجتهدا ۔ بالله هل لخراب العمر عمران

دع الفواد عن الدنيا وزينتها ۔ فصفوها كدر والوصل هجران

احسن الى الناس تستعبد قلوبهم ۔ فطالما استعبد الانسان احسان

يا خادم الجسم كم تسعى لخدمته ۔ اتطلب الربح مما فيه خسران

اقبل على النفس فاستكمل فضائلها ۔ فانت بالنفس لا بالجسم انسان

وارشد دیل یک بحبل اللہ معتصما　　فانہ الرکن ان خانتک ارکان

ء التکاسل فی الخیرات تطلبھا　　فلیس یسعد بالخیرات کسلان

انسان دنیا میں جتنا ترقی کر رہا ہے در اصل وہ اس کا نقصان ہو رہا ہے۔ کیونکہ بجز اعمال نیک کے باقی ہر قسم کا فائدہ نقصان ہی نقصان ہے۔ اے وہ شخص جو دنیا کے ویرانے کو آباد کر رہا ہے۔ کیا عمر کے تباہ شدہ کی بھی آبادی کا خیال ہے دنیا اور دنیا کی زینت کو چھوڑ دے۔ بظاہر صفائی کدورت۔ اور وصال کا نتیجہ فراق کا پیغام ہے۔ لوگوں کی طرف احسان کر وہ تیرے بے دام غلام بن جائینگے ہمیشہ سے انسان احسان کا غلام ہے۔ نفس پر توجہ کر اور اس کے فضائل مکمل کر نیکی کوشش کر۔ کیونکہ تو نفس سے انسان ہے نہ کہ خاکی جسم سے۔ خدا کے رشتہ کو پکڑ رکھ کیونکہ وہ ایسا سہارا ہے جب دوسرے سہارے کام نہ آئینگے وہ کام آئے گا۔ نیک کاموں میں سستی چھوڑ دے سست آدمی کبھی نیکی حاصل نہیں کر سکتا۔

ابن قلاقس المتوفی ۵۶۵ھ

سافر اذا ما شئت قدرا　　سار الھلال فصار بدرا

والماء یکسب ما جری　　طیبا و یخبث ما استقرا

وبنقلۃ الدرر النفیسۃ　　بدلت بالبحر نحرا

اگر تجھے قدردانی کی خواہش ہے تو سفر کر ہلال نے سفر کیا ماہ کامل بن گیا۔ پانی جب تک بہتا رہا اچھا رہا۔ اور اگر ایک جگہ جمع رہا تو متعفن ہو جاتا ہے۔ نفیس موتی نے وطن کو چھوڑا تو سمندر کی تہ کی بجائے سینہ پر رونق افروز ہوا۔

زبان عربی اور اس کی اہمیت

ایک عربی مقالہ کا ہندوستانی میں اخذ کیا گیا۔

مولانا حاجی محمد منیرالدین صاحب کامل (نظامیہ) استاذ جامعہ نظامیہ کو عربی ادب و انشاء پر غیر معمولی عبور حاصل ہے آپ نے جامعہ نظامیہ میں، یوم تاسیس کے موقع پر شیوخ وعلماء، عہدہ داران حکومت کے سامنے عربی علم اور اس کی اہمیت پر ایک فصیح اور بلیغ مقالہ عربی میں پڑھا۔ ہماری خواہش پر افادۂ عام کے خاطر مولانا موصوف نے اپنے عربی مقالے کو ہندوستانی میں اخذ فرمایا جو قارئین کے نذر کیا جاتا ہے۔ "مدیر"

(۰)

صدر محترم و حضرات کرام!

میں اس جامعہ نظامیہ کا ایک خادم ہوں اس لئے آپ حضرات پر مخفی و مضمر نہ رہے کہ مجھ سے میرے شفیق دوست فاضل جناب شاہ ابوالخیر مدیر مجلہ نظامیہ نے یوم تاسیس جامعہ نظامیہ میں ایک علمی ادبی مضمون پڑھنے کی خواہش فرمائی جس کی بناء پر یہ مضمون تیار کیا گیا۔

حضرات! میں آپ حضرات کا اس قدر شکر گذار ہوں کہ جس کا شمار ہو نہیں سکتا جو انسان کے سانس کی گنتی سے زائد ہے اسلئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو انسان کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر گذار نہیں ہے" شکریہ اسلئے ادا کر رہا ہوں کہ آپ حضرات نے میرے ان معمولی الفاظ کو نہایت توجہ و التفات سے سماعت فرما کر میری عزت افزائی کی ہے۔

باللہ التوفیق

حضرات کرام! شکر خدا و رحمت کاملہ و سلام اتم سرور عالم نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو جن کو شفاعت عظمیٰ کا شرف حاصل ہے، اور جن کی شریعت غراء روز قیامت تک باقی رہنے والی ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے انسان کو مکرم بنایا اور نطق و بیان کے ذریعہ دیگر حیوانات پر فضیلت دی ہے، یہ زبان سب السنہ سے اعلیٰ و ارفع ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ اس زبان میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے، جو کامل مکمل دستور ہے اللہ عز و جل نے آیات ذیل میں اس زبان عربی کا اعتناء و اہتمام فرمایا ہے، ملاحظہ ہو ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے (۱) انا انزلناہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون (۲) دوسرے مقام پر قرآنا عربیا غیر ذی عوج لعلہم یتقون (۳) لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی و ہذا لسان عربی مبین (۴) کتاب فصلت ایاتہ قرآنا

عربیا لقوم یعلمون o فرمایا ہے[1]، یعنی میں نے قرآن عربی کو تمھارے سمجھنے کیلئے نازل کیا ہے[2]۔ قرآن عربی کو بدون کجی بغیر پیچیدگی صاف شستہ زبان میں نازل کیا تاکہ وہ ڈریں[3]۔ وہ جس شخص کی طرف نسبت کرتا ہے اس کی زبان عجمی ہے اور یہ زبان صاف عربی ہے۔

اور ظاہر ہے کہ عربی زبان جنتیوں کی زبان ہوگی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور امت محمدیہ کے بہت بڑے عالم خیر امۃ سے پکارے جاتے ہیں ان سے اس حدیث کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عربوں سے تین وجہ سے محبت رکھو، ۱۔ ایک تو یہ کہ میں عربی ہوں، ۲۔ دوم یہ کہ قرآن عربی ہے، ۳۔ سوم یہ کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔

حضرات کرام! عربی زبان کا شرف دیگر السنہ پر اس طرح ظاہر و باہر ہے کہ جس کے واضح ہونے میں کلام نہیں، اور جس پر کسی طرح کی پوشیدگی نہیں، یہ کہ ماہرین لغت خواہ عرب ہوں یا عجم اور فنون وحکم کے دانشمندوں کی متفقہ رائے ہے کہ زبان عربی وضاحت کے اعتبار سے سب زبانوں سے افضل واکمل اور وسیع ترین زبان ہے اور یہ اس زبان کے مادۂ الفاظ کی دور رسی و عمدگی کی وجہ سے ہے اس زبان کی بہت سی خوبیاں ہیں منجملہ ان خوبیوں کے ایک یہ بھی ہے کہ اس میں مترادف ہم معنی الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں جو فصیح وبلیغ کے لئے بہترین مددگار ہیں جن کے استعمال سے نظم کلام و نسق عبارت میں رونق آجاتی ہے، قلب کو سرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے ظاہر ہے کہ یہ زبان ایک امی ان پڑھ قوم کی زبان ہے کہ جس کے پاس یونان کا فلسفہ تھا نہ چین کی صنعت۔ پھر بھی اس میں اس قدر وسعت پائی جاتی ہے کہ اس کے ذریعہ دنیا کے تمام اقوام کے مقاصد کی ترجمانی کیجا سکتی ہے۔

اس دعویٰ کی بین دلیل یہ ہے کہ کوئی فن خواہ کسی قوم کا ہو ایسا نہیں کہ جس میں عربی تصنیف و ترجمہ موجود نہ ہو، مثلاً جغرافیہ، ہندسہ، فلسفہ، تاریخ، تجارت وغیرہ۔ اور اس زبان کی ایک بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ معنی خواہ مفرد ہو یا مرکب ہر دو کے مقابلہ میں لفظ مفرد ہی لایا جاسکتا ہے، ظاہر ہے کہ لفظ مفرد کا تلفظ زبان پر آسان ہوتا ہے اور اسی کو طبیعت انسانی بھی پسند کرتی ہے، یہ خصوصیت صرف زبان عربی میں موجود ہے، اور یہی فضیلت دوسری زبانوں پر اس زبان کی ترجیح کیلئے کافی ووافی ہے، اس کے مقابلہ میں دوسرے زبانوں میں معنی مفرد کیلئے لفظ مفرد اور معنی مرکب کے بجائے الفاظ مرکبہ لائے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ خوبی بھی عربی میں ودیعت رکھی گئی ہے کہ جملوں کے ترکیب کی نوعیت ایک خاص عمدہ نہج پر مبنی ہے لہذا ان لغات کی نسبت زبان عربی کی جانب بلحاظ ترکیب جمل کیجائے تو عاری وکاسی یعنی برہنہ اور لباس پوش کی نسبت ہوگی۔

معزز حضرات! آفتاب عالمتاب کی طرح زبان عربی کی تاریخ روشن ہے کہ یہ زبان سامی زبان کی پہلی زبان ہے، جسے قبائل یمن کے جد اعلیٰ قحطان نے جس وقت سے جزیرۃ العرب میں سکونت اختیار کی ہے اس زمانہ سے عرب اس زبان میں گفتگو کرتے آئے ہیں، جزیرۃ العرب ہی میں یہ زبان قحطان سے پھیلی ہے۔ یہ عرب تاریخی زبان میں عرب عاربہ کہلاتے ہیں۔ انہیں یمنی قبائل میں سے جرہم کا قبیلہ ہے کہ جس نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کے آمد کے پیشتر مکہ کی سکونت اختیار کی تھی لیکن جب حضرت اسمعیل علیہ السلام مکہ کو آئے تو آپ نے ان سے رشتۂ مصاہرت جوڑا۔ مکہ کی توطن پذیری اختیار کی، وہاں آپ کی ذریت بکثرت پھیل گئی۔ مسلم ہے کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام عبرانی آدمی تھے۔ مادری زبان عبرانی تھی، جو سامی زبان کی دوسری زبان کہلاتی ہے اور آپ کی والدہ محترمہ برگزیدہ (ہاجرہ) ایک مصریہ شریفہ خاتون تھیں جن کو ان کے محترم خاوند حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے انھیں اور فرزند دلبند حضرت اسمعیل علیہ السلام کو ساتھ لاکر بحکم خداوندی عزوجل مکہ معظمہ میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت اسمعیل علیہ السلام نے عرب عاربہ کی زبان کو روز بروز ایک ایک لغت کرکے قبیلۂ جرہم سے اخذ کیا اور لازمی عادتی طور پر بعض ان الفاظ عبرانیہ کو بھی زبان عربی میں داخل کردیا جو پہلے سے آپ کے ذہن میں متمکن تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ نے بھی بعض مصری زبان کے الفاظ کو زبان عربی میں شامل کیا اور اس طرح کا استعمال لغات مستعملہ کے ترکیب میں علیٰ مشاہدہ ہے۔ واضح باد کہ مورخین حضرت اسمعیلؑ اور آپ کی اولاد کو عرب مستعربہ سے موسوم کرتے ہیں۔ لہذا زبان عربی کی دو شاخ ہوئیں۔ ایک حمیری۔ دوم عدنانی حجازی جو اولاد اسمعیل علیہ السلام کی لغت ہے۔ ہر دو زبان کے لہجے اور تعبیر کے طریقے بطور اغلب زاید مختلف نہیں ہوتے۔ البتہ اختلاف بعض ایسے الفاظ میں ہوتا ہے کہ جن کو حمیری تو استعمال کریں اور حجازی نہ کرتے ہوں یا ان الفاظ میں کہ جن کو حجازی استعمال کرتے ہیں اور حمیری نہیں کرتے۔ اسی وجہ الفاظ معینہ کا جویندہ ان الفاظ کے غرابت کی علت سماعت کے ناآشنا ہونے کو قرار دیتا ہے اور ان میں ایسی صلابت و صعوبت محسوس کرتا ہے کہ ان کے مترادف الفاظ حجازیہ میں نہیں پاتا۔ ظاہر ہے کہ لغت کی ضرورت صرف متکلم کے مقاصد کے اظہار کے لئے ہے اسی کی خاطر کلام کیا جاتا ہے زبان کی ابتدائی نشأۃ چند قلیل ترین علمات سے ہوتی ہے جن کو لوگ امی حاجۃ کے موافق وضع کرلیتے ہیں اور اکثر بطور ابتداء چند ایسے کلمات ہوتے ہیں کہ جن پر حس واقع ہو۔ حسیۃ اشیاء پر دلالت کرتے ہوں اور جوں جوں حاجات ومطالب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے کلمات والفاظ کا دائرہ بھی تدریجی طور پر یوماً فیوماً کشادہ ہوتا جاتا ہے جو ان مقاصد پر دلالت کرنیوالے ہوں۔ پس یہ ترقی یافتہ زبان عربی بھی دوسری زندہ زبانوں کی طرح مرور ایام کے قدم بقدم مزید علو و رفعت کی جانب گامزن رہی اور نہایت سرعت سے معراج کمال کو پہنچی۔

حضرات کرام ابھی مبادکہ زبان عربی کے توسیع کے تین طریقے رائج تھے۔ اول۔ تجدید وضع قبائل عرب کبھی جدید الفاظ وضع

کرنے کی جانب محتاج ہوتے تھے۔ بسا اوقات ان کے وضعوں میں اختلاف ہوتا تھا لہٰذا ایک ہی معنی کے مقابلہ میں بہت سارے کلمات قبائل مختلفہ کی جانب سے جدا جدا وضع کئے جاتے تھے اور بعض اسماء ایسے بھی ہوتے ہیں جو مسمی کے صفت سے ماخوذ ہوتے ہیں اس قسم کو مترادف کہتے ہیں، اس مترادف کو آپ ان اشیاء کے اسماء میں اکثر اس طور پر ملاحظہ فرمائینگے کہ جن کی جانب ہر شخص کی احتیاج ہو جس سے کوئی فریق چھوٹ نہ سکے۔ جیسے تلوار۔ نیزہ۔ اونٹ۔ اونٹنی۔ جنگ۔ گھوڑا۔ شراب وغیرہ کے اسماء۔

دوم تجویز یعنی الفاظ مجازیہ کا استعمال کرنا۔ اور یہ اس طرح تھا کہ کسی نئی چیز کو دیکھ لیتے اور اس شئی جدید اور ایک ایسی شئی کے درمیان کچھ مناسبت و مشابہت پالیتے کہ جس کا نام پہلے سے ان کے پاس موجود تھا تو پہلی شئی قدیم کا نام شئی جدید ثانی کو دیدیتے تھے اور وہ اسی نام سے نامزد ہوجاتا۔ لیکن مرور زمانہ کی طوالت کی وجہ یہ چیز معرض نسیان میں پڑجاتی کہ کونسی شئی اول تھی اور کونسی آخر۔ گویا اول وثانی کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ دیکھنے والا گمان کرنے لگتا ہے کہ یہ اسم اصل لغت میں ابتدائی وضع کے طور پر ان ہر دو معنوں کیلئے وضع ہوا ہے اور یہ فیصلہ صادر کرتا ہے کہ یہ کلمہ مشترکہ ہے اور کبھی ناظر کے ذہن کی رسائی اس ارتباط تک نہیں ہوتی کہ جس کا لحاظ عربوں نے ابتداء وضع میں کیا تھا اسی لاعلمی کی وجہ وہ تعدد وضع کا قائل ہوجاتا ہے۔

مجاز برتنے کے بارے میں عرب ایسی عمدہ باریکیوں کو پیش نظر رکھتے ہیں جو نہایت دلفریب و جاذب فریب ہوتی ہیں، اور ہمیشہ ان معانی کو اشارۃً وکنایۃً ادا کرتے ہیں کہ جن کو وہ قبیح تصور کرتے ہیں اور جن کی صراحت ان کے خاص ناموں سے پسند نہیں کرتے لہٰذا ان کے لئے ایسے بہترین الفاظ مستعار لاتے ہیں جو عمدہ معنی کے لئے موضوع ہیں، جب یہ الفاظ بھی مشہور ہوجائیں اور خسیس معنی میں استعمال ہونے کے قریب ہوجائیں تو ان سے بھی عدول کرکے دوسرے عمدہ الفاظ استعمال کرنے لگتے ہیں دیگر یہ کہ عرب کے پاس ایک دوسری قسم بھی تجویز کی ہے جہاں لفظ سے تعبیر کیجاتی ہے اور اس سے لازم کا ارادہ کیا جائے، اس قسم کو کنایہ کہتے ہیں۔

طریق سوم۔ تعریب ہے وہ اس طرح کہ کسی دوسری زبان کا لفظ قواعد معلومہ کے تحت زبان عربی میں داخل کرلیا جائے عرب کو اس بارہ میں یدطولی حاصل تھا اسلئے کہ وہ تجارت و اسفار میں پہلے ہی سے مشغول رہتے تھے اور انھوں نے پارس، روم۔ اندلس۔ حبشہ۔ ہندوستان۔ جزائر ہند سیلون۔ مالابار۔ جیسے مقامات میں مختلف زبان کے لوگوں کے ساتھ سکونت اختیار کی تھی اور بہت سارے ممالک فتح کئے تھے جس کی وجہ سے بیحد مخلوق تابع فرمان ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ غافۃ (اقصی افریقہ) سے لیکر فرغانہ (اقصی خراسان) تک ان کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی بلکہ سندھ کے انتہائی سرحد تک پہنچ گئے تھے۔ لازمی طور پر ان کی سماعت تک جدید اشیاء کے اسماء پہنچتے تھے کہ جن سے وہ بالکل نامونس تھے تو فوراً ان اسماء کو ان اقوام سے لے کر کچھ تصرف کے

بعد اپنے اسلوب عربی پر ڈھال لیتے تھے تاکہ اُن کا تلفظ آسان ہو۔

حضرات کرام! مشاہدہ سے بڑھکر بیان کیا ہوسکتا ہے کہ کلمات معربہ کے استعمال کا عظیم ترین واسطہ شعر عربی ہی کا تھا۔ کیونکہ شعر عرب کے پاس اشاعت ونشر زبان کا ایک اس قدر بہترین ذریعہ تھا کہ جس طرح آج کل ہمارے پاس جرائد۔ مطابع۔ ریڈیو اسٹیشن وغیرہ ہیں۔

اشعار سنانے اور تجارتی سامان کی خرید و فروخت کی خاطر تین مشہور ترین مقامات میں میلے جمتے تھے۔ تجارتی سامان کی منڈیاں بھرتی تھیں۔ اول۔ عکاظ۔ دوم۔ مجنت، سوم۔ ذوالمجاز۔ عکاظ کا میلہ مقام نخلہ وطائف کے درمیان جمتا تھا اور یہ یکم ذی القعدہ سے لیکر بیس دن تک رہتا تھا۔ بعد ازاں مجنت کا بازار مقام مرظہران میں ختم ذی قعدہ تک قایم رہتا۔ پھر ذوالمجاز کا میلہ بھرتا، اور یہ میلہ قریب عرفہ ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ تک رہتا پھر ان سب میلوں سے فارغ ہوکر لوگ عرفہ تک پہنچتے تھے۔ ان ہر سہ میلوں میں عرب کے شعرا ہر طرف سے آتے تھے اور اپنے طبعزاد اشعار لوگوں کو سنایا کرتے تھے جہاں شعر شاعری کا بڑا امتحان ہوتا۔ اگر کسی کے شعر کو ماہرین شعر نے پسند کرلیا تو اس کا اعلان علی رؤس الاشہاد کیا جاتا اور اُسکی شہرت از شرق تا غرب پھیلجاتی، اور گھر گھر اس کا چرچہ ہونے لگتا تھا۔ عرب کے ممتاز شعرا عدنانی اور اُن کے قرب وجوار میں کے رہنے والے جیسے امراء القیس اور اوس وخزرج کے شعرا مانے جاتے تھے حاصل کلام یہ کہ ان ذرائع مذکورہ سے زبان عربی کو بہت بڑا فائدہ پہنچا جس سے اس زبان کی ہمہ گیری کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس زبان میں اظہار ما فی الضمیر کی جس قدر قوت وقدرت ہے کسی دوسری زبان میں نہیں۔ علاوہ بریں یہ دوسری بانوں سے بھی بقدر حاجت اقتباس کرنے کی اپنے میں پوری قوت رکھتی ہے اور لغت تلفظ کے وقت زبان وسمع پر نہایت مقبول ومرغوب ہے جس کا احساس ہر ذی شعور اسی مبارک زبان میں کرتا ہے۔

مذہب اسلام ایسے وقت جلوہ گر ہوا کہ زبان عربی اپنے مدارج ترقی میں اوج کمال تک پہنچ چکی تھی بڑے بڑے مشہور شعرا بکثرت پائے جاتے تھے لیکن فصاحت وبلاغت میں خاندان قریش کو طرۂ امتیاز حاصل تھا۔ جب ہی مصلح اعظم سیدنا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان معجز بیان سے انا افصح من نطق بالضاد۔ یعنی میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں) فرماکر چار چاند لگا دیئے۔

اسی امتیاز وخصوصیت کی وجہ قریشی زبان اعلیٰ وارفع سمجھی جاتی تھی جس کا اعتراف کل عرب کرتا تھا۔ اسی لئے قرآن عزیز بھی اسی زبان قریشی میں نازل ہوئی۔

حضرات کرام، جزاکم اللہ خیر! اس زبان کی اہمیت مخفی نہیں اس کے چند حیثیت ہیں۔ ایک دینی وحکم شرعی کی حیثیت، دوم فضیلت کی حیثیت۔ سوم یہ کہ زندہ زبان۔ زندہ قوم کی کہ جس کا اہتمام واعتناء عوالم متمدنہ کے پاس بدرجۂ اتم ہے اور

دنیا اس زبان کو جمیع السنہ پر ترجیح دیتی ہے اس زبان کی اہمیت باعتبار علم شرعی یہ ہے کہ اس مبارک زبان کا سیکھنا لازمی اور فرض ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

نماز کی فرضیت کی طرح زبان دانی ہم پر فرض ہے اس کے بغیر دین و مذہب کی حفاظت نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ لغات کی حفاظت نہ کی جائے۔ دیگر یہ کہ رسول امین علیہ السلام نے اس عربی زبان کے تعلیم کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ دمن تکلم بالعربیۃ کان کلامۃ ذکرا۔ من اراد علم الاولین والاخرین فلیتدبر القرآن، یعنی جو شخص عربی زبان میں گفتگو کرتا ہو اس کا کلام ذکر و عبادت میں شمار کیا جاتا ہے اور جو اولین و آخرین جمیع علوم کا عالم بننا چاہتا ہو، وہ قرآن کی تلاوت تدبر و تفکر سے کرے۔ واضح ہے کہ قرآن عظیم کے مطالب و مقاصد میں تدبر کیسے ہوسکتا ہے۔ تاوقتیکہ قرآنی زبان عربی سے آشنا نہ ہو پہلے زبان سے واقفیت حاصل ہو تو بعد ازاں تدبر ممکن ہے جس زبان سے آپ واقف ہی نہ ہوں اس کے مطالب میں کس طرح تدبر کرسکتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم سیدنا عمر بن الخطاب خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح ماثور و مروی ہے جو نہایت باسطوت اسلامی ڈکٹیٹر مانے جاتے ہیں جن کی کمال صداقت و صلابت فی الدین کی شہادت خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے فرمایا کہ بیشک خدائے تعالیٰ نے عمر کی زبان و قلب میں حق و صداقت ودیعت رکھی ہے، یعنی حق کہتے ہیں۔ ہمیشہ حق کا خیال رکھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم سنن و فرائض و لحن یعنی عربی زبان کو اس طرح سیکھو جس طرح سیکھتے ہو تاکہ تمہیں دین میں تفقہ اور حسن عبادت پیدا ہو۔ عربی زبان سے فہم پیدا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رض نے تفہم فی العربیۃ کا ذکر فقہ و عبادت سے بالکل متصل فرمایا ہے جس سے اشارہ اس جانب ہے کہ عربی سیکھنا بھی فقہ و عبادت کی طرح ایک شرعی لازمی شئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ زبان عربی سیکھو۔ اس سے مروۃ زائد اور عقل مستحکم ہوتی ہے۔ آپ نے زبان عربی کو عقل و فہم کے استحکام اور ازدیاد مروۃ کی علت غائی قرار دی ہے۔

حضرات۔ آپ مجھے یہ کہنے میں خاطی نہ سمجھیں گے، اگر میں زبان اشارۃ النص عرض کروں کہ ایک مسلم حقیقی مسلم ہونے کے اعتبار سے بجا طور پر یقین رکھتا ہے کہ قرآن عظیم کو زمانہ کے حوادث مغیر و مبدل نہیں کرسکتے اور وہ روز قیامت تک اپنی حقیقت مقصودہ کو لے کر باقی و دائم رہے گا، عادل کا عدل نہ ظالم کا ظلم مبدل کرسکے گا۔ دوام قرآن کے لوازمات سے ہے اور روز قیامت تک نسلاً بعد نسل زبان قرآن کے سمجھنے والے موجود رہیں گے جن کے ذریعہ قرآنی زبان کی حفاظت ہوتی رہے گی، اگر ایسا نہ ہو تو قرآن کی حفاظت وعدہ خداوندی انا لہ لحافظون یعنی ہم اس قرآن کی حفاظت کریں گے) کے تحت غیر ممکن ہو جائے گا۔ محافظ خانوں میں صرف الفاظ و اوراق متبرکہ قرآنیۃ کی حفاظت کی جائے اور وہاں سمجھنے والے موجود نہ ہوں جس طرح دیگر کتب سماویہ انجیل و توراۃ ہوں جس کا جاننے والا کوئی نہیں۔ شرقاً و غرباً روئے زمین پر ایک فرد بھی اس دور حاضر میں نہیں ملے گا اور نہ کوئی ایسا شخص ملے گا جو یہ بتلا سکے کہ یہ کتابیں کن کن زبانوں میں

نازل ہوئی تھیں اور ان زبانوں سے بولنے والی اس وقت کون کون سی اقوام ہیں اور کہاں ہیں۔ لیکن قرآن عظیم کی ہمہ گیری ملاحظہ فرمائیے کہ اس وقت بسیط ارض پر بیشمار نفوس انسانیت کو بقدر امکان اس قرآنی زبان عربی کے سمجھنے والے موجود پائینگے جن کی تعداد اس وقت ساٹھ کروڑ سے زائد ہے اور روز بروز فوج در فوج اس قرآن کے دین و مذہب میں بلا جبر و اکراہ داخل ہوکر تعداد میں اضافہ کئے جا رہے ہیں۔ حالانکہ کما ینبغی اشاعت ہوتی نہ تبلیغ کے خاطر پروپاگنڈے کئے جاتے ہیں، بلکہ خود اس کی جاذبیت و حقانیت کشاکش اپنی جانب دنیا کو کھینچ لاتی ہے۔ علاوہ ازیں کروڑہا انسانوں کی خالص عربی زبان مستقل طور پر ہے اس زبان کا ایک مخصوص وصف یہ ہے کہ یہ نہایت صاف و سلیس ہے۔ اس میں کسی طرح کی پیچیدگی نہیں۔ زبان پر نہایت آسان۔ واضح۔ تعبیر ما فی الضمیر کی کامل ذمہ دار۔ جس کی طرف قرآن مجید کا اشارہ (لسانٌ عربیٌ مبینٌ) موجود ہے۔ دوسرے السنہ کا مقابلہ اس سے کہاں ہو سکتا ہے مقابلہ تو مماثل اشیاء کے درمیان ہوتا ہے لیکن جہاں مماثلت نہیں۔ مقابلہ نہیں۔ اور شئی اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

اس زبان کے متعلق اہتمام و اعتناء کی وجہ یہ کہ عالم اسلامی کے جمیع اوطان وطن واحد کا حکم رکھتے ہیں۔ اور مسلم اپنے مسلم کا بھائی ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی رہے۔ انما المؤمنون اخوۃ، اور وطنیت اسلامی کیلئے کسی ملک و دار کی شرط نہیں، اور امت مسلمہ کی چونکہ ایک ہی ملت کاملہ اور ایک قومیت اور ایک ہی تمدن و سیاست ہے۔ پس ملت کی وحدت سیاست و تمدن کی یگانگت قومیت کی وحدت پر متقاضی ہے کہ زبان میں بھی وحدت ہو جو ملت واحدۃ کے جمیع افراد کو ایک ہی رشتۂ محبت و الفت میں جوڑ دے اور سب کی ترجمانی کر سکے۔ اسی مصلحت عظمیٰ کے مد نظر خطبہ نماز وغیرہ بھی ایک ہی زبان عربی میں ادا کئے جاتے ہیں۔ آپ اس طرح کی ہمہ گیری قوت و وسعت قرآنی زبان یعنی عربی کے سوا کسی اور میں ہرگز نہیں پائیں گے بلکہ میں نہایت جرأت و کامل وضاحت سے بلا خوف تردید عرض کروں گا کہ جس عافیت و سلامتی کی دنیا اس وقت متمنی نظر آرہی ہے اور جس رشتۂ امن و امان کے جستجو میں نہایت سرعت کر رہی ہے وہ رشتۂ عافیت اسی زبان کی جاذبیت و طلاوۃ میں دستیاب ہو سکتا ہے اور یہی سبب اس زبان کے ترجیح کا ہے۔

اس زبان کی سیاست ممالک متمدنہ کے نگاہ میں مضمر نہیں۔ جس کے متعلق میں آپ کے سامنے چند اخباری شہادتیں پیش کرتا ہوں، اس خصوص میں ان دو خبروں کو سب سے زیادہ اہمیت ہے، ایک یہ کہ جریدہ اہرام مصریہ کے ذریعہ گذشتہ ماہ یہ خبر نہایت خوشی سے سنی گئی ہے کہ اٹلی نے اپنے مدارس ثانویہ میں عربی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی ہے اس کے انتظام کے لئے بلاد عربیہ مصر۔ لبنیا وغیرہ سے علماء عربیہ کو طلب کیا گیا۔ اسی طرح حکومت فرانس بھی اس زبان کی توسیع کے لئے نہایت سرعت سے کام کر رہی ہے چنانچہ بحوالہ اہرام مصر ۱۱ر ڈسمبر فرانسیسی اخبار نے "عربی زبان ہمارے لئے اجنبی نہیں ہے" کے عنوان پر ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس میں کہتا ہے کہ حکومت فرانس کو زبان عربی کی بڑی اہمیت ہے اور وہ ایک اسلامی حکومت

کی طرح ہوگئی ہے کیونکہ اس کے زیر سایہ تقریباً ڈھائی ہزار مسلمان بستے ہیں اسلئے حکومت فرانس کو چاہئیے کہ عربی زبان کی تعلیم کو اپنے ملک میں رواج دے، فرانسیسی مستشرقین کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت فرانس میں عربی کی تعلیم صرف مدارس السنہ مشرقیہ تک محدود ہے لیکن عربی کے طلبہ کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ میسو زائی وزیر تعلیم نے مدارس ثانویہ مدرسہ لوی لیجران، پیرس اور مدرسہ بیریہ مرسیلیا میں عربی کی تعلیم جاری کرنے کی اجازت دیدی ہے، میسو ماسینیون نے ایک مرتبہ کہا کہ مجھے یہ دیکھکر سخت تکلیف ہوتی ہے کہ پیرس میں شریعت اسلامیہ کا کوئی فاضل نہیں ہے۔ میرے نزدیک عربی تعلیم کے مراکز الجزائر۔ بیروت اور قاہرہ و دمشق کے عربی ادارے ہیں۔ بحر متوسط کے ساحلی ملکوں پر حکومت فرانس کا سکہ جمانے میں فرانسیسی مستشرقین نے بڑا کام کیا ہے، حکومت کو چاہئیے کہ وہ عملی حیثیت سے عربی سیاست اختیار کرے۔ اپنے مدارس میں عربی تعلیم جاری کرے کیونکہ عربی عصر حاضر کی زندہ زبان ہے۔ سات کروڑ انسان کی مادری زبان ہے، جس میں متعدد اخبار اور جرائد روزآنہ شائع ہوتے ہیں اور جس کی اہمیت کو بلبیوں ریڈیو اسٹیشنوں سے نشر کیا جاتا ہے اور یہ ہمارے لئے اجنبی نہیں بلکہ ہماری قومی میراث کا جز لاینفک ہے۔

حضرات! آپ کے لئے اس امر کا اظہار موجب دلچسپی ہوگا کہ جس طرح اٹلی اور فرانس عربی زبان کی سرپرستی کر رہی ہے اسی طرح حکومت جرمن۔ برطانیہ وغیرہ بھی نہایت شدومد سے اس زبان کی اشاعت کر رہی ہے اور اپنے جامعات برلن۔ لندن۔ لیڈن وغیرہ میں اس کی تعلیم شریک و جاری رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے شہروں میں مستشرقین کی ایک کثیر جماعت موجود ہے جو کتب عربیہ کی طباعت میں منہمک ہیں اس زبان کی تعلیم و تدریس میں اس قدر مشغول ہیں کہ حد بیان سے باہر ہے۔ امریکہ بھی اس جانب پیش پیش ہے۔ چنانچہ اس خصوص میں ایک جریدہ نظر سے گذرا۔ معلوم ہوا کہ محمد ابراہیم امریکی کی وساطت سے ایک وفد علامہ مراغی شیخ جامعہ ازہر کے پاس وفد امریکہ سے حاضر ہوا تھا۔ اور شیخ ازہر سے یہ خواہش کی تھی کہ ایک جمعیت مصریہ بغرض تعلیم و اشاعت زبان عربی امریکہ روانہ کی جائے۔ پس اس تقریر سے آپ حضرات کے روبرو یہ حقیقت پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ دنیائے متمدنہ مہذبہ کے پاس اس زبان کی کتنی اہمیت ہے۔ کیا ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے زائد مستحق نہیں ہیں کہ اس زبان عربی کی خدمت و اشاعت تعلیم و تعلم کے فروغ کو سیاسی۔ دینی۔ خدمت خلق کے اعتبار سے بھی اپنا شعار بنالیں۔

حاضرین محفل۔ اس محفل مبارک کی مناسبت سے اس امر کا اظہار بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے سامنے دو چار علمی مقامات کا تذکرہ کروں کہ جہاں سے اس زبان کی اشاعت بطور اکمل ہوا کرتی ہے جو اس سلطنت ابد قرار خصوصی میں نور افشاں ہیں۔ ایک جامعہ نظامیہ ہے جو ٦٢ سال سے اپنی علوم عربیہ کی ضیا باری سے تشنگان علوم کو سیراب کر رہا ہے جس کے مؤسس و بانی ایک عالم ربانی ہیں جن کی بہترین یادگار عالم فیض علوم کی شکل میں موجود، اور جن کے اوصاف جمیلہ

و اخلاق جلیلہ چار دانگ عالم میں معروف و مشہور ہیں وہ حضرت مولانا سیدنا محمد انوار اللہ ملقب بفضیلت جنگ مرحوم سابق صدر الصدور و معین المہام حکومت آصفیہ اسلامیہ کی ذات ستودہ ہے۔ خدائے عزوجل ان کی مزار انوار کو منور فرمائے اور ان کے درجات اعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ اگرچہ میں ان سے بظاہر دور ہوں، لیکن وہ میرے قلب میں حاضر ہیں۔

دوم لجنۃ عربیہ (مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جس کی ہیئت تالیفی علماء نظامیہ کی جماعت سے مرکب ہوئی ہے اس لجنہ نے بھی علامۃ کبیر فاضل متقن مولانا سیدنا ابوالوفا محمود شاہ مدرس جامعہ نظامیہ اور علامۃ جلیل فضل و فضیلت کے مالک مولانا رحیم الدین مفتی صدارت العالیہ بہ مملکت آصفیہ کو سیادت رائیۃ میں علوم عربیہ کی باوجود مدت قلیلہ و بضاعت قلیلہ ایسی خدمتیں انجام دی ہیں کہ عقول محو حیرت ہو جاتی ہیں۔ اس کے متعلق آئے دن ممالک اسلامیہ و غیر اسلامیہ اقطاع ارض سے متعدد خطوط آتے رہتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اس مجلس کو غیر معمولی شہرت ہو چکی ہے جس کی یہ ہے کہ کل دنیائے علم اس لجنۃ کی خدمت کو نہایت استحسان کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔

سوم۔ دائرۃ المعارف النظامیہ یہ دائرہ موقرہ نے بھی علوم عربیہ کی اشاعت میں نہایت اعلیٰ قابلیت کا مظاہرہ تجدد زبان کے ساتھ ساتھ کر رہا ہے جس کا ہر اسی وادی مفرد معترف ہے یہ دائرہ جمیع عالم کے اکثر علمی یادگاروں میں بہتر رتبہ رکھتا ہے۔

چہارم، کتبخانہ آصفیہ اس کے متعلق تو کچھ نہ کہئے وہ تو ایک بیش بہا خزانہ ہے جس کا اندازہ بہت ساری اذہان سے خارج ہے سلطنت آصفیہ اسلامیہ کا اعلیٰ ترین کارنامہ ہے جو قلم زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ یہ کتبخانہ اپنی نوعیت میں کتب نادرہ کی وجہ دنیا کے افضل ترین کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے، نادر سے نادر کتاب اپنے پاس رکھتا ہے اگر دنیا کے کتبخانوں سے مایوس بھی ہو جائیں تو یہاں نہ ہوں گے۔

پنجم کتبخانہ سعیدیہ یہ بھی اپنی حیثیت میں نہایت قابل تعریف و لائق التفات ہے جو اسی مبارک شہر میں موجود ہے

اختتام تقریر پر یہ گزارش مناسب سمجھتا ہوں کہ میری بڑی آرزو علم دین کے طلباء سے ہے، خواہ وہ روئے زمین کسی حصہ میں بھی ہوں اور میری خصوصی تمنا جامعہ نظامیہ کے طلباء سے نہایت اشد ہے۔

اس نوجوان روشن دماغ کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس پر واجب و لازم ہے کہ اس زبان عربی کے احیاء و نصرۃ کیلئے نہایت قوی دست کھڑے ہو جائیں یہ نوعمر قوی جوان اگر عربی کے تعلم و تفہیم کیجانب تدریجی طور پر آگے بڑھتے گئے تو اپنی حیات کو حیات روحیہ بنا سکتے ہیں اور اپنی زندگی کو سعادت معنویہ سے آراستہ کر سکتے ہیں۔

خدائے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ علم کی بقاء اور مملکت آصفیہ و ممالک اسلامیہ کیلئے مولانا السلطان سنا الدولہ شمس الملت والدین سریر آرائی سلطنت جلالت مآب شاہ میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع کی حیات قائم و دائم رکھے

عون الٰہی شامل حال ہو اور نصرت خداوندی مؤید ہو، عافیت وسلامت سے دائما متمتع ہوں اور صاحب جاہ وحشمت والاشان حضرت ولی عہد بہادر ودیگر اولاد واحفاد کی حیاۃ طیبہ سے فرحت بخش زندگی بسر کریں۔ والسلام مع الاحترام؛

جامعۂ نظامیہ

جامعۂ نظامیہ کے خدمات اور اس کے قیام کی مختصر تاریخ لکھی جاتی ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس جامعہ نے دکن میں اسلامی خدمات کو کس عظمت و وقار سے انجام دیا اگر دکن میں جامعۂ نظامیہ جیسا ادارہ نہ ہوتا تو مسلمانوں سے اسلام کبھی کا رخصت ہو جاتا

اس میں شک نہیں جامعۂ نظامیہ سے پہلے دار العلوم موجود تھا لیکن اس کے مقاصد و اغراض جُدا تھے یہ سرکاری ادارہ تھا، ظاہر ہے سرکاری ادارہ سے ملک و ملت کے حقیقی خدمات کس طرح پورے ہو سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ۱۲۹۲ھ میں اس ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا کہ "حیدرآباد جیسی اسلامی سلطنت میں دینیات کی اعلیٰ تعلیم کے لئے ایک درسگاہ (جامعہ) کا افتتاح کیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ مذہب کی طرف سے جو بے اعتنائی برتی جارہی ہے اس کا انسداد ہو" چنانچہ اس جامعہ کا قیام ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ میں عمل میں آیا اور سب سے پہلے حجۃ الاسلام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ صدر جامعہ منتخب ہوئے۔

جامعہ نظامیہ کے اصول و مقاصد جامعۂ نظامیہ کے قیام کے بعد اس کے حسب ذیل مقاصد و اغراض قرار دئے گئے

۱- مدرسہ نظامیہ میں اہل السنت والجماعت کے طریقہ پر علوم عربیہ دینیہ کی اعلیٰ تعلیم دیجائے گی اور اس کے خلاف کسی دوسرے طریقہ پر دینا اصول مدرسہ اور ارادۂ بانی کے خلاف ہوگا لہذا کسی وقت اوس میں تغیر و تبدل نہ ہو سکے گا۔ لیکن چونکہ ہندوستان کے باشندوں کا طریقہ بالعموم حنفی ہے اسلئے بانیٔ مدرسہ نے اس طریقہ کی پابندی کو لازم کرکے مدرسہ کو قایم کیا تھا اور یہ پابندی رکھنا لازمی ہے اس کیخلاف کبھی نہ ہو سکے گا لیکن اگر اوس کے ساتھ مذاہب اربعہ مجتہدین میں سے علاوہ مذہب حنفی کے دوسرے طریقہ کے مقلد تعلیم پانا چاہیں تو تعلیم پا سکیں گے اور اگر اون کے لیے اوس مذہب کے درس کی ضرورت بھی پیش آئے گی تو ایسے مدرسوں کا تقرر خلاف اصول مدرسہ نہ ہوگا۔

۲- اس مدرسہ کے ارکان انتظامی مدرسین اور جملہ کارپرداز وہی اشخاص ہو سکیں گے جو سنی حنفی طریقہ کے پابند ہوں لیکن جیسا کہ مقلدین مذاہب اربعہ کے متعلق دفعہ (۱) میں استثنار کیا گیا ہے اس دفعہ میں استثناء سمجھنا چاہیئے۔ ارکان مجلس میں دو ثلث علمار کا ہونا لازمی ہے۔

۳- مدرسہ کا مقصد کلی وہی ہے جو دفعہ اول میں مذکور ہو چکا ہے لیکن درجہ تفصیل میں مدرسہ کے مقاصد حسب ذیل صورتوں میں منقسم ہوں گے۔

الف - بہ تعمیل ارشاد خداوند عالم ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر علماء باعمل کی ایسی جماعت کا تیار کرنا جو علم دین کی اشاعت احکام اسلام کی تبلیغ اور تعلیم علوم دینیہ کے قابل ہو اور عامہ مسلمین کے لئے اون کی تمام مذہبی ضروریات کی سر انجامی و رہبری کر سکے۔

ب - عامہ مسلمین کے لئے بقدر ضرورت دینی تعلیم کا انتظام۔

ج - فرزندان الخدمات شرعیہ کی تعلیم کا خاص انتظام

د - تبلیغ و اشاعت اسلام تقریر اور تحریر۔ تالیف و تصنیف۔ وصیانت اسلام۔

مقاصد مدرسہ میں مقصد الف اصل و بالذات ہے اور دوسرے مقاصد درجہ ثانویہ میں ہیں اور تعلیم قرآن مجید قراءۃ و تجوید اور بعض تمہیدی تعلیمات مثل قدر ضرورت - فارسی - ریاضی - سب مقصد اول میں داخل ہوں گے۔ مقصد اول باعتبار نوعیت کے کبھی نہیں بدل سکتا۔ البتہ نصاب تعلیم میں بقدر ضرورت تغیر و تبدل ہوسکتا ہے لیکن اسی حد تک کہ اصل مقصد میں نقص نہ آئے۔

سرپرست جامعہ نظامیہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے سرپرست حضرت غفران مکاں نواب میر محبوب علی خاں شاہ دکن رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ کے بعد

۲ - جلالت مآب شمس الملت والدین اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علی خاں بہادر خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ نے بہ نفس نفیس اس جامعہ کی سرپرستی قبول فرمائی۔

جامعہ نظامیہ کی سب سے پہلی مجلس مشاورت | چونکہ جامعہ نظامیہ کا قیام توکل علی اللہ اور باہمی امداد و مشاورت پر تھا اس کے نظم و نسق کے لئے ایک کمیٹی منتخب ہوئی جس میں مولانا حاجی غلام قادر صاحب مہاجر اور مولانا محمد مظفر الدین صاحب معلّیٰ جیسے رکن تھے سب سے پہلے مہتمم مولوی محمد عبد العزیز خاں صاحب تاجر مقرر ہوئے ابتداء میں یہ جامعہ افضل گنج میں قائم تھا۔ ۱۳۰۲ھ میں چنپہ دروازہ (بازار گھانسی) میں منتقل ہوا، اور مولوی قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری اس کے مہتمم مقرر ہوئے[۲] یہ قصبہ پونیر تعلقہ منچلے گاؤں کے قاضی اور بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے ان کو مسلمانوں کی تعلیم سے خاص دلچسپی تھی ۱۳۱۵ھ میں جب کہ حضرت فضیلت جنگؒ عازم حج بیت اللہ ہوئے تو قاضی صاحب موصوف نے جامعہ نظامیہ کی خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیا[۳] ان کا سلسلہ ۱۳۱۵ھ تک رہا۔ (باقی)

---

۱ - جریدہ روزگار جلد (۱۶) شمارہ (۳۲) ۹ - اگسٹ ۱۸۹۰ء (۲) رپورٹ جامعہ نظامیہ ۱۳۰۵ھ

۳ - مجلہ مکتبہ جلد (۶) آذر ۱۳۴۶ ف ص ۶

جامعۂ نظامیہ کی دوسری مجلس مشاورت | ابتدا سے جامعہ نظامیہ میں مجلس مشاورت قائم تھی جس میں ہر وقت تبدیلی اور اضافے اس غرض کیلئے ہوا کرتے تھے کہ تعلیم سے متعلق مفید مشورے حاصل ہوں تاکہ ان مشوروں کی قوت سے جامعہ کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ مولانا کے آخری وقت یعنی ۱۳۲۰ھ میں مجلس شوریٰ حسب ذیل ارکان پر مشتمل تھی۔

۱۔ مولانا محمد عبد الصمد صاحب قندہاری (۲) مولانا عبد الرحمٰن صاحب بغدادی (۳) مولانا سید محمد صاحب رفاعی بغدادی (۴) نواب اقبال یار جنگ بہادر (۵) نواب فیروز یار جنگ بہادر (۶) جناب طالب محمد عبد القیوم صاحب سابق تعلقدار (۷) مولوی میر عبد المجید صاحب (۸) مولوی بشیر الدین احمد صاحب ناظم نظم جمعیت (۹) مولوی محمد عبد القادر صاحب رجسٹرار (۱۰) مولوی سید کرم اللہ شاہ صاحب قادری (۱۱) مولوی احمد زماں صاحب (۱۲) مولوی شرف الدین احمد صاحب (۱۳) مولوی سید محمد علی صاحب شطاری (۱۴) مولوی سید صلاح الدین صاحب شطاری (۱۵) مولوی سید شاہ برہان اللہ حسینی صاحب قندھاری (۱۶) مولوی عبد الغفار خاں صاحب (۱۷) مولوی خواجہ شریف الدین صاحب (۱۸) مولوی سید مظفر حسین صاحب (۱۹) مولوی خواجہ عبد الصمد صاحب (۲۰) مولوی سید عبد اللطیف صاحب (۲۱) مولوی محمد عبد القدیر صاحب (۲۲) مولوی بہاؤ الدین صاحب محتسب قندھار (۲۳) مولوی سید یوسف حسینی صاحب (۲۴) مولوی عبد الکریم خاں صاحب جمعدار (۲۵) مولوی سید ابراہیم صاحب منتظم مدرسہ فخریہ (۲۶) مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلی معتمد

۱۳۲۱ھ میں مجلس شوریٰ کے ارکان میں نواب رحیم یار جنگ بہادر کا بھی تقرر عمل میں آیا اور حضرت حجۃ الاسلام کے حیات تک مندرجۂ بالا ارکین کے مشورہ سے جامعہ کے خدمات انجام پاتے رہے البتہ حضرت موصوف کے آخری زمانہ میں مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ اور مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم کا بھی مجلس مشاورت میں اضافہ ہوا ۔ حضرت بانی کے عہد میں جامعہ نظامیہ انتہائی عروج پر پہنچ گیا تھا۔ طلبہ کی مجموعی تعداد ایکہزار تک پہنچ گئی تھی۔ ہند اور تمام بلاد اسلامی میں اس سرچشمۂ علم کی تعلیمی شہرت پھیلی اور ہر سال عالم اسلام سے طلبہ کی ایک کثیر تعداد فیضیابی کے لئے آتی اور فیض رس واپس جاتی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت علیہ الرحمہ کے عہد میں دستور العمل اور اقامت خانے کے قواعد خاص طور پر مرتب اور نافذ العمل تھے

اور خود حضرت علیہ الرحمہ بہ نفس نفیس تعلیم کی نگرانی فرماتے اساتذہ اور ملازمین کو ہدایات دیا کرتے تھے۔
حضرت فضیلت جنگ کے وصال کے بعد اظہار افسوس و عقیدت کے لئے جو فرمان مبارک شرف صدور لایا وہ یہ ہے۔

فرمان مبارک | "مولوی محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے اور اپنے تقدس و تورع و ایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے وہ والد مرحوم کے اور میرے نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسہ نظامیہ قایم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف و عوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہامی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کر سکیگا بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھ کو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

یادگاری وظائف | میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسہ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے ؏ ۔ ؏ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قایم کئے جائیں یہ وظیفے کس درجہ کے طالبعلموں کو کسی مدت کیلئے اور کن شرائط سے دئے جائینگے اس کے متعلق علیحدہ تجاویز پیش کرکے میری منظوری حاصل کی جائے۔ میرا یہ حکم جریدۂ غیر معمولی میں شائع کیا جائے"۔ (۱)

جامعہ نظامیہ کا دوسرا دور | حضرت حجۃ الاسلام کے رحلت کے بعد جامعہ نظامیہ کی نگرانی حسب فرمان خسروی مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب نواب صدر یار جنگ بہادر صدر الصدور سرکار عالی کے ۱۳۲۷ ف م سنہ ۱۳ ھ میں تفویض ہوئی۔ آپ کے عہد میں مجلس مشاورت کے حسب ذیل اراکین تھے۔

۱۔ مولانا محمد عبد الواسع صاحب مرحوم (۲) مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی (۴) مولوی محمد اکبر علی صاحب مدیر صحیفہ (۵) مولوی محمد مرتضیٰ صاحب مرحوم (۶) مولوی خان فضل محمد خان صاحب ناظم

(۱) جریدۂ غیر معمولی ۳؍ رجب ۱۳۳۶ھ

تعلیمات (۷) مولوی اللہ بخش صاحب سابق صدر مہتمم تعلیمات بلدہ (۸) مولوی سید محمد نقی صاحب مددگار صدارت العالیہ معتمد تھے اس عہد میں جامعہ نظامیہ کی تعلیم اور تربیت کے قواعد مرتب ہوئے بلدہ اور اضلاع میں شاخیں قایم ہونے کی تجویز منظور ہوئی نصاب اور طریقہ تعلیم کے اصلاعات کے نسبت وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات جاری ہوئے اور بعض ناگزیر حالات کی بنا پر اس جامعہ کا تعلق حسب فرمان مبارک جناب صدر الصدور صاحب سے علیحدہ کر دیا گیا اور ۱۳۳۳ف م ربیع الاول ۱۳۴۲ھ سے مولوی

جامعہ نظامیہ کا تیسرا دور ــــــ تا ــــــ

محمد احمد صاحب دیوبندی مفتی عدالت العالیہ کے تفویض ہوا آپ کے عہد میں سب سے پہلے حجۃ الاسلام حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے خدمات کا اعتراف کیا گیا۔

اس خصوص میں پیشگاہ خسروی جہاں پناہی سے ذریعہ فرمان واجب الاذعان مترشحہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۴۲ف ارشاد ہوا کہ

جامعہ نظامیہ کی شاہانہ سرپرستی اور اوس کا اعزاز شاہی سے ممتاز ہونا

مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم وفاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دنیاوی معاملات سے احتراز کیا۔ یعنی مولانا انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم ومغفور۔ ان کا ارادہ تھا کہ اس مدرسہ میں صرف دینیات کی تعلیم دیجائے اور دوسری قسم کی تعلیم سے اس کو تعلق نہ رہے چنانچہ مولوی صاحب مرحوم ومغفور نے اکثر مجھ سے بالمشافہ بھی کہا تھا۔ چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اور اُن کے بعد ان کی یادگار ہے لہذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء وبہبودی کی طرف متوجہ ہوں۔ لہذا حکم دیتا ہوں کہ اس کا تعلق صدر الصدور سے علیحدہ کر کے خاص سید محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند (جن کا تقرر میں نے حال میں مفتی عدالت العالیہ کی خدمت پر کیا ہے) کے سپرد کیا جائے جن کو مولوی صاحب مرحوم ومغفور سے قدیم پہچانت تھی اور ایک قسم کا خلوص تھا۔ اور یہ بھی حکم دیتا ہوں کہ اس مدرسہ میں جو جو خرابیاں واقع ہوئے ہیں ان کی درستی اور مدرسہ کا کام اچھی حالت میں چلنے کی غرض سے ایک کمیٹی منعقد کیجائے تین اراکین کی۔ جس میں سید محمد احمد صاحب صدر نشین کی حیثیت سے کام کریں گے اور اراکین رکن الدین صاحب اور ایک صاحب جن کو سید محمد احمد صاحب اس کام کے اہل سمجھیں مقرر ہوں۔

اس کمیٹی کا کام یہ ہوگا کہ از سر نو گذشتہ اور حال کے واقعات پر ایک نظر ڈال کر جو جو خامیاں اس میں موجود ہیں ان کو درست کرے اور اس کے انتظام سے متعلق ماہانہ راست رپورٹ بغیر کسی توسط کے صدر نشین میرے ہاں حکم مناسب یا اطلاع کی غرض سے پیش کریں جس وقت سید محمد احمد صاحب یہاں جائزہ لینے آجائیں اس وقت میرے اس حکم کی ایک نقل تعمیلاً و اطلاعاً ان کے ہاں روانہ کردیجائے اور اس حکم سے صدر الصدور مطلع کئے جائیں "(۱)

پس براہ کرم حسب فرمان خسروی جہاں پناہی تعمیل فرمائی جائے "

مہتممین جامعہ نظامیہ | جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے مہتمم مولوی محمد عبد العزیز خاں صاحب تاجر تھے۔ جن کا زمانہ اہتمام من ابتداء ۱۲۹۳ھ لغایتہ ۱۳۰۲ف م ۱۲۹۵ھ تک رہا۔

۲۔ دوسرے مہتمم مولوی قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری از ۱۳۰۲ف تا ۱۳۰۷ف م ۱۳۱۵ھ

۳۔ مولوی سید یحییٰ صاحب

۴۔ مولوی احمد عبد العلی صاحب از ۱۳۰۸ف م ۱۳۱۰ھ تا ۲ر رجب ۱۳۳۲ھ تک رہے۔

۵۔ مولوی سید ابراہیم صاحب

۶۔ مولوی محمد رکن الدین صاحب

۷۔ مولوی حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب

۸۔ مولوی محمد ولی صاحب از یکم اسفندار ۱۳۳۴ف تا ۶ر آذر ۱۳۴۷ف

حسب تجویز مجلس انتظامی ۲۷ر فرور دی ۱۳۴۹ف ایک جدید جائداد مہتممی کی قایم کیجاکر مولوی اکرام علی صاحب کو مہتممی کی خدمت پر مامور کیا گیا۔

ناظرین جامعہ نظامیہ | مولوی قاضی محمد امیر الدین صاحب مہتمم کے بعد سے ناظر کی خدمت بڑھادی گئی جس کے ذمے دفتر کی تنظیم اور مراسلت وغیرہ جیسے فرائض تھے سب سے پہلے ناظر

۱۔ مولوی احمد عبد العزیز صاحب مقرر ہوئے جو ۱۳۱۷ف سے چند سال تک رہے۔ اسکے بعد

۲۔ مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب مولانا محمد رکن الدین صاحب اور مولوی حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب بھی اس خدمت پر فائز رہے ہیں ۔

---

(۱) مراسلہ صدارت العالیہ ۱۲۱۹ ۱۳۱۳ف نشان مثل ۶/۹ ۱۳۱۳ف

امرائے جامعہ نظامیہ جامعہ نظامیہ کی خدمت میرمجلسی پر حسب ذیل اصحاب مامور رہے۔

۱- حجۃ الاسلام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ از ۱۲۹۲ھ تا آخر جمادی الاولی ۱۳۲۶ھ

۲- مولانا محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب نواب صدر یار جنگ بہادر از جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ تا ربیع الاول ۱۳۴۰ھ (۱)

۳- جناب حافظ مولوی مفتی محمد احمد صاحب دیوبندی از ربیع الاول ۱۳۴۰ھ تا ۱۴ جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ ۱۳۳۸ف آذر

۴- جناب غلام احمد صاحب محاسب جنگ- (۵) نواب فخر یار جنگ بہادر از ۱۳۳۹ف تا ۱۳۴۸ف

۶- مولوی محمد عبدالقدیر صاحب قادری بدایونی

معتمدین جامعہ جامعہ نظامیہ کے سب سے پہلے معتمد مولانا محمد مظفرالدین صاحب معلیٰ تھے جن کا سلسلہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۹۲ھ سے ۲۵ شوال ۱۳۰۵ھ تک رہا آپ کے بعد حسب ذیل اصحاب جامعہ کی خدمت معتمدی پر مامور رہے۔

۱- مولانا محمد عبداللطیف صاحب (۲) مولانا سرفرازالدین صاحب (۳) مولوی اکرام علی صاحب حال وظیفہ یاب دوم تعلقدار و محل جامعہ (۴) مولوی محمد نقی صاحب سابق مددگار صدارت العالیہ (۵) مولوی صفی الدین صاحب ناظر دارالترجمہ (۶) نواب محاسب جنگ صدر محاسب صرف خاص مبارک (۷) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی سرکار عالی (۸) مولوی غلام محمد صاحب المخاطب نواب محمد یار جنگ بہادر

جامعہ نظامیہ کے نظماء جناب حافظ محمد احمد صاحب کے عہد میں مہتمم کے علاوہ ایک اور خدمت نظامت یعنی پرنسپل کی قایم کیگئی اس خدمت پر سب سے پہلے مولانا علامہ مفتی محمد رکن الدین صاحب (نظامی) استاذ حضرت والاشان شہزادگان بلند اقبال اطال اللہ عمرہما مامور ہوئے جن کا سلسلہ ۱۳۳۸ھ شوال ۱۳۴۰ھ تک رہا۔

(۲) دوسرے ناظم مولانا مفتی سید محمود صاحب جو ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۲ھ تک رہے۔

---

(۱) حسب فرمان خسروی مرقومہ ۶ رجمادی الثانی ۱۳۳۶ھ یہ ارشاد مبارک شرف صدور لایا کہ مدرسہ نظامیہ اور اشاعت علوم و فنون (مجلس اشاعۃ العلوم) کی صدر نگرانی مولوی حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی سے متعلق رہے گی اور ان کی رائے سے ایک کمیٹی مقرر ہوگی جس کے توسط سے کام جاری رہے گا اور جس کے میر مجلس وہ خود رہیں گے علاوہ اس کے سرکاری کتب خانہ آصفیہ بھی ان کی نگرانی میں رہے گا۔ از جریدہ اعلامیہ ۱۷ر اردی بہشت ۱۳۲۷ف جلد ۴۹۔

(۳) تیسرے ناظم حافظ محمد ولی صاحب سابق مہتمم جیل گلبرگہ مامور ہوئے جو یکم اسفندار ۱۳۴۳ف تا ۷ آذر ۱۳۴۷ف تک رہے۔

(۴) چوتھے ناظم مولانا محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ ابتداء ۲۵ تیر ۱۳۴۶ف لغایۃ ۲ اسفندار ۱۳۴۹ف

(۵) پانچویں ناظم مولوی اکرام علی صاحب سابق معتمد جامعہ از ۳ اسفندار تا ۲۷ فروردی ۱۳۴۹ف

(۶) چھٹے ناظم جناب محمد عبدالہادی صاحب بدایونی فرزند مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی ممبر مجلس جو ۲۸ فروردی ۱۳۴۹ف م ۲۲ محرم ۱۳۵۹ھ سے مامور ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے صدر الاساتذہ

جامعۂ نظامیہ کے سب سے پہلے صدر مدرس حجۃ الاسلام مولانا حافظ قاری محمد انوار اللہ خاں علامہ فضیلت جنگ مرحوم و مغفور تھے اور جب آپ کا تقرر ۱۳۰۸ھ بہ حالت آپ شمس الملت والدین شاہ دکن و برار خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تعلیم کے لئے عمل میں آیا تو آ صدارت جامعہ پر دوسرے عالم شخص کا انتخاب فرمایا اور خود بہ نفس نفیس روزآنہ تعلیم کی نگرا اور وقتاً فوقتاً عام انتظامات میں مشورے دیا کرتے تھے اس لحاظ سے جامعہ کی خدمت صدر ال پر حسب ذیل اصحاب مامور رہے۔

(۱) مولانا محمد عبدالوہاب صاحب بہاری (جن کا عہد چند سال تک رہا)

(۲) مولانا مفتی سید عبدالکریم صاحب از ۱۳۰۷ف م ۱۳۱۵ھ تا ۱۱ آذر

(۳) مولانا محمد یعقوب صاحب محدث از ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ تا ۳۰ [illegible]

(۴) مولانا شاہ سید محمد شطاری صاحب حال صدر جامعہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ سے مامور ہیں۔

جامعہ نظامیہ کے مفتی

ابتداء قیام جامعہ ہی سے "افتاء" کا شعبہ قایم تھا لیکن غرہ ۱۳۲۸ھ م یکم آبان ۱۳۱۹ف سے شعبہ دار الافتاء مستقل طور پر قایم کیا گیا۔

(۱) سب سے پہلے مفتی مولانا محمد رکن الدین صاحب (نظامیہ) تھے جو غرہ رمضان سے ۲۵ شعبان ۱۳۳۷ھ م ۲۰ تیر ۱۳۲۸ف تک رہے۔

(۲) دوسرے مفتی مولانا سید عبدالکریم صاحب صدر الاساتذہ جامعہ تھے۔

(۳) تیسرے مفتی مولانا محمد یعقوب صاحب صدر الاساتذہ جامعہ تھے۔

(۴) چوتھے مفتی مولانا سید مخدوم حسینی صاحب (نظامیہ) شیخ الفقہ جامعہ میں جن کی مسلمہ قابلیت شہرۂ آفاق ہے عدالت العالیہ سرکار عالی کی خدمت افتاء کو ۱۴ سال تک نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے مسئلہ جنایات سے متعلق جو کتاب حکومت کی جانب سے ترتیب دیجارہی ہے اس میں مولانا موصوف کی مساعی خاص طور پر شامل ہیں اگر یہ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کہ اصل مرتب کا اعزاز مولانا موصوف کو ہی حاصل رہا ہے۔

جامعہ نظامیہ کے نائب مفتی | دار الافتاء جامعہ کے سب سے پہلے نائب مفتی مولانا محمد رحیم الدین صاحب ۔۔۔ سے ۔۔۔ تک رہے۔

(۲) دوسرے نائب مفتی مولانا ابوالوفا صاحب صدر مجلس علمی احیاء المعارف النعمانیہ

(۳) تیسرے نائب مفتی مولانا سید احمد صاحب رضوی رح المتوفی ۸ر آبان ۱۳۴۳ف م ۱۲ر جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ

(۴) چوتھے نائب مفتی مولانا محمد عبد القادر صاحب رح المتوفی ۲۷ر آبان ۱۳۴۳ف م ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

عہدہ داران اقامت خانہ | جامعہ نظامیہ میں ابتداء سے اقامت خانہ کا نظم بھی ہے جس میں غیر مستطیع اور شوقین طلبہ کے لئے طعام و لباس اور ان کی رہائش کا مناسب انتظام کیا جاتا ہے اس شعبہ کے انتظامات کے لئے جو اصحاب مامور ہوئے وہ سب داروغہ (منتظم طعام خانہ) مطبخ کے نام سے موسوم رہے ہے اور وہ یہ ہیں :-

(۱) مولوی محمد عبد القادر صاحب (۲) مولوی نذیر احمد صاحب (۳) مولوی محمد عثمان صاحب بلگامی (۴) مولوی شیخ عثمان صاحب بیلری (۵) مولوی محمد لیٰسین صاحب (۶) مولوی محمد عبد الرحمٰن صاحب (۷) مولوی قاری محمد عبد الرزاق صاحب (۸) مولوی سید محی الدین صاحب (۹) مولوی محمد عبد الرشید صاحب (۱۰) مولوی سید زین العابدین صاحب (۱۱) مولوی محمد ابراہیم صاحب اور اس وقت مطبخ کے انتظامات کو عمدگی سے انجام دے رہے ہیں جو طلبہ اور اساتذہ میں "دادا" کے نام سے موسوم اور ہر دلعزیز ہیں۔

دواخانہ | چونکہ جامعہ نظامیہ میں شب و روز طلبہ کی رہائش کا انتظام ہے اور ان کے جملہ ضروریات کا تعلق جامعہ ہی سے ہے اس لئے ان کی صحت کی حفاظت اور صحت سے متعلق مشورے دینے کی غرض سے ایک طبیب بھی مامور ہے جن کے نام پچاس ماہوار کی امداد سرکار سے اجرا ہوئی ہے (۱)

---

(۱) احکام محکمہ سرکار صیغہ طبابت یونانی ۲۵ یکم ربیع الاول ۱۳۳۱ھ م ۷ر فروردی ۱۳۲۲ف

(۱) سب سے پہلے طبیب مولوی حکیم محمد حسین صاحب (نظامیہ)

(۲) دوسرے طبیب مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب (نظامیہ)

(۳) تیسرے طبیب جناب حکیم امام بخش صاحب کامل (نظامیہ) جو اس وقت اپنی خدمت کو اعلیٰ قابلیت اور نہایت خوبی سے بلاشکایت انجام دے رہے ہیں۔

تیسرے دور کے بعض حالات | مولوی حافظ محمد احمد صاحب کی میرمجلسی کے ساتھ حسب فرمان خسروی مزینہ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ مجلس شوریٰ کے حسب ذیل اراکین مقرر ہوئے۔

۱- مولانا محمد رکن الدین صاحب استاذ حضرت ولیعہد بہادر رکن و ناظم جامعہ

۲- مولوی غلام احمد صاحب (نواب محاسب جنگ مرحوم) صدر محاسب صرفخاص مبارک رکن

۳- مولوی محمد عبد الحی صاحب فرزند مولوی محمد عبد الرحمن صاحب سہارنپوری رکن

۴- مولوی صفی الدین صاحب ناظر دار الترجمہ سرکار عالی رکن و معتمد (۱)

مولوی حافظ محمد احمد صاحب نے تجاویز اصلاح جامعہ نظامیہ سے متعلق بارگاہ خسروی میں ایک یادداشت پیش فرمائی جس کے بموجب حکم ہوا کہ:-

۱- مدرسہ میں دو شاخیں قایم کی جائیں۔

الف- ایک میں مولانا مرحوم کے منشاء کے مطابق علوم عربیہ دینیہ کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی دیجائے اس شاخ کا انتظام و خرچہ الگ رہیگا۔

(ب) اور دوسری شاخ میں الخدمات شرعیہ کے لڑکوں کو معمولی فقہ و عقائد کی تعلیم دیجائے گی جس کا انتظام جداگانہ ہوگا۔ محکمہ صدارت العالیہ کے ذریعہ خرچہ ادا ہوگا ان دونوں شاخوں کا انتظام ایک ہی ناظم (پرنسپل) کے ماتحت رہیگا جو کمیٹی انتظامی کے پاس ذمہ دار رہیگا۔

۲- میری منظوری کے بعد جو دستور العمل نصاب نافذ ہوگا اس میں کوئی کمی بیشی تغیر و تبدل میری منظوری کے بغیر نہ ہوسکیگا۔

۳- مدرسہ کیلئے پرنسپال یعنی ناظم کا انتخاب و مستقل تقرر خود میں متعاقب کروں گا۔ اس وقت تا حکم ثانی مولوی رکن الدین صاحب منصرمانہ حیثیت سے ناظم کی خدمت انجام دیتے رہیں گے۔ (۲)

---

(۱) فرمان مبارک ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ (۲) ملاحظہ ہو فرمان مبارک ۲۰ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ

مولوی محمد عبدالحی صاحب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب اور مولوی مظہر الحق صاحب وکلاء ہائیکورٹ کا مدرسہ نظامیہ کی رکنیت پر تقرر عمل میں آیا۔

ضابطہ مدرسہ نظامیہ کی منظوری

حضرت حافظ صاحب کے عہد میں جامعہ نظامیہ کیلئے ایک ضابطہ منظور ہوا جس میں ناظم جامعہ کے لئے یہ فرمان شرف صدور پایا کہ ناظم مدرسہ کے لئے لازم ہے کہ وہ عالم با استعداد۔ ذی اثر۔ باوجاہت اور قوت انتظامی رکھنے والا ہو اور ناظم تعلیم کا قیام شب و روز احاطہ مدرسہ میں لازم ہوگا۔ کامل دو تین سال تک شرائط ضابطہ کے موافق ناظم جامعہ نظامیہ کی خدمت پر تقررات عمل میں آتے رہے بعد میں منشاء ضابطہ کے خلاف نظامت پر ایک غیر عالم کو مامور فرمایا گیا جس کی وجہ سے جامعہ نظامیہ کو عہد ماضی میں جو کچھ ترقی حاصل ہوئی تھی اور اس کے جو کچھ آثار موجود تھے وہ سب جاتے رہے علاوہ انتظامی میں اضافہ ہوا مدرسہ کی رقم پانی کی طرح خرچ میں لائی گئی جیسا کہ مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال نے اپنی رپورٹ میں جو محکمہ سرکار میں پیش فرمائی ہے اس میں بتلایا ہے کہ مولانا فضیلت جنگ مرحوم کے وفات کے وقت مدرسہ کی سلک میں کئی ہزار کا ایک معقول پس انداز جمع تھا اب وہ بات باقی نہیں رہی ہے اور چرم قربانی وغیرہ کے سوا اہل خیر سے کسی معقول عطیہ یا آمدنی کا بظاہر کوئی سلسلہ نہیں ہے نتیجہ یہ ہے کہ اب اس مدرسہ کی بقاء و فلاح کا دارومدار بالکل سرکار عالی کی ماہواری امداد پر ہے اور اس کی قومی آمدنی تقریباً مسدود ہو چکی ہے بانی جامعہ کے ایام حیات میں مدرسہ نظامیہ کی فیض بخشیاں دور دراز ممالک تک اپنا اثر پہونچاتی تھیں لیکن اب دائرہ اس قدر وسیع نہیں رہا اور نہ اعلیٰ تعلیم کا شعبہ چنداں نمایاں ہے طلبہ میں سے بعض کے متعلق شاید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ صرف مدرسہ کی مہمان نوازی سے مستفید ہوتے رہتے ہیں غرض یہ رپورٹ کے چند فقرے تھے جس سے واضح ہوگا کہ اس عہد میں جامعہ نظامیہ کو کسی قسم کی کوئی ترقی نصیب نہیں ہوئی

مولانا محمد رکن الدین صاحب استاد حضرت والا شان ولیعہد بہادر اور مولوی صفی الدین صاحب نظامت اور معتمدی سے سبکدوش کردیے گئے مولوی حکیم محمد وحید الدین صاحب عالی اور مولوی مفتی محمد عبد اللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ اور مولوی حکیم مقصود علی خان صاحب کا انتخاب کمیٹی انتظامی کی خدمت پر عمل میں آیا

(۱) ملاحظہ ہو مثل صدارت العالیہ بابتہ

مولانا محمد رکن الدین صاحب نظامت پر صرف ایک سال ۱۲ر ذی الحجہ الحرام ۱۳۴۰ھ تک رہے اسکے بعد دو سال تک مولانا مفتی سید محمود صاحب کا تقرر عمل میں آیا جو ۱۳۴۲ھ تک اس خدمت کو عمدگی سے انجام دیتے رہے اور اسی سال جامعہ نظامیہ کے ہمدرد اور علم دوست علماء مولانا مفتی سید محمود صاحب اور مولانا حکیم ابو الوفا محمود احمد صاحب خدمت نظامت اور مہتممی سے علیحدہ ہوئے اور ان دونوں کی خدمت پر حافظ محمد ولی صاحب سابق مہتمم جیل گلبرگہ کا جامعہ نظامیہ جیسے عالیشان درسگاہ کی خدمت نظامت پر انتخاب عمل میں آیا

یہ واقعات جو لکھے گئے ان کی حیثیت تاریخ کی ہے جامعہ کی تاریخ کے سلسلے میں یہ چیز مورخ کیلئے ضروری ہے کہ اس عہد کے واقعات کو بلا کسی تغیر کے لکھے تاکہ آنے والی نسل کیلئے سبق ہو

صاحب مطلع انوار نے تبلایا ہے کہ

"مولانا کے وصال کے بعد اسلامی اخوت تو رہی ایک طرف" جذبہ دینی ایک طرف ملکی اور غیر ملکی کے تباہ کن احساسات نے مدرسہ نظامیہ کو اس حال پر پہونچا دیا کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے خدا اپنے حبیب کے تصدق سے اس کو اعدا کے ہاتھوں محفوظ رکھے[1]

جامعہ نظامیہ کا چوتھا دور | مولانا مفتی محمد احمد صاحب تقریباً ۱۳۴۳ھ تک خدمت میر مجلس پر رہے اس کے بعد جامعہ نظامیہ کا جملہ انتظام نواب محاسب جنگ مرحوم معتمد جامعہ کے تفویض ہوا

اس عہد میں بھی مولوی محمد ولی صاحب خدمت نظامت پر رہے اور جامعہ کے نظم تعلیم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی البتہ اقامت خانہ اور امتحانات کے قواعد مرتب و نافذ ہوئے عملہ دفتر کی علی حالہ زیادتی رہی اس عہد میں بھی جامعہ کو کسی قسم کی ترقی نصیب نہیں ہوئی

حسب احکام سرکار مجلس عالیہ عدالت سرکار عالی کے عہدہ افتاء کا کام جامعہ نظامیہ کے تفویض ہوا مولانا مفتی سید محمد رحم حسینی صاحب (نظامیہ) مفتی و شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ نے اس خدمت کو نہایت کمال سے انجام دیتے رہے توقع تھی کہ مجلس عالیہ عدالت کی خدمت افتاء دائمی طور پر جامعہ نظامیہ کے تفویض رہیگی لیکن چند سال کے بعد اس خدمت کا تعلق جامعہ سے جاتا رہا

اس عہد میں میر مجلس پر کسی کا انتخاب عمل میں نہیں آیا معتمد جامعہ ہی بحیثیت میر مجلس جملہ انتظامات جامعہ انجام دیتے رہے مجلس مشوری کے حسب ذیل اصحاب تھے۔

(۱) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی سرکار عالی

---

(۱) مطلع الانوار صفحہ (۷۸)

۱۔ مولوی غلام احمد محاسب جنگ بہادر معتمد

۲۔ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ رکن

۳۔ مولوی سید وحید بادشاہ صاحب قادری رکن

۴۔ مولوی سید پیراں قادری صاحب بی۔ اے۔

محاسب جنگ بہادر کے عہد میں مدرسہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق متعدد تحریکات اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔ ایڈیٹر صاحب رہبر دکن نے کئی مرتبہ ایڈیٹوریل نوٹ لکھے ملک کے تمام نظامئین ایک مرکز پر جمع ہوئے۔ اس طرح ۱۳۳۶ھ ف میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی تنظیم جدید عمل میں آئی یہ انجمن کسی ذاتی اغراض کے تحت قائم نہیں کیگئی بلکہ اس کے مقاصد میں اصلاح و ترقی جامعہ نظامیہ کا عنصر غالب تھا و نیز اصلاح مسلمانان اس کا اہم نصب العین تھا جس کی اس وقت ملک میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ اس تاریخ سے ملک میں اس تحریک کو عام مقبولیت نصیب ہوئی اور انجمن نے اس تھوڑے سے وقت میں حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ملک میں احساس اور افراد ملک کے پژمردہ جذبات میں اشتعال پیدا کرادیا جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کا ہر فرد جامعہ نظامیہ سے ہمدردی اور تعاون کو اپنا فرض تصور کرتا ہے۔ نواب محاسب جنگ مرحوم کا ۱۳۳۹ھ میں انتقال ہوا ہمدردان جامعہ نظامیہ اور ارکین جامعہ کے مشوروں سے نواب فخر یار جنگ بہادر کی میر مجلسی اور نواب محمد یار جنگ کی معتمدی کیلئے سرپرست جامعہ حضرت اقدس و اعلیٰ کے ملاحظہ میں معروضہ پیش کیا گیا جس کو منظوری کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ اس روز سے جامعہ نظامیہ کی زندگی میں ایک نئی روح پیدا ہوئی اور اس کا یہ اثر ہوا کہ مجلس انتظامی جامعہ میں بالالتزام فارغین نظامیہ کی شرکت اور ان کی نمائندگی لازمی اور ضروری قرار دیگئی۔

جامعہ نظامیہ کا پانچواں دور حسب فرمان خسروی جامعہ نظامیہ کی خدمت میر مجلسی پر نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فنانس کا تقرر عمل میں آیا۔ آپ کے عہد میں حسب ذیل انتظامی ارکان منتخب ہوئے۔

۱۔ مولانا محمد عبد القدیر صاحب صدیقی (۲) مولانا سید وحید بادشاہ صاحب قادری موسوی (۳) نظامئین کی جانب سے مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب (۴) مولانا سید محمد بادشاہ صاحب

قادری (۵) مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب (۶) نواب محمدؐ یار جنگ بہادر معتمد مدرسہ۔

اس عہد میں بھی ایک طویل عرصہ تک محمد ولی صاحب ہی نظامت کی خدمت پر رہے۔ مدرسہ کے نصاب میں تبدیلی ہوئی۔ قواعد امتحانات کی ترتیب عمل میں آئی۔ اسناد نظامیہ کا ایک حد تک مناسب تصفیہ عمل میں آیا ملازمین مدرسہ کے وظیفہ حسن خدمت کی کارروائی طے کیگئی لیکن مدرسہ نظامیہ میں جو روح پیدا ہوتی تھی وہ نہیں ہوسکی اور نہ مدرسہ کی سابقہ شہرت علمی واپس آئی۔ غرض یہ عہد بھی ایسا کامیاب نہیں رہا جیسی توقع تھی۔

اس میں شک نہیں ہمارے نواب فخر یار جنگ بہادر نہایت محتاط اور دوراندیش بزرگ ہیں۔ اور ہر وقت موصوف کو مدرسۂ نظامیہ کی ترقی کا خیال رہا لیکن فنیانس کے کاروبار سے اتنی فرصت نہیں ملی کہ جس کے سبب وہ مدرسہ کے کاروبار میں زیادہ حصہ لے سکیں دوسری وجہ یہ بھی کہ نواب صاحب موصوف کی صحت اچھی نہیں رہی غرض چند ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ جس کی وجہ سے مدرسہ نظامیہ کے مقاصد واغراض میں وسعت نہیں ہوئی۔ آپ کے مبارک عہد میں بضمن سلور جوبلی جامعہ نظامیہ کی جانب سے حضرت جلالت مآب شاہ دکن وبرار کے ملاحظہ میں "شمس الملت والدین" جیسے الفاظ کے اضافہ کی خواہش کیگئی جو منظور ہوئی۔ آخر اوائل سال ۱۳۴۹ف میں خدمت میر مجلسی سے مستعفی ہوگئے۔

کتب خانہ | حضرت بانی علیہ الرحمہ نے ۱۳۲۲ھ م ۱۳۱۳ف میں اساتذہ اور طلبہ کی ضروریات کے لئے ایک کتب خانہ قایم فرمایا اور اس کا نام امداد المعارف تجویز فرمایا جس میں علوم وفنون کے بہت سے نوادر و ذخائر علمی فراہم وجمع کئے گئے ہیں جو اپنی نوعیت میں انمول ہیں اسی کتب خانہ میں مجالس طلبہ[1] کے کتب خانے بھی ضم کردئے گئے اس کے علاوہ درسیات کا بھی کتب خانہ ہے۔ جہاں سے طلبہ کو درسی کتابیں پڑھنے کے لئے دی جاتی ہیں جس میں ہر فن کے متعدد نسخے موجود ہیں

کتب خانہ دارالافتاء | اس کتب خانہ میں فقہ مذاہب اربعہ کے مستند اور معتبر فتاوے موجود ہیں جن سے حضرت مفتی صاحب کو ترتیب فتاوی میں مدد ملا کرتی ہے یا وہ طلبہ جو تحقیقاتی کام انجام دیتے ہیں ان کے لئے اس کتب خانہ کی کتابیں کارآمد اور مفید ہوتے ہیں۔

جامعہ نظامیہ کی آمدنی | جامعہ نظامیہ کی ابتدا ہی توکل علی اللہ پر ہوئی۔ اس لئے ایک عرصہ تک

(۱) انجمن معراج الاسلام۔ انجمن مخزن الانوار

قومی تائید سے چلتا رہا۔ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۰۹ھ میں سرکار عالی کی جانب سے پچاس ماہوار جاری ہوئی اسی طرح ۱۳۱۰ھ میں ایکسو اور ۱۳۱۴ھ میں اور ایکسو جملہ دوسو ماہوار کی امداد جاری ہوئی اور ۱۳۱۵ھ میں مزید پانچسو جملہ سات سو کی امداد جاری ہوئی اور ۱۳۳۵ھ میں جبکہ اعلیحضرت جل التماب شمس الملت والدین کی فیاضانہ نظر پڑی تو اسکی ماہوار امداد دو ہزار تک کردی گئی حضرت بانی علیہ الرحمہ کی آخری تحریک اضافہ بھی بعہد میر مجلسی نواب صدر یار جنگ بہادر منظور فرمائی جاکر جملہ ڈھائی ہزار امداد ماہوار قرار دیگئی جس کی وجہ سے اس دینی جامعہ کو غیر معمولی ترقی حاصل ہوئی۔

چونکہ ڈھائی ہزار کی امداد اس جامعہ کی ضروریات کیلئے غیر مکتفی ہو رہی تھی۔ مولوی محمد احمد صاحب کے میر مجلسی کے عہد میں اضافہ کے متعلق ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ یہ فرمان شرف صدور لایا کہ صیغہ فنیانس کی رائے پیش ہو جس کی بناء پر سررشتہ فنیانس نے مولوی خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی ومال کو مدرسہ نظامیہ کی تحقیقات کے لئے روانہ فرمایا اور بعد تحقیقات صاحب

خورشید علی کمیٹی | موصوف نے اپنی رپورٹ میں اس امر کو ظاہر کیا کہ مدرسہ نظامیہ کی انتظامی حالت محتاج اصلاحات اور توجہ کے قابل ہے۔ عملہ تدریس سرکار کی توجہ کا مستحق ہے اس مدرسہ کو سرکاری کردینا اس کی حفاظت اور استحکام کا موجب ہوگا اس یادداشت پر محکمہ فنیانس نے ذریعہ عرضداشت ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۲ھ بارگاہ جہاں پناہی میں عرض کیا کہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں مذہبی تعلیم کی گنجائش کے کل مسئلہ کیلئے ایک کمیٹی کا انعقاد ضروری ہے تاکہ مذہبی تعلیم کے لئے کوئی مکمل اسکیم مرتب کیجاکر نافذ کیجاسکے چنانچہ اس خصوص میں بارگاہ خسروی سے ذریعہ فرمان مبارک مرقومہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ یہ حکم محکم شرف صدور لایا کہ :-

اس عام مسئلہ پر غور کرنے کے لئے حسب ذیل اراکین کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔

شیروانی کمیٹی | (۱) مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شیروانی صدر نشین

(۲) ناظم امور مذہبی رکن (۳) نائب ناظم تعلیمات رکن (۴) پرنسپل جامعہ عثمانیہ

(۵) مولوی محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی رکن (۶) مولوی خورشید علی صاحب ناظم دفتر دیوانی ومال رکن

---

(۱) اجرائی امداد کی ابتدائی کارروائیوں میں نواب عماد الملک مرحوم ناظم تعلیمات سرکار عالی کا بھی خاص حصہ رہا ہے کیونکہ نواب صاحب موصوف کو عربی تعلیم سے خاص شغف تھا اس لئے موصوف نے جامعہ نظامیہ کی امدادی کارروائی میں ہر وقت ممکنہ مدد فرمائی۔

مذکرہ صدر کمیٹی کے متعدد اجلاس ہوئے بالآخر ۳۰ شہریور ۱۳۴۷ ف کے اجلاس میں قرار پایا کہ (۱) جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت تعلیمی اور انتظامی بالکل درست نہیں ہے۔ فوری اصلاح کی محتاج ہے (۲) جامعہ کو سرکاری کردیا جائے (۳) جامعہ کے انتظام کے لئے بورڈ آف گورنرس قایم کیا جائے، جس کے ارکان حسب ذیل ہو۔

۱۔ صدر الصدور (۲) مفتی صاحب عدالت العالیہ (۳) معتمد صاحب فنیانس (۴) ناظم صاحب تعلیمات (۵) ایک عالم جید حیدرآباد کے علما سے (۶) سابق طلبہ جامعہ نظامیہ میں سے ایک عالم۔

۴۔ بورڈ آف گورنرس کے ارکان مسلمان ہونے چاہئیں اگر کوئی غیر مسلم ہو تو ان کی جگہ محکمہ مذکور کے دوسرے مسلمان حاکم کا انتخاب ہو۔

۵۔ اس کمیٹی کی رائے میں مولانا فضیلت جنگؒ نے جس اصول پر جامعہ کو قایم فرمایا تھا وہ ہمیشہ پیش نظر رکھے جائیں۔

سنا گیا کہ اس کارروائی کا ہنوز کوئی تصفیہ نہیں ہوا۔ باوجود اس کے کہ فنیانس نے بھی اصولی طور پر رپورٹ سے اتفاق کرلیا ہے لیکن ابھی تک بارگاہ جہاں پناہی میں پیش نہ ہوسکی جس کو (۸) سال کا عرصہ ہوتا ہے۔

اس ضمن میں یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردان تعلیم جامعہ نظامیہ نے اپنی درخواست کے ذریعہ حکومت سے استدعا کی تھی کہ مدرسہ نظامیہ کے ابتدائی اور انتہائی دور میں قوم کی اعانت رہی ہے اور قومی اعانت ہر طرح سرکاری اعانت کے مقابل میں زیادہ رہی ہے اس اعتبار سے مدرسہ کی حیثیت سرکاری قرار نہ دیجائے بلکہ اس کو قومی حیثیت سے باقی رکھا جائے۔ سنا گیا کہ حکومت نے صدر مدرسہ نواب فخر یار جنگ بہادر سے اس خصوص میں رائے طلب فرمائی تھی[1] مگر نواب صاحب نے اپنی کوئی رائے نہیں دی اور آخر ۱۳۴۸ ف میں خدمت میر مجلسی مدرسہ اور فنیانس سے مستعفی ہوگئے۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ

مقاصد جامعہ نظامیہ کی ترقی اور توسیع کی غرض سے جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل اصحاب نے ایک مجلس بھی بہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ قایم کی اس مجلس کے مقاصد میں ترقی جامعہ نظامیہ کے

۱۔ اخبار رہبر دکن بہمن ۱۳۴۹ ف

علاوہ ترقی ملک وملت کے اجزا بھی شریک ہیں ۔

اس مجلس کی تنظیم جدید سنہ ۱۳۶۳ف میں عمل میں آئی اس تاریخ سے فارغین نظامیہ میں نہ صرف ملک وملت کی خدمت کا خاص طور پر احساس پیدا ہوا بلکہ ان کے پژمردہ جذبات میں اشتعال پیدا ہوا ۔ نظامیہ برادری کی تنظیم شروع ہوئی جس کا نتیجہ ہے کہ ملک پہلے سے زیادہ نظامیین کے خدمات سے واقف ہوا، اور آج ان کے ساتھ تعاون عمل کرنے پر آمادہ نظر آتا ہے ۔ ذیل میں نظامیین کے تعلیمی اور سیاسی خدمات کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے جس سے جمعیتہ کی کارگزاری و کارہ دانی کا صحیح علم ہو سکیگا ۔

جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت اور اس کی اصلاح

جامعہ نظامیہ کی موجودہ حالت کا اگر اندازہ کرنا چاہتے ہو تو ایک مریض جاں بلب کے بستر مرگ کو دیکھو یا پرانے کھنڈروں کو دیکھو جہاں کی بہت سی دیواریں گر چکی ہیں اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی گرنے کے قریب ہے ظاہر میں مدرسہ ہے، مدرسین ہیں، طالبعلم ہیں مگر نہ کوئی تعلیمی روح ہے اور نہ نفخ روح کرنے والا ہے ۔ جس کے اندر کسمپرسی تباہی اور بربادی کے سوا اور کوئی آثار نظر نہیں آتے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے متعدد مرتبہ ارباب جامعہ کو توجہ دلاتے رہے کہ جامعہ نظامیہ میں نفخ روح کے اسباب پیدا کرنے کیلئے بہترین اور قابل عالم کو ناظم جامعہ بنایا جائے اور حسب ذیل طریقے اختیار کئے جائیں تو امید ہے کہ یہ جامعہ حقیقی معنوں میں اسلام کی خدمت گزار بن سکے۔

۱ - موجودہ نصاب تعلیم میں اصلاح اور امتحانات کے قواعد کی ترتیب کیلئے ایک مجلس تعلیمی مقرر کی جائے ۔

۲ - موجودہ نظام تعلیم کو برقرار رکھکر ایک ایسے شعبے کا بھی افتتاح کیا جائے جس میں جماعت بندی کی قید نہ ہو ۔

۳ - تحتانی تعلیم اور ان کے اقامت خانے کا انتظام فوقانی تعلیم اور ان کے اقامت خانے سے بالکل علیحدہ رکھا جائے ۔

۴ - طلبہ کی تعلیم و تربیت پر خاص نگرانی رکھی جائے ۔

۵ - جامعہ میں چند مفید صنعتی تعلیم کا انتظام کیا جائے ۔

۶ - اصول جامعہ کے مطابق بلدہ اور اضلاع میں شاخیں قائم کی جائیں ۔

۷۔ فراہمی سرمایہ کیلئے قوم سے درخواست کیجائے۔

۸۔ جامعہ نظامیہ بالکلیہ غیر سرکاری رہے۔

اصلاح نصاب کی تحریک | جامعہ نظامیہ کے طریق تعلیم اور نصاب تعلیم کے اصلاحی سلسلہ میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ۱۳۴۵ھ ف میں ایک یادداشت مرتب اور منظور کرکے ارباب مدرسہ سے خواہش کیگئی کہ وہ اس یادداشت پر غور کرکے اصلاح تعلیم جامعہ نظامیہ کی فکر کریں تاکہ یہاں کے طلبہ علوم دینیہ کی واقفیت کی وجہ سے اہل دنیا کے سامنے محتاج اور بیکار نہ رہیں اور جو امور یا علوم طلبہ کی تہذیب اور اصلاح اخلاق کیلئے مفید سمجھے جائیں ان کے اجراء میں حتی الامکان سعی کیجائے

اس وقت ہمارے ملک میں قدیم اور جدید دونوں قسم کا نظام تعلیم رائج ہے اور آج اُسے سب بُرا کہہ رہے ہیں کیونکہ یہ نظام کسی وقت بھی ہماری قومی اور مذہبی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکا باوجود اس کے یہ برابر جاری ہے۔

آج جبکہ دنیا تیزی سے بدل رہی ہے اور دنیا کے قوموں کی زندگی میں نمایاں تغیر ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں ہمارے نظام تعلیم میں بھی ایسی تبدیلی ہونی چاہئیے جس سے قوم کے مردہ جسم میں جان ڈال دے۔

ہمارے پچھلے نظام تعلیم کا مقصد وہ مذہب کی خدمت اور اس کے زیر سایہ علوم فنون کی تحصیل تھا جس کا اثر یہ تھا کہ تعلیم نظام زندگی میں ایک دنیوی نہیں بلکہ ایک مذہبی فریضہ تھا دین کا ولولہ اور مذہب کا جوش ان کی زندگی کی روح تھی گو اس کا نظام تعلیم کتنا ہی برا ہو لیکن جو مقصد ہمارے پچھلے نظام تعلیم کا رہا ہے وہ کسی طرح تبدیل کے قابل نہیں۔ البتہ اس کے نظام تعلیم میں ایسا تغیر پیدا کریں جس سے اصل مقصد کا حصول جلد تر اور صحیح معنوں میں ہو سکے۔

آج کل قریب قریب سب تعلیم گاہوں میں ابتدائی ثانوی اور اعلیٰ تعلیم دیجاتی ہے اور ان سب کی مجموعی تعداد (۱۷) سال ہے اور یہی حالت ہمارے مذہبی تعلیم گاہوں کی ہے اس میں کمی کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے تاکہ ایک طالب علم جس کا مقصد علم کو علم کیلئے پڑھنا ہو اس کے لئے سخت صعوبتیں حائل ہوتی رہتی ہیں اور تمام عمر مدت مقررہ کی تکمیل میں صرف ہوجاتی ہے۔ اور جب وہ زندگی کے دوسرے شعبے میں داخل ہوتا ہے تو ایسے وقت نہ وہ دین کی خدمت اچھی

طرح انجام دیسکتا ہے اور نہ دنیادی شعبہ میں وہ کامیاب رہتا ہے۔ غرض مذہبی مدارس کے سب طلبہ ان مشکلات میں مبتلا ہیں اس لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نہایت غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ پچھلی تعلیم کا جو مقصد تعلیم ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کیجائے بلکہ نظام تعلیم میں ذیل کی تبدیلیاں کی جائیں تو توقع ہے کہ جو مشکلات مذہبی تعلیم پانے والوں کے لئے آج پیش آرہی ہیں ان میں کمی ہوجائے گی اور عوام مسلمین میں دینی تعلیم کی رغبت وتحریص کا خاص احساس پیدا ہوجائے گا۔

۱۔ بچوں کی ابتدائی تعلیم پر پوری توجہ کی جائے اور ان کی استعداد کے موافق ایسا نصاب مرتب کریں جو سادہ سے سادہ سہل سے سہل ہو

۲۔ موجودہ مدت تعلیم میں کمی۔

۳۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے بہتر نصاب کا مرتب کرنا جس کا جز اول دینیات سے متعلق رہے اور دوسرا حصہ علوم عقلیہ کا جن کے پڑھنے سے فائدہ ہو اور جن کی ترتیب میں ایسے اصول شامل ہوں جو آخری تمام تر اسلامی علوم کہلائے جاسکیں۔ اگر اس قسم کی کتابیں مصر یا دیگر ممالک میں مل سکیں تو انہیں شامل کرلیا جائے ورنہ علوم عقلیہ قدیمہ کے ساتھ جدید اصول عقلیہ کو مطابقت سے تعلیم دلائی جائے اور اس قسم کے تمام امور کو جمع کرنے کا نظم رکھیں تو آخر میں ایک مستقل تالیف کی شکل اختیار ہوجاتی ہے اور اس طرح چند عرصہ کے بعد علوم عقلیہ کا تمام مواد اسلامی نقطہ نظر کے تحت ہماری زبان میں شریک ہوجاتا ہے۔

جماعت بندی کا موجودہ نظام یکسر علیحدہ کرنے کے قابل ہے اگر اس طریقہ عمل میں قدیم اصول کو رکھتے ہوئے چند اضافے اشارات کے ساتھ ترمیم کریں تو یقین ہے کہ ہماری موجودہ مدت تعلیم میں بہتر اور مناسب کمی ہوسکتی ہے اس کی تشکیل حسب ذیل طریقوں پر ہوسکیگی۔

۱۔ کل مدت تعلیم ۱۴ سال رکھی جائے۔ منزل ابتدائی کے لئے ۷ سال، منزل ثانوی کے لئے ۶ سال اور تکمیل کے لئے ایک سال، اس طرح پر کہ ان تمام منازل کی تعلیم جماعت بندی سے نہ ہو بلکہ کتابوں کی جماعت بندی ہو۔ البتہ امتحان جماعت بندی کے طریقہ پر لیا جائے اس طریقہ عمل میں سہولت یہ ہوگی کہ طالب علم اپنی استعداد کے موافق سال میں کئی کتابیں ختم کرسکیگا اور ان

کتابوں میں کافی مہارت بھی حاصل کر سکیگا اس طریقہ عمل میں یہ بھی فائدہ ہے کہ جو طلبہ سب سے زیادہ ذہین اور شوقین و محنتی ہوں گے وہ ۱۴ سال کے بجائے ۱۲ سال میں تحصیل علم سے فارغ ہو جائیں گے۔

ہر منزل تا نوی کے دوسرے سال مولوی - عالم اور فاضل کے نام سے اسناد دیجائیں اور ایک سال تکمیل کیلئے کافی ہوگا فنون واری تکمیل ہوگی - فن حدیث میں دورہ حدیث بھی شامل رہے گا۔

(۲) مندرجہ بالا قاعدے کے فوائد اسی وقت ظہور میں آئیں گے جبکہ بچوں کی ابتدائی تعلیم قاعدے کے تحت اور تعلیم پر خاص نگرانی رہے۔

ان سب امور بالا میں نگرانی تعلیم اور بہتر نصاب کے ترتیب کی شدید ضرورت رہے گی۔

اسی طرح امتحانات کے موجودہ طریقہ عمل میں بھی بہت کچھ اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے جو طریقہ اس وقت چل رہا ہے وہ فائدہ بخش نہیں اگر ہمارا مقصود اچھے کام کرنے والے قابل رہنماؤں کو نکالنے کا ہے تو طریقہ امتحانات میں سخت تبدیلی کی ضرورت ہے وہ اس طور پر کہ بعض مضامین کا امتحان تحریری لیا جائے اور بعض کا تقریری لیتے وقت ممتحنین اپنی قابلیت کا اظہار نہ کرے بلکہ ممتحنین اس امر کو سمجھنے کی کوشش کرے کہ ایک لڑکے نے نفس مضمون کو کس حد تک سمجھا ہے یا کس حد تک ان مضامین سے واقفیت حاصل کی ہے۔

جب مدت تعلیم میں خاطر خواہ کمی ہو جائے گی اور ایک طالبعلم نہایت قلیل مدت میں فارغ التحصیل ہو جائے گا تو وہ اس کے بعد زبان دانی کی حیثیت سے کسی دوسری زبان کی تحصیل کر سکیگا اور اس کو اجنبی زبان کے سیکھنے میں ایک اچھی مدت مل سکیگی۔

ہماری یہ بھی رائے ہے کہ جامعہ نظامیہ میں طب یونانی اور وکالت کی تعلیم کا بھی مناسب انتظام ہو اور ان جماعتوں میں تعلیم پانے والوں کیلئے ممکنہ سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

مدرسہ نظامیہ کے بجائے جامعہ نظامیہ کا استعمال | انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نہایت سوچ بچار کے بعد اس کے مظاہر حیات کے اظہار کے لئے اولاً جشن ساٹھ سالہ کی تجویز منظور کی اور ۱۳۴۱ف میں مجلس عاملہ نے یہ قرارداد منظور کی کہ ہر سال بتاریخ ۱۹ ذی الحجہ جامعہ نظامیہ کے یوم تاسیس کی تقریب منائی جائے اس تجویز کے دوران میں مجلس عاملہ انجمن نے سب سے پہلے ۱۳۴۲ف میں یہ قرارداد بھی منظور کی کہ مدرسہ نظامیہ میں ابتدائی اور انتہائی تعلیم قابل اطمینان طریقے پر دیجاتی ہے اور

جس کا ماضی عالم اسلام میں ممتاز رہا ہے اور مستقل طور پر اپنے میں جامعہ کے خصوصیات بھی رکھتا ہے خصوصیات جامعہ کی تو کوئی نہیں کہ حکومت اور عوام جامعہ نظامیہ کو مدرسہ نظامیہ سے خطاب کرے اس منظورہ قرارداد کے بعد انجمن نے جامعہ کے لفظ کا اعلان کیا اور قابل شکر بات یہ ہے کہ عوام اور حکومت دونوں نے متفقہ طور پر آج مدرسہ نظامیہ کو جامعہ نظامیہ سے خطاب کر رہی ہے اور اس کی ترقی واصلاح کی فکروں میں مصروف عمل ہے۔

نواب صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی کی تقریر

عالیجناب نواب حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے یوم موسس جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کے جلسہ تقسیم اسناد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مولانا محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ علیہ الرحمہ میرے مخلص دوست تھے انہوں نے جامعہ نظامیہ کے متعلق کئی مرتبہ ذکر فرمایا تھا۔ میں نے ہر وقت امداد کا وعدہ کیا اور میں انشاء اللہ اس وعدہ کو پورا کروں گا واقعہ یہ ہے کہ خود حضرت اقدس اعلیٰ اس جامعہ کو بلند معیار پر دیکھنے کے متمنی ہیں۔ جس طرح جامعہ عثمانیہ کے فیوض سے ملک مستفید ہو رہا ہے اسی طرح جامعہ نظامیہ کا فیض بھی عام ہے ایک اور خاص بات یہ ہے کہ جامعہ نظامیہ کو حضرت اقدس و اعلیٰ کی سرپرستی کا اعزاز حاصل ہے۔ اس جامعہ کے وجود سے سلطنت آصفیہ کی بقاء اور استحکام کی قوی توقع ہے"[1]۔

تنظیم نظامیہ برادری اور تعارف کیلئے نظامیہ کا استعمال

برادری نظامیہ میں باہمی روابط اور تعلقات قائم رکھنے کیلئے اس امر کی شدید ضرورت تھی کہ ہر طالب العلم اپنے نام کے مجازی "نظامیہ" لکھا کرے چنانچہ انجمن کی اس تحریک کا ملک میں خیر مقدم کیا گیا اور آج ہر تعلیم یافتہ اپنے نام کے ساتھ "نظامیہ" لکھ رہا ہے۔ اس حد تک اطمینان کے بعد انجمن نے اس ضرورت کو بھی محسوس کیا کہ اضلاع و تعلقات میں جو نظامیئین ہیں ان کو اولاً منظم کر لیا جائے چنانچہ گذشتہ سال[2] سے اضلاع میں نظامیہ برادری کے نام سے مجالس قائم کئے جا رہے ہیں اور اب تک (۱۲) مقامات پر اس قسم کے مجالس قائم کر دئے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ کو تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں عام مقبولیت اور شہرت کا عام امتیاز حاصل ہو گیا ہے۔

---

(۱) اخبار رہبر دکن ۲ رجمادی الثانی ۱۳۵۹ھ (۲) اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳۴۸ف

امتحانات اہل خدمات شرعیہ کی جامعہ نظامیہ میں منتقلی

جامعہ نظامیہ کے ابتدائی عہد میں اہل خدمات شرعیہ کے امتحانات ہوا کرتے تھے لیکن چند سال سے یہ امتحانات صدارت العالیہ کے ذریعہ سے جاری رہے ہیں اصولاً ان تمام امتحانات کا تعلق ایک باضابطہ تعلیمی ادارے سے متعلق ہونا چاہیئے اس بناء پر ایک قرارداد نواب صدر اعظم بہادر کی خدمت میں روانہ کیگئی ہے کہ امتحانات اہل خدمات شرعیہ کا جملہ تعلق جامعہ نظامیہ سے کردیا جائے۔ توقع ہے قریب میں ہماری یہ تحریک کامیاب اور منظور ہو جائے گی۔ جس سے ملک کو پہلے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکیگا۔

کارروائی الحاق مدرسہ محبوبیہ و مدرسہ اسلامیہ گلبرگہ

حضرۃ العلامہ مدزماں خاں شہید المتوفی سنہ کی علمی و مذہبی خدمات کی یاد مدرسہ محبوبیہ کے ذریعہ تازہ ہوسکتی ہے۔ حضرۃ العلامہ نے آج سے ایک صدی قبل حیدرآباد میں جو خدمات انجام دی ہیں وہ ظاہر ہیں مدرسہ محبوبیہ آپ کی علمی کاوشوں کی ایک یادگار ہے جس میں اصلاحات کی شدید ضرورت ہے تاکہ اس سرچشمہ علم سے ملک فیض رس ہوسکے چنانچہ اس نیک مقصد کے تحت انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے اجلاس مورخہ ۲ ربیع المنور ۱۳۵۵ھ م ۱۹ تیر ۱۳۴۵ف نے نواب صدر المہام بہادر صرف خاص مبارک سے تحریک کی کہ مدرسہ محبوبیہ کو جامعہ نظامیہ میں ملحق کیا جائے ایک عرصہ تک کارروائی جاری رہنے پر بالآخر تصفیہ ہوا کہ مدرسہ محبوبیہ کی تعلیمی و انتظامی امور کیلئے ایک مجلس قایم کی جائے چنانچہ اب ایک مجلس قایم ہوگئی ہے۔ جس کے اراکین میں مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) اور مولانا سید صابر حسینی صاحب جیسے اصحاب شریک ہیں۔ ہمیں توقع ہے کہ موصوفین کے عہد میں مدرسہ محبوبیہ کو وہ درجہ جلد از جلد ملجائیگا۔ جس کا وہ مستحق ہے۔

(۲) گلبرگہ شریف میں درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز رحمۃ اللہ علیہ ایک مدرسہ دینیہ بنام مدرسہ اسلامیہ قایم ہے اس مدرسہ میں نصاب نظامیہ کے موافق مولوی کی جماعت تک تعلیم کے انتظام کیلئے کارروائی جاری ہے اور توقع ہے قریب میں اس مدرسہ کی بھی اصلاح ہوجائے گی اور اس مدرسہ میں بھی نصاب نظامیہ کی تعلیم کا انتظام ہو جائے گا۔

مدرسہ فوقانیہ نسوان نظامیہ کا قیام

لیڈی حیدری کے انتقال میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے

درخواست کی کہ ایک مدرسہ نسوان فوقانیہ نظامیہ قایم کیا جائے تاکہ اس مدرسہ کے ذریعہ عربی کے قابل اناث پیدا ہوں جن سے ملک کے نسوانی حلقے تعلیم علوم دینیہ سے مستفیض ہوسکیں چنانچہ دفتر پیشی نواب صدر اعظم بہادر سے یہ اطلاع وصول ہوئی ہے کہ مدرسہ نسوان فوقانیہ نظامیہ کے قیام سے متعلق جو تحریک کیگئی ہے وہ صیغہ تعلیمات میں روانہ کیگئی ہے۔[1] توقع ہے قریب میں مناسب تصفیہ عمل میں آئے اگر اس قسم کا مدرسہ قایم ہوجائے تو ملک کے خواتین بھی علوم دینیہ سے اچھی طرح مستفید ہوسکینگے اور آئندہ ملک میں مذہبی تعلیم کی حقیقی روح اچھی ماؤں کے ذریعہ پیدا ہوسکیگی۔

نظامئین کا حصہ تصانیف میں

تصنیف اور تالیف کے شعبہ میں بھی [illegible] میں کسی اور ادارہ سے کم نہیں رہا حضرت بانی جامعہ نظامیہ علیہ الرحمہ کی محققانہ اور محدثانہ تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں یہاں تک کہ بعض تصانیف کو کئی مرتبہ چھپایا گیا ہے۔ مولانا سید شاہ غوث الدین صاحب قادری کی مناظرانہ تصانیف اور بعد کے دور میں مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب (سابق افسر الاطباء سرکار عالی) مولانا سید ابراہیم صاحب استاذ ادب جامعہ عثمانیہ مولوی زاہد علی صاحب استاذ نظام کالج اور مولوی حکیم محمد ہبۃ اللہ صاحب استاذ نظامیہ طبیہ کالج ، مولوی محمد عبدالوہاب صاحب عندلیب ڈاکٹر عبدالحق صاحب استاذ عربی جامعہ عثمانیہ فن تفسیر میں مولانا محمد فتح الدین صاحب اور حکیم الشعراء حضرت امجد کے تصانیف اس کی شاہد عدل ہیں اور ان سب کے تصانیف ملک کے دینی حلقوں میں آجتک قدر کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہیں۔

نئی پود کو اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ جامعہ نظامیہ کے فضلا نے احیاء المعارف النعمانیہ ادارہ ترقی تعلیم اسلامی - انوار المعارف اور انوار المصنفین کے نام سے چند مجالس قایم کرکے تصنیف و تالیف کے سلسلہ کو آغاز کیا ہے اور ایک ماہانہ رسالہ مجلہ نظامیہ کے نام سے شائع ہورہا ہے۔

ادارہ ترقی تعلیم اسلامی اور انوار المعارف کی جانب سے مطلع الانوار تاریخ دستور آصفی اور حقوق زوجین کے نام سے چند کتابیں شائع کی گئیں ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ام - اے - (عثمانیہ) کامل (نظامیہ) پی - ایچ - ڈی کے اردو عربی اور جرمنی و فرانسیسی میں متعدد تصانیف ہیں جن کی مقبولیت نہ صرف ملک میں ہے بلکہ تمام

(۱) مراسلہ بابت حکومت [illegible] مورخہ [illegible] شامل ۲۳۲ ف

علمی دنیا میں خاص شہرت حاصل ہوگئی ہے آپ کی ہندوستانی میں قانون بین الممالک نامی کتاب کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ غرض نظامیئین ہر حالت میں علمی مشاغل اور تالیف و تصنیف کے کاروبار میں مصروف عمل رہے ہیں۔

مجلس احیاء المعارف النعمانیہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل علماء نے مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کے نام سے ایک مجلس بتاریخ ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۴۹ھ ۳۰ رمہر ۱۳۳۸ف حیدرآباد میں قایم کی ہے جس کا اصل کام ائمہ احناف کی گرانقدر غیر مطبوعہ نایاب تصانیف کو شائع کرنا ہے اور یہ کام جاری ہوگیا ہے

ابتک اس مجلس نے مندرجہ حاشیہ کتابوں کو عالم اسلام کے سامنے پیش کردیا ہے اور یہ سب کتابیں علمی اور دینی حلقوں میں قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھی جارہی ہیں۔ اخبار سچ کی رائے ہے کہ:۔

فقہ حنفی کہنا چاہیئے کہ ایک بحر ناپیدا کنار ہے اصل کتابیں ناپید ہیں غواصی کرکے ان گم شدہ موتیوں کو ڈھونڈھکر نکالنا ایک بڑی دینی خدمت ہے

۱۔ کتاب العالم والمتعلم ملا امام ابی حنیفہ رح
۲۔ کتاب النفقات للخصاف مع شرح للصدر الشہید
۳۔ کتاب الآثار ملا امام ابی یوسف
۴۔ الجامع الکبیر ملا امام محمدؒ
۵۔ کتاب اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی
۶۔ کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ملا امام ابی یوسف

بڑی مسرت کی بات ہے حیدرآباد کے اہل علم (جماعت علمائے نظامیہ) کی ایک جماعت ادھر متوجہ ہوئی اور ایک مخصوص مجلس احیاء المعارف النعمانیہ کو قایم کرکے علمی کام بھی شروع کردیا ہے۔ حیدرآباد اس وقت خدا جانے کتنے اہم علمی و دینی خدمات کا مرکز ہے وہاں سے زیادہ موزوں سرزمین اس کام کیلئے ملنی بھی دشوار ہے (۱)

علمائے مصر سے مولانا شیخ محمدؒ زاہد کوثری قاضی ابوالاشبال احمد محمدؒ شاکر اور شیخ محمد راغب طباخ حلبی نے احیاء المعارف کا خیر مقدم کرتے ہوئے اظہار مسرت کیا ہے اور اعزازی طور پر اپنے خدمات کو پیش کیا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر یوسف شخت صدر جماعت مستشرقین جرمنی نے بھی اس امر کا اظہار کیا ہے کہ احیاء المعارف کا کام نہایت مفید ترین کاموں میں سے ہے اہل حیدرآباد جس مقصد کیلئے مجلس کو قایم کیے وہ قابل مبارکباد ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ عند الضرورۃ خدمات لائقہ سے مجھے یاد فرمائینگے۔

(۱) رپورٹ احیاء المعارف ۱۳۵۴ھ صد ۱۲

جو تعاون و تفاہم باہمی کیلئے ضروری ہے۔

اس مجلس کے انتظام کے لئے دو شعبے ہیں ایک انتظامی اور دوسرا علمی مولانا مفتی سید محمود صاحب (نظامیہ) سابق شیخ الجامعہ نظامیہ شعبہ انتظامی کے صدر ہیں اور مولانا ابوالوفا صاحب (نظامیہ) استاذ فقہ جامعہ نظامیہ شعبہ علمی کے میر مجلس اور بانی احیاء المعارف ہیں۔

مولانا حکیم ابوالفدا محمود احمد صاحب کئی سال تک اس مجلس کے معتمد رہے اور آپ کے انتقال کے بعد مولوی محمد اکبر علی صاحب (نظامیہ) معتمد منتخب ہوئے۔

اسی طرح مجلس علمی کی معتمدی پر پہلے مرتبہ مولوی حاجی منیر الدین صاحب (نظامیہ) استاذ دینیات جامعہ نظامیہ فائز رہے اور دوسری مرتبہ مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین (نظامیہ) مدیر مجلہ نظامیہ و معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ معتمد مجلس علمی قرار پائے اور اسوقت مندرجہ ذیل اصحاب علمی و انتظامی کمیٹی کی رکنیت پر مامور ہیں۔

۱۔ مولانا ابوالوفا صاحب (۲) مولانا مخدوم بیگ صاحب استاذ جامعہ نظامیہ (۳) مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب علیہ (۴) مولوی مفتی سید احمد علی صاحب واعظ (۵) مولوی حکیم سید شرف الدین صاحب (۶) مولانا حکیم محمد حسین صاحب استاذ جامعہ نظامیہ (۷) مولوی محمد عبد الحمید صاحب۔ استاذ کلیہ نظامیہ (۸) مولوی حافظ محمد حسین صاحب (۹) مولوی حافظ محمد عبد الرحمن صاحب استاذ تجوید جامعہ نظامیہ (۱۰) مولوی حاجی منیر الدین صاحب استاذ نظامیہ (۱۱) مولوی قاضی میر انور علی صاحب شریعت پناہ بلدہ (۱۲) مولوی محمد ابراہیم صاحب (۱۳) مولانا سید حبیب عبد اللہ صاحب مصحح دائرۃ المعارف (۱۴) جناب مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب (۱۵) مولوی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب استاذ قانون جامعہ عثمانیہ[2]

ضابطہ حقوق زوجین | حقوق زوجین سے متعلق ریاست بھوپال میں ایک قانون نافذ و جاری ہوا ہے اس قانون کے ذریعہ عورت شدید ضرورت پر عدالت کے ذریعہ شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی ہے اس قانون کے نفاذ سے ہمارے ملک میں بھی ایک ہیجان عظیم پیدا ہوا جلیل الرحمٰن صاحب رکن ہائیکورٹ نے بزمانۂ وکالت ایک مسودہ پیش کیا۔ علماء کے درمیان بحث و مباحثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے کے لئے انجمن نے یکم تیر ۱۳۴۷ف م ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

(۱) ۱۳۵۶ھ تا ۱۳۵۸ھ مجلس مذکور کے صدر بھی رہے ہیں (۲) رپورٹ احیاء المعارف ۱۳۵۵ھ

مسائل فقہ کے مفکرین کی ایک مجلس ترتیب دیگئی جس کے صدر علامہ ابو الوفا صاحب صدر شعبۂ علمیہ احیاء المعارف تھے اس مجلس کے کئی اجلاس ہوئے آخری اجلاس میں طے پایا کہ ریاست بھوپال کا جاری کردہ قانون شریعت اور فقہ حنفی کے خلاف ہے اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی شائع کیا گیا اور مقامی اخبارات میں محققانہ مضامین شائع کرائے گئے جس کا محمود نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ مخالفین کی تمام کوششیں بیکار ہوگئیں اور ملک کے مسلمانان صحیح اسلامی تعلیمات سے واقف ہوگئے۔

اس حد تک عملی کارروائی ہونے کے بعد دوبارہ مولوی خلیل الزماں صاحب صدیقی نے ایک مسودہ مجلس وضع قوانین میں پیش کرکے خواہش کی کہ حقوق زوجین سے متعلق ایک قانون منظور کیا جائے اس قانون پر بھی علماء کے مابین بحث مباحثے کے سلسلے شروع ہوئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ اور مجلس علماء دکن نے علیحدہ علیحدہ مجالس مقرر کرکے اس مسئلہ پر غور و فکر کئے! ملا عبد الباسط صاحب اور علمائے جامعہ نظامیہ کے مضامین عام اخبارات میں شائع ہوتے رہے بالآخر مجلس علماء نظامیہ نے حقوق زوجین سے متعلق احکام شرع شریف کی موجودگی میں بیرون ممالک اسلامی سے خلع وطلاق کے قواعد طلب کئے اور ایک تحقیقی رپورٹ حکومت اور عوام کی اطلاع کی غرض سے اخبارات میں شائع کرائی گئی اس رپورٹ میں بتلایا گیا کہ کسی طرح قاضی عدالت کو بلا رضا مندی شوہر طلاق دینے کا اختیار نہیں۔ البتہ بضرورت شدید قاضی شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کرنے کا مجاز ہے قطع نظر اس بحث کے بوقت انعقاد عقد عورت شوہر سے تفویض طلاق کا اختیار خود یا عدالت کے نام پر حاصل کرسکتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس مسئلہ کے متعلق تفصیلی مواد علیحدہ کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔

تاسیس کے تقاریب جامعہ نظامیہ کو قایم ہوکر (۶۰) سال سے زائد عرصہ ہوتا ہے اس کے مظاہر حیات میں تازگی اور زندگی پیدا کرنے کی غرض سے اس امر کی ضرورت تھی کہ ہر سال جامعہ کی تاسیس کی تقریب منائیں تاکہ مرکز سے طاقت حاصل کرنے کے بجائے اپنے جوش اور خوش عملی سے مرکز کو تقویت پہنچائیں چنانچہ اس تقریب کو منانے کی ابتداء ۱۳۴۷ف م ۱۳۵۷ھ سے ہوئی۔ پہلے سال دو اجلاس ہوئے۔ نواب فخر یار جنگ بہادر اور نواب مرزا یار جنگ بہادر نے جلسوں کی صدارت کی علمی و مذہبی عنوانات پر نظامین مقالے پڑھے دوسرے سال شمشیر

تین اجلاس نواب مرزا یار جنگ بہادر ، مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) جج ہائیکورٹ اور نواب مہدی یار جنگ بہادر کی صدارت میں منعقد ہوئے اس سال فن خطاطی اور نایاب کتابوں کی نمائش کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا۔ قابل خطاط کو اسناد دئے گئے اور مولوی قدیر اللہ صاحب انتخاب رقم اور مولوی حشمت علی صاحب قادر رقم کو ان کے فن خطاطی میں جو خدمات لائقہ رہے ہیں اس اعتبار سے استاذ الخطاطین کی اعزازی سند دیگئی۔ تقریب کا تیسرا اجلاس ۱۳۴۹ف میں مولوی سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کی جملہ کارروائی صرف ایک جلسہ میں ختم کیگئی۔

مجلس یوم تاسیس نے اس سلسلہ میں یہ بھی طے کیا کہ تقاریب تاسیس کے خیالات کا سرمایہ جمع کرکے اس کو عام طور پر شائع کریں تاکہ سوچنے والوں کو سوچنے کا موقع ملے۔ وہ اس میں سے کتنا کام میں لگائینگے اور کس طرح ہم میں سے ہر فرد زیادہ سے زیادہ شرکت اور مدد کرنے کے قابل ہو سکتا ہے اور آئندہ یہی چیز مردہ قومی میں نفخ روح کا سبب بن سکیگی۔

مدارس میں قرات کی تعلیم کا انتظام

مدرسہ دار العلوم میں ابتداء سے قرات کی تعلیم کا انتظام تھا حال میں مدرس قرات کے وظیفہ پر علحدہ ہونے کی صورت میں تعلیم قرات کا انتظام نہیں کیا گیا جس کی وجہ سے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نواب صدر المہام بہادر تعلیمات سے استدعا کی نواب صاحب موصوف جن کو مذہبی تعلیم سے خاص دلچسپی ہے اس معاملہ میں انجمن کی دستگیری فرمائی اور بالآخر خاص احکام اجرا فرمائے جس کی وجہ سے دار العلوم میں تعلیم قرات کا انتظام ہو گیا۔ (۱)

توسیع مدارس شعبہ دینیات

سرکار عالی کے جملہ مدارس فوقانیہ میں شعبہ دینیات کی جماعتیں قایم ہونے کے متعلق انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ایک قرارداد منظور کی جس کی کارروائی سررشتہ تعلیمات میں جاری ہے اور اس خصوص میں سررشتہ تعلیمات نے جو اطلاع دی ہے وہ یہ ہے کہ ابتک (۹) مقامات پر شعبہ دینیات کی جماعتیں قایم ہو چکی ہیں اگر یہ تحریک منظور ہو جائے تو ممالک محروسہ سرکار عالی کے تمام حصوں میں عربی جاننے والوں کی تعداد زیادہ ہو جائیگی (۲)

مدرسہ عثمانیہ خلد آباد

خلد آباد صوبہ اورنگ آباد میں جامعہ نظامیہ کی ایک شاخ مدرسہ

(۱) مراسلہ نظامت تعلیمات ۲۳۶۲ ۱۳ رمہر ۱۳۴۸ف (۲)

عثمانیہ کے نام سے قائم ہے۔ یہ بھی (۲۵) سال سے خلد آباد میں تعلیم قرآن و حفظ کی خدمت انجام دے رہا ہے۔ لیکن اس مدرسہ میں اور وسعت دینے کی ضرورت ہے انجمن طلبہ قدیم نے تحریک کی کہ اس مدرسہ میں تعلیم حفظ قرآن کے ساتھ جماعت مولوی تک تعلیم کا انتظام کیا جائے تاکہ اورنگ آباد کے باشندے زیادہ تعداد میں مستفید ہوسکیں اگر موجودہ اخراجات اس کے مصارف کیلئے کافی نہیں ہوسکتے تو اہل صوبہ سے مدد لیجا سکتی ہے اور یقین ہے کہ صوبہ اورنگ آباد مدرسہ کی اچھی طرح امداد کے قابل ہیں اس طریقہ عمل سے سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اورنگ آباد اور اس کے ملحقات کے رہنے والے تعلیم علوم دینیہ سے مستفید ہوسکیں گے۔

ثقافت شرقیہ کی حفاظت | ملک میں تعلیم علوم دینیہ کی کمی کی وجہ ہے کہ دن بدن ملک میں اور بالخصوص مسلمانوں کی ذہنیتیں شعائر اسلامی سے متنفر ہوتی جارہی ہیں ملک کا وہ طبقہ جو یورپ کے تمدن و تہذیب کو اچھا سمجھتا ہے وہ اس امر کی کوشش میں ہے کہ تمام مسلمان یورپ کی تقلید میں رنگ جائیں اسلامی تہذیب کے بجائے یوروپی تہذیب کو اختیار کریں چنانچہ اس کی ابتدا پردہ کی برخواستگی سے شروع کیگئی ہے اور آج نہایت زور وشور سے بے پردگی پر زور دیا جارہا ہے۔ مدارس نسوان میں پردہ برائے نام رکھنے کی بھی سعی جاری ہے۔ ورائٹی شو کے ذریعہ ہر وقت کوششیں رہا کرتی ہیں۔ غرض اس سیلاب عظیم کو روکنے کے لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ہر وقت ممکنہ کوشش کرتی رہی ہیں اور دوسری طرف مجلس علماء کو بھی توجہ دلاتی رہی اسکے علاوہ فتنہ قادیانی اور فتنہ دیندار جماعت سے بھی ملک کو آگاہ کرنے کی سعی کیگئی ہے غرض انجمن ہذا کے پیش نظر اصلاح امت کی اسکیم ہر وقت زیر عمل رہی ہے انجمن نے متعدد مرتبہ اضلاع و دیہات کے نظامیین کو ہدایتیں دی ہیں کہ وہ اپنے مواعظ اور تقاریر میں تحفظ ثقافت شرقیہ کی ممکنہ کوشش کریں خلاصہ یہ کہ اس شعبے میں بھی انجمن مصروف عمل ہے حقیقی اور آخری کامیابی افراد قوم کے تعاون اور انکی مدد پر منحصر ہے۔

فارغین نظامیہ کے سیاسی خدمات

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے جہاں مادر علمی کی خدمت گزاری کی ہے وہاں ملک کی عام خدمت میں بھی ہر وقت حصہ لیتی رہی ہے اور حتی الامکان اس امر کی کوشش میں رہی کہ ملک میں

امن وامان کے ساتھ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کی تخلیق میں زیادتی ہو چنانچہ اس سلسلہ میں بعض اہم مسائل جن پر مجلس فارغین نے وقتاً فوقتاً غور کرتی رہی وہ یہ ہیں۔

مسئلہ وفاق | مسئلہ وفاق سے متعلق اجلاس انتظامی منعقدہ ۱۶ اردی ۱۳۴۶ف نے ایک یادداشت منظور کی اور اس کو اخبارات میں شائع کرنے کا انتظام کیا گیا اس رپورٹ میں تبلایا گیا کہ

۱۔ جغرافی صورت حال کے لحاظ سے ہندوستان کا متعین ومخصوص اغراض کیلئے وفاق اصولاً نامناسب نہیں جبکہ وہ مشترکہ مفاد کیلئے ہو۔

۲۔ چونکہ حیدرآباد ایک خود مختار سلطنت ہے اس لئے اس کی شرکت وفاق التجا اور شرف قبولیت پر مبنی نہیں ہونی چاہیئے بلکہ نوشتہ شرکت کی حیثیت کو معاہدہ کا نام دیا جائے۔

۳۔ وفاق سے علیحدگی کا حق حکومت کے لئے ہر وقت محفوظ رکھا جائے۔

۴۔ اگر کسی وقت وفاقی حکومت کا دستور معطل ہو تو وفاق کے سپرد کئے ہوئے حقوق حیدرآباد کے حیدرآباد کو واپس ملیں۔

۵۔ چونکہ وفاق زیادہ تر تعلقات خارجہ اور فوجی اغراض کیلئے ہوگا اور حیدرآباد نے ان اغراض کے لئے سابق میں شمالی سرکار۔ اضلاع مفوضہ کرناٹک وبرار وغیرہ برطانوی حکومت کے تفویض کئے تھے اس لئے وفاقی اغراض کیلئے مزید کسی قسم کا مالی مطالبہ نہ کیا جائے بلکہ بعد اخراجات باقی رقم واپس کیجائے۔

۶۔ ہندوستان میں دیسی والیان ریاست کی آبادی (۸) کروڑ بتائی جاتی ہے مرکزی مجلس وضع قوانین میں ریاستوں کو ایوان بالا میں (۱۲) ایوان زیریں میں ۱۲۴ نشستیں دیگئی ہیں اور حیدرآباد کی آبادی ۱½ کروڑ ہے لیکن اس کو ایوان بالا میں (۵) اور ایوان زیریں میں ۱۴ نشستیں دی گئی ہیں حالانکہ اس کو (۱۷) اور (۱۲) ملنی چاہیئے تھیں۔

۷۔ سکے۔ ڈاک۔ اور معاہداتی حقوق کی توثیق صراحت سے کی جائے اور حجاج وزائرین کی ضرورتوں کے لحاظ سے

بصورت دیگر جدہ میں ایجنٹ مقرر کرنے پڑیں اس لئے معاہدہ ۱۸۰۰ء کے فقرہ (۱۵) کا حق محفوظ رہے۔ ہماری سرکاری اور تعلیمی زبان میں کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ ہو۔ ہمارے عدالتی

[illegible] میں خلل نہ آئے - آثار قدیمہ کا تعلق وفاق سے نہ ہو - معاشی معاہدہ سنہ ۱۸۰۲ء
[illegible] الراجائے - جاگیر اور انعام میں دئے ہوئے تمام علاقوں میں
ہمارے علامات اقتدار اعلیٰ کی بحالی میں تمادی کے عذرات پیش نہ ہوں - ڈاک - موٹروں وغیرہ کے
بلدیاتی نمبر اور محاصل اور مماثل چیزوں میں برطانوی ہند میں مساوات کا برتاؤ ہو - نمک اور
افیون کے محاصل کی بے انصافیوں کو ختم کیا جائے -

۸ - سکندر آباد کا غیر فوجی رقبہ واپس دیا جائے -

۹ - چونکہ وفاق کے قیام سے فی الوقت صرف انگریزوں کو فائدہ ہے اور ریاستوں کو کچھ دینا ہی ہے اس لئے اس کے عوض میں کچھ مناسب چیزیں حیدر آباد کو ملنی چاہئیں -

اصلاحات | ایک عرصہ سے اہل ملک کی خواہش رہی ہے کہ ملک کے دستور حکومت میں تبدیلی کی جائے اور ایسی اصلاح کی جائے کہ جس کے سبب اہل ملک کو بھی حکومت میں حصہ لینے کا موقع ملے اس مقصد کے تحت حسب فرمان خسروی ایک کمیٹی کی ترتیب عمل میں آئی اور کمیٹی نے اعلان کیا کہ عوام بھی اپنے خیالات اور تجاویز سے کمیٹی کو مدد پہنچا سکتے ہیں - چنانچہ ملک کے متعدد اداروں نے اپنے تجاویز روانہ کئے فارغین نظامیہ نے بھی اس ضرورت کو محسوس کر کے ایک تفصیلی رپورٹ کے ذریعہ حکومت پر یہ امور واضح کئے کہ

۱ - ابھی عوام میں نہ تو تعلیم کافی ہے اور نہ سیاسی شعور ہے اس لئے اصلاحات کا نفاذ غیر ضروری ہے اگر اصلاحات کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو ہماری رائے ہے کہ ہندسی تعداد کو نہیں بلکہ سیاسی اہمیت کو تجویز و ترتیب کی بنیاد قرار دی جائے -

۲ - مجلس مقننہ ایک ایوانی ہو جس کی حیثیت محض قانون ساز جماعت کی ہو

۳ - جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب

۴ - علماء کی موثر نمائندگی

۵ - صدر الصدور کے عہدہ کا احیاء

۶ - اس امر کا اعلان کہ ریاست اور فرمانروا کا مذہب حنفی اسلام ہے -

۷ - اضلاع اور تعلقات میں انتخاب اور نامزدگی کے مشترکہ اصول پر مقامی انجمنوں کی تخلیق -(1)

---

(۱) مجلہ نظامیہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ در رپورٹ کمیٹی اصلاحات صفحہ ۲۱۹

قانون اصلاحات کا اعلان ۱۳۵۸ھ م ۱۳۴۸ف میں ہوا چونکہ یہ قانون اسلامی مفاد پر اثر انداز ہو رہا تھا اس لئے انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے حکومت کو حسب ذیل امور کی طرف توجہ دلائی۔

۱۔ دستور میں عوام کو اقتدار اعلیٰ کا جو سرچشمہ قرار دیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرح ترمیم ہونی چاہیئے کہ مملکت آصفیہ کے اقتدار اعلیٰ کی حامل ذات جلالتمآب شاہانہ ہے

۲۔ دولت آصفیہ بلحاظ معاہدات اور اس کے عمل کے لحاظ سے اسلامی حکومت ہے لیکن دستور میں اس حیثیت کو تسلیم نہیں کیا گیا اس لئے دستور میں سلطنت کو اسلامی سلطنت قرار دیا جائے۔

۳۔ دستور میں مسلمانوں کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے لیکن نشستوں کی تقسیم میں مسلمانوں کو مساوی نشستیں بھی نہیں دیگئی ہیں و نیز علماء و مشائخین کی نشستوں کا تحفظ نہیں کیا گیا ہے غرض دستور میں بہت کچھ اصلاحات اور اضافوں کی ضرورت ہے اس لئے تمام مسائل کے تصفیہ کیلئے ایک گول میز کانفرنس منعقد کی جائے تو مناسب ہوگا ورنہ خوف ہے کہ عجلت میں کوئی ایسی چیز نہ ہو جائے جس کی تلافی نہ ہو سکے۔

موتمر اسلامیہ یا مسلم کانفرنس مسلمانوں میں پیدا شدہ پستی اور مذہب سے بے اعتنائی کے کیا اسباب ہیں ان علل و اسباب کو دریافت کرنے کے لئے اہل الرائے حضرات سے رائیں طلب کی گئیں اور جو رائیں وصول ہوئی تھیں ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ جلد سے جلد کل حیدرآباد مسلم کانفرنس کا اجلاس منعقد کیا جائے چنانچہ اس مقصد عظیم کی تکمیل کیلئے نواب بہادر یار جنگ بہادر کے مکان پر مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب (نظامیہ) معتمد مجلس علماء دکن کی صدارت میں مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا، اور چند ابتدائی مسائل طے پائے لیکن عاملانہ کارروائی کا آغاز نہ ہو سکا تاہم انجمن کے اجلاس عاملہ نے طے کیا کہ صدر مجلس اتحاد المسلمین کو انعقاد کانفرنس کی جانب متوجہ کرے اس خصوص میں دوبارہ تحریک کا آغاز ہوا۔ بالآخر اجلاس اتحاد المسلمین نے نفس کانفرنس سے اتفاق کرتے ہوئے یہ طے کیا کہ مسلم کانفرنس کی شکل کو جلسہ سالانہ صدر مجلس اتحاد المسلمین میں منتقل کیا جائے چنانچہ اس تجویز کے موافق سال ۱۳۴۸ف میں بلدہ حیدرآباد میں مجلس کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ اس تفصیلی روداد کے لکھنے کا مطلب

یہ ہے کہ ملک میں سیاسی شعور اور بیداری پیدا کرانے کے ہر موقع میں نظامیین کے خدمات بھی برابر کے شریک رہے ہیں ۔

عہدہ صدر الصدوری کا قیام | عہد قدیم سے سلطنت اسلامیہ آصفیہ میں صدر الصدوری (شیخ الاسلام) کا عہدہ قایم ہے لیکن چند سال سے اس عہدہ پر کسی کی ماموری عمل میں نہیں آئی ملک کے متعدد ادارات واخبارات نے متعدد دفعہ حکومت کو توجہ دلانے کی سعی کی ہے اس سلسلہ میں انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے بھی اولاً ایک قرارداد کے ذریعہ احیائے عہدۂ صدر الصدور کا مطالبہ پیش کیا ہے اور اب اس انجمن نے اس عہدہ کے قیام کو اپنے مقصد میں شامل کرکے ہر سال حکومت کو توجہ دلا رہی ہے اگر ہماری یہ کوششیں برابر جاری رہیں تو کامیابی کی یقینی توقع ہے۔

شمس الملت والدین کی پیشکشی | انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے نواب فخر یار جنگ بہادر میر مجلس جامعہ سے اس طرح استدعا کی کہ حضرت جلالتماٰب شاہ دکن و برار کے جشن سیمیں میں علمائے نظامیہ کی جانب سے شمس الملت والدین کا خطاب پیش کیا جائے تو مناسب ہوگا جس کی بناء پر انجمن کی اس تحریک سے اتفاق فرمایا گیا اور بتاریخ ۹ / رجب ۱۳۵۵ھ م فروردی ۱۳۴۵ف بمقام باغ عامہ حضرت اقدس واعلیٰ کی خدمت میں اراکین مجلس انتظامی علما اور طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے اس قسم کا دعانامہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کیگئی کہ (۱) ملازمان خسروی "شمس الملت والدین" کو بھی اپنے القاب مبارک کا جز بنائیں جواب میں ارشاد خسروی ہوا کہ :-

'میں اس عقیدت کی قدر کرتا ہوں اور تحفہ کو قبول کرتا ہوں'

فارغین نظامیہ پر توجہات شاہانہ | اس کے اوپر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت جلالت الملک شاہ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کو جامعہ نظامیہ سے خاص محبت ہے اور ہمدردی ہے اور ہر وقت جامعہ کی ترقی و اصلاح سے متعلق جلالت الملک کے فرامین شرف صدور ہوتے رہے اور اب بھی متعدد دفعہ طلبہ جامعہ کو مدعو فرماتے اور تحائف سے سرفراز فرماتے ہیں۔ مولانا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد دو مرتبہ تشریف فرمائی سے رونق بخشی گئی ہے اور

(۱) مجلہ نظامیہ جلد اول صفحہ ۲۴ و مجموعہ سپاسنامجات مرتبہ باب حکومت

جب کبھی فارغین نظامیہ کی کارروائیاں پیش ہوتی رہتی ہیں ان پر مراحم خسروانہ کا نزول ہوتا رہتا ہے
۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ کی وہ مبارک تاریخ ہے جبکہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے سوانح
حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کا نسخہ بغرض انتساب شاہانہ پیش ہونے پر مضمون انتساب کے
شائع کرنے کا فرمان مبارک شرف صدور لایا اور حسب ذیل مضمون انتساب کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

مضمون انتساب کی منظوری | ایک جلیل القدر بزرگ کی سوانح حیات کا انتساب جو سلاطین آصفیہ کی تین پشتوں کا استاد رہ چکا ہے۔ ایسے ہی عظیم المرتبت بادشاہ ذیجاہ سے موزوں تھا جو اس سلسلہ کا سب سے نامور فرمانروا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا الحافظ الحاج محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی سوانح حیات (مطلع الانوار) کو مولانا کے ذیشان شاگرد تاجدار دکن اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے نام نامی واسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے جس کی حضرت اقدس واعلی نے بخلوص ارادت اجازت مرحمت فرمائی ہے (۱)

خلاصہ یہ کہ حضرت اقدس واعلی کے احسانات جامعہ نظامیہ پر بے انتہا ہیں۔ الیوم اکملت لکم دینکم نازل فرمانے والے خدا سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاکؐ کے صدقے سے اس خادم دینی (جامعہ نظامیہ) کو حساد و اعداء کے فتنہ و فساد سے مامون و مصئون رکھے کیونکہ دولت اسلامیہ آصفیہ میں یہی ایک درسگاہ دین وعلم دین کی محافظ ہے۔

جشن خود مختاری دولت آصفیہ | جلالت مآب شاہ دکن و برار نے اپنے فرمان مورخہ یکم شعبان ۱۳۶۶ھ کے ذریعہ اس امر کو واضح فرمایا کہ اس عظیم الشان (اعلان خود مختاری) واقعہ کی یاد اس قابل ہے کہ اس کو دائماً تازہ رکھیں اور قومی زندگی کے اظہار کے لئے مزید کوشش عمل میں لائیں چونکہ مملکت سرکار عالی بیرونی دراز دستیوں سے محفوظ ہے اس کو زرین موقع حاصل ہے کہ رعایا کو خوشحال اور مطمئن بنائے۔ اس لئے ۱۳۶۶ھ سے پہلی مرتبہ ملک میں اس تقریب سعید کا آغاز ہوا، اور دو صد سالہ جشن آزادی سرکاری طور سے منایا گیا، اور ۲۹ رجب کا روز ہر سال قومی عید اور تعطیل کا دن قرار دیا گیا۔ ملک کے تمام فرقے بلالحاظ

(۱) نیم سرکاری محکمہ سرکار عالی صیغہ مذہبی عـ ۳۸۳ ۱۳ ر امرداد ۱۳۴۴ف۔

مذہب و ملت اس تقریب کو مختلف طریقوں سے منانے لگے ۔ سنہ ۱۳۵۰ھ م ۱۳۴۱ف سے انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے تقریب آزادی کو اہتمام اور نہایت اعلیٰ انتظام سے منانے سے متعلق اپیل شائع ہوئی اور خود مختاری کی تقریب میں روح عمل پیدا کرنے کی سعی کی گئی جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کے ہر فرد میں آزادی اور حریت کے خاص جذبات موجزن اور موجود ہیں اور آج ہر تعلیم یافتہ طبقے میں خدمتگزاری ملک و مالک کے صحیح احساسات پائے جارہے ہیں ۔ الحاصل بیسٹ ترقی ملک کے ہر شعبۂ حیات میں نظامیہ کا بہت حصہ رہا ہے

مجلس علماء دکن مجلس علماء دکن میں جو علما خدمت انجام دے رہے ہیں وہ مدارس اسلامیہ خصوصاً جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ ہیں جن کی مخلصانہ کوششیں اور خفیہ جد و جہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ تمام علماء ایک مرکز پر جمع ہیں ۔

اس جمعیت کا ابتدائی قیام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں ہو چکا تھا مگر نفخ روح کا عمل نظامیہ کے ہونہار قابل سپوت علامہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت میں یہی عہد علماء کی زندگی اور موت کے کشمکش کا ہے اگر ایسے وقت مولانا بادشاہ حسینی صاحب رہنمائی نہ کرتے تو یقین تھا کہ علماء کبھی بھی ایک مرکز پر جمع نہ ہوتے تاہم آج جماعت علماء میں حقیقی بیداری پیدا ہو گئی ہے اور علماء احیائے ملت کے ہر کام میں اپنی قوت عمل کو صرف کرنے آمادہ نظر آرہے ہیں پہلے سے زیادہ دیہات سدھار کے کام میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سیاسی مسائل میں دانشمندانہ طریقہ پر حصہ لے رہے ہیں اور مسلمانان دکن کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور ان میں اتحاد کی روح پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس کی نظیر آج تاریخ ہند میں نہیں ملتی ۔

مجلس حزب اللہ جامعہ نظامیہ کے ایک ہونہار سپوت نے اس ضرورت کو محسوس کر کے عسکری تعلیم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مسلمانان دکن میں عسکری روح کو پیدا کرنے کے لئے مجلس حزب اللہ کے نام سے ایک مجلس قایم کیا ہے جس نے اپنی زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں فوجی اسپرٹ کی روح پیدا کر لی اور آج سارا ملک اور سارے مسلمان فوجی اصول اختیار کرنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں ۔ یہ سب کوششیں مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب (نظامیہ) چشتی کی محمود کوششوں کے مساعی حسنہ ہیں ۔

مذہب وملت اس تقریب کو مختلف طریقوں سے منانے لگے۔ سنہ ۱۳۵۰ھ م ۱۳۴۲ء سے انجمن طلبۂ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے تقریب آزادی کو اہتمام اور نہایت عالی انتظام سے منانے متعلق اپیل شائع ہوئی اور خود مختاری کی تقریب میں روح عمل پیدا کرنے کی سعی کی گئی جس کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کے ہر فرد میں آزادی اور حریت کے خاص جذبات موجزن اور موجود ہیں اور آج ہر تعلیم یافتہ طبقے میں خدمتگزاری ملک و مالک کے صحیح احساسات پائے جارہے ہیں ہر حال میں ترقی ملک کے ہر شعبۂ حیات میں نظامیئن کا حصہ ہے۔

مجلس علماء دکن | مجلس علماء دکن میں جو علما خدمت انجام دیرہے ہیں وہ مدارس اسلامیہ خصوصاً جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ ہیں جن کی مخلصانہ کوششیں اور خفیہ جدوجہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ تمام علماء ایک مرکز پر جمع ہیں۔

اس جمعیت کا ابتدائی قیام مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں ہو چکا تھا مگر نفخ روح کا عمل نظامیہ کے ہونہار قابل سپوت علامہ مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری کے عہد سے شروع ہوتا ہے اور حقیقت میں یہی عہد علماء کی زندگی اور موت کے کشمکش کا ہے اگر ایسے وقت مولانا بادشاہ حسینی صاحب رہنمائی نہ کرتے تو یقین تھا کہ علماء کبھی بھی ایک مرکز پر جمع نہ ہوتے تاہم آج جماعت علماء میں حقیقی بیداری پیدا ہوگئی ہے اور علماء احیائے ملت کے ہر کام میں اپنی قوت عمل کو صرف کرنے آمادہ نظر آرہے ہیں پہلے سے زیادہ دیہات سدھار کے کام میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سیاسی مسائل میں دانشمندانہ طریقہ پر حصہ لے رہے ہیں اور مسلمانان دکن کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور ان میں اتحاد کی روح پیدا کرنے کی سعی کر رہے ہیں جس کی نظیر آج تاریخ ہند میں نہیں ملتی۔

مجلس حزب اللہ | جامعہ نظامیہ کے ایک ہونہار سپوت نے اس ضرورت کو محسوس کرکے عسکری تعلیم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے مسلمانان دکن میں عسکری روح کو پیدا کرنے کے لئے مجلس حزب اللہ کے نام سے ایک مجلس قایم کیا ہے جس نے اپنی زندگی کے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک میں فوجی اسپرٹ کی روح پیدا کرلی اور آج سارا ملک اور سارے مسلمان فوجی اصول اختیار کرنے پر آمادہ نظر آرہے ہیں۔ یہ سب کوششیں مولوی سید ولی اللہ حسینی صاحب (نظامیہ) چشتی کی محمود کوششوں کے مساعی حسنہ ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے کے لحاظ سے نصاب کا مسئلہ قابل غور ہے ممکن ہے نصاب میں تبدیلی کرنی پڑے اس کی تفصیل بیان کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ نصاب کچھ بھی ہو مگر تعلیم کا اول و آخر " اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم " میں مضمر ہے اور یہی اصول ہمارے نصاب کا نصب العین ہونا چاہیئے۔

مجھے اس جامعہ کے قدیم طلبہ سے بڑی توقع ہے اور میں ان کے اشتراک عمل کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھوں گا آخر میں دعا فرمائی کہ شمس الملت والدین اعلیحضرت سلطان العلوم کے سایہ عاطفت میں جامعہ پھلے پھولے اور رب العزت مجھے توفیق عطا فرمائے کہ " خدمت مفوضہ " کو بہ احسن الوجوہ انجام دیسکوں۔ (۱)

فارغین نظامیہ کا پہلا خط انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے اپنے مکتوب مورخہ ۲۸ / اسفندار ۱۳۴۹ف کے ذریعہ اس امر کو واضح کیا کہ :-

آپ کے دور صدارت میں علم و مذہب کا یہ سرچشمہ اپنے خصوصیات کو قایم رکھتے ہوئے ترقی کے اعلیٰ منازل طے کریگا اور آپ کا وجود حقیقی معنوں میں نہ صرف جامعہ بلکہ عامۃ المسلمین کیلئے مفید ثابت ہوگا اور آپ کے عہد میں فارغین نظامیہ کے تمام توقعات جو اس جامعہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق ہیں پورے ہوں گے۔

پانچویں دور کی پہلی مجلس انتظامی سند تقرر میر مجلس میں جدید کابینہ کی ترتیب سے متعلق کوئی ہدایت نہیں تھی اس لئے مولوی عبد القدیر صاحب میر مجلس جامعہ کے جائزہ کی تاریخ ۲۸ / اسفندار سے اس کابینہ مجلس انتظامی کی تشکیل حسب ذیل قرار پائی۔

۱- مولوی محمد عبد القدیر صاحب بدایونی میر مجلس
۲- نواب محمد یار جنگ بہادر معتمد
۳- مولانا شاہ محمد عبد القدیر صاحب صدیقی رکن
۴- مولانا محمد رحیم الدین صاحب رکن
۵- مولانا سید شاہ محمد بادشاہ حسینی صاحب قادری رکن
۶- مولانا سید وحید بادشاہ صاحب قادری رکن

(۱) اخبار رہبر دکن ۲۷ / بہمن ۱۳۴۹ف

۷- مولوی حکیم مقصود علی خاں صاحب ناظم طبابت یونانی رکن

سرپرست جامعہ نظامیہ کی خدمت میں فارغین نظامیہ کا معروضہ

جامعہ نظامیہ کی اصلاح و ترقی سے متعلق فارغین نظامیہ نے بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ م ۱۳۴۹ف جلالت مآب شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی پیشگاہ عالی میں ایک معروضہ پیش کرنے کی عزت حاصل کی اس معروضہ میں حسب ذیل امور شامل تھے۔

۱- جامعہ نظامیہ سے ذات شاہانہ کو خاص سرپرستانہ اور قلبی تعلق رہا ہے اس کے عیاں ونمایاں مظاہرہ کے لئے بارگاہ سلطانی سے خانوادہ آصفی کے ایک رکن محترم شہزادہ حضرت بسالت جاہ بہادر کو صدر نشین مجلس اعلیٰ جامعہ نظامیہ کیلئے منتخب فرمایا جائے تو موجب مراحم الطاف خسروانہ ہے۔

۲- جامعہ نظامیہ کی حیثیت بلحاظ اپنے مقاصد واغراض معینہ کے شاہانہ سرپرستی میں حسب عملدرآمد قدیم غیر سرکاری رہے گی لیکن نظم ونسق بجائے موجودہ مجلس منتظمہ کے تین مجالس کے ذریعہ انجام پانا سہولت بخش اور مفید ہوگا۔

۱- مجلس اعلیٰ ۲- مجلس تعلیمی - ۳- مجلس مالی -

متذکرہ صدر مجالس کے ارکان بجائے دواماً مقرر ہونے کے کسی معینہ مدت تک مامور فرمائے جائیں تو مناسب ہوگا۔

۳- مجلس اعلیٰ کو جسے تحت احکام خسروی جملہ انتظامات جامعہ مثل عطائے اسناد ومعمولی واعزازی ونقررات وغیرہ حاصل ہوں گے موجودہ مجلس منظمہ کی جگہ مقرر کیا جاکر اسے ہدایت دیجا سکتی ہے کہ اپنے فرائض میں اس امر کی نگرانی بھی رکھے کہ طلبہ جامعہ نظامیہ فنون مدافعت کی بھی تربیت حاصل کریں اور حسب نمونہ سیدنا باب العلم جامع السیف والقلم بنیں۔

۴- مجالس تعلیمی ومالی کا تقرر اور فرائض کا تعین مجلس اعلیٰ خود کر سکتی ہے لیکن ذات شاہانہ کے پاس امور جامعہ کے بابتہ بہرحال مجلس اعلیٰ جوابدہ رہے گی جس کی تشکیل میں حسب ذیل عناصر کی شرکت مناسب معلوم ہوتی ہے۔

تشکیل مجلس اعلیٰ جامعہ نظامیہ مجلس اعلیٰ کی تشکیل حسب ذیل رہے گی۔

۱- صدر نشین ۱ ۲- میر مجلس

۳۔ معتمد	۱	۴۔ ناظم	۱
۵۔ شیخ الجامعہ (صدر مدرس)	۱	۶۔ نمائندگان اساتذہ جامعہ کلیات	۳
۷۔ نمائندگان علماء و مشائخین	۳	۸۔ نمائندگان طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ	۳
۹۔ کوئی مذہبی افسر فوج	۱ = جملہ	۱۵	

۵۔ حسب عملدرآمد قدیم عہدہ داران اور ارکان مجلس جامعہ نظامیہ کا اہل السنت والجماعت سے ہونا ضروری ہوگا اور میر مجلس کو حسب قواعد نافذہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں بمصالح جامعہ نظامیہ جو رائے پیش کرنے کا حق ہے اس کے متعلق وعدہ اللہ علی الجماعۃ کے موافق اپنی رائے کے ساتھ مجلس اعلیٰ کی رائے بھی شامل کرنا ضروری ہوگا۔

آخر میں مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی اور میجر تاج احمد خاں صاحب کا نام بحیثیت معتمدی جامعہ اور نمائندہ فوج کیلئے پیش کئے گئے۔

اس یادداشت کے ذریعہ یہ توقع کیگئی کہ اگر یادداشت کے بموجب جامعہ نظامیہ کی انتظامی تشکیل قرار پاجائے تو جامعہ نظامیہ دکن بانی عہد عثمانی کی ایک ایسی مستحکم و مفید یادگار قایم ہوجائے گی جس سے انشاء اللہ قیامت تک احیار سنت کا کام ہوتا رہے گا اور فرزندان اسلام رہتی دنیا تک فخر سلاطین دکن حضرت آصف سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کے مزید مرہون منت رہیں گے۔

جدید کابینہ کی ترتیب اور اس کی سرگرم کارروائی کا آغاز

یہ افواہ عام طور پر پھیلی ہوئی تھی کہ جوں ہی میر مجلس صاحب کو انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی یادداشت بارگاہ خسروی میں پیش ہونے کا علم ہوا تو ساتھ ہی ایک جدید کابینہ کی فہرست بتاریخ ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ بغرض منظوری بارگاہ خسروی میں پیش کیگئی جو منظور ہوئی اس اعتبار سے میر مجلس صاحب کے جائزہ کے وقت کی کابینہ ۶ فرور دی ۱۳۴۹ف تک کارگزار رہی لیکن دستور اور قانون کے لحاظ سے اس کا تعطل نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ہنوز کابینہ قدیم کو اپنی معطلی کا سرکاری طور پر کوئی یقین نہیں دلایا گیا اور نہ سند تقرر میر مجلس صاحب میں جدید کابینہ کی ترتیب کا کوئی اختیار دیا گیا غرض دستور جامعہ نظامیہ کے فقرہ (۶) میں اس امر کی

صاف صراحت موجود ہے کہ میر مجلس صاحب

اس لحاظ سے قدیم کا بینیہ ہنوز قایم اور مدرسہ کے انتظامی امور میں برابر کی خدمت کا حق رکھتی ہے تاہم جو اراکین منتخب ہوئے ہیں وہ یہ ہیں :-

۱- مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی — میر مجلس
۲- نواب احسن یار جنگ بہادر — معتمد

ارکان مجلس منتظمہ

۳- مولانا سید صابر حسینی صاحب
۴- مولانا سید مناظر احسن صاحب
۵- نواب ناظر یار جنگ بہادر
۶- نواب معشوق یار جنگ بہادر
۷- مولوی قاری قطب الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ
۸- مولوی مامون صاحب دمشقی واعظ سرکار عالی
۹- مولوی محمد عبد الہادی صاحب ابن مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی

فارغین نظامیہ کا دوسرا خط مجلس عاملہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے اپنے اجلاس مورخہ ۲۷ / فبروردی ۱۳۴۹ف میں قرارداد کے ذریعہ میر مجلس صاحب مدرسہ کی توجہ اس طرح مبذول کرنے کی سعی کی کہ

"انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ ان تبدیلیوں کا غور سے مطالعہ کر رہی ہے جو حال میں اس کے ارباب انتظام عمل میں لا رہے ہیں اسے ان ارکان سے بہت سی توقعات ہیں جن کا ابھی ابھی تقرر ہوا ہے اور یقیناً وہ سب حضرت بانی علیہ الرحمہ کے اصول و اغراض کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں گے کوئی ایسا عمل جو مغائر منشاء حضرت بانی نظامیہ ہو اس کو اختیار نہیں فرمائیں گے -

یہ امر ہمارے لئے باعث حیرت ہے کہ جدید مجلس انتظامی میں فارغین نظامیہ کا کوئی نمائندہ نہیں ہے حالانکہ حضرت بانیؒ ہی کے عہد سے یہ امر تعاملاً و توارثاً چلا آرہا تھا اور یہ

طے شدہ امر بھی ہے کہ مجلس انتظامی میں فارغین نظامیہ ضرور موجود رہیں اس کے کئی گونہ مقاصد ہیں :۔

اولاً یہ افراد نظامیہ روایات کے حامل ہیں اور اس کے تربیت یافتہ ہونے کے باعث وہ ان امور کو نوعمر اور زیر تعلیم طلبہ میں منتقل کرسکتے ہیں دوسرے ان کو اپنی مادر جامعہ سے جو وابستگی اور ہمدردی ہوتی ہے اس کے باعث ان سے ہر قسم کے ایثار کی توقع کیجا سکتی ہے تیسرے اب یہ تمام دنیا کا مسلمہ قاعدہ بھی ہے کہ کسی ادارے کا انتظام کرنے میں وہیں کے فارغین کو زیادہ سے زیادہ مواقع دینا چاہیئے ۔

ان وجوہات کی بناء پر انجمن طلبہ قدیم متمنی ہے کہ مجلس انتظامی جامعہ میں کم سے کم چار ارکان کا اضافہ فرمایے جو فارغین نظامیہ سے ہوں اور اپنے فرائض کی اہمیت کے ساتھ ان پر نظامیہ برادری کو پورا اعتماد ہو ۔ اسی طرح جناب مدیر صاحب رہبر دکن (۱) اور مدیر صاحب پیام (۲) نے اس اصولی تحریک سے تائید کرتے ہوئے ارباب مدرسہ کو توجہ دلائی کہ مجلس انتظامی میں نظامیہ کے نمائندوں کی شرکت از بس ضروری ہے ۔

میر مجلس صاحب مدرسہ کا پیغام فارغین نظامیہ کے نام — قرارداد مذکور الصدر کے جواب میں جناب میر مجلس صاحب نے حسب ذیل جواب مرحمت فرمایا

جناب معتمد صاحب انجمن !

عنایت نامہ وصول ہوا ۔ شاید جناب نے فقیر کی سب سے پہلی تقریر اخبارات میں ملاحظہ فرمائی ہوگی میں بڑی خوشی سے آپ کی شرکت عمل کو قبول کروں گا ۔ براہ کرم (۲۸ر فروردی ۱۳۴۹ف) بعد نماز جمعہ ۲ بجے سے ۴ بجے تک جس وقت فرصت ہو غریب خانہ پر تشریف لائیں تاکہ تفصیلی تبادلہ خیال ہوسکے ۔

ایک ہفتہ ہوتا ہے کہ فقیر نے بعض مدرسین مدرسہ کے معرفت جناب کو زحمت فرمانے کیلئے کہا تھا ۔ معلوم نہیں آپ کو اطلاع ہوئی یا نہیں امید کہ مزاج بخیر ہوگا ۔ والسلام

فقیر محمد عبد القدیر القادری
میر مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ

---

(۱) رہبر دکن ۲۶ ر اردی بہشت ۱۳۴۹ف (۲) پیام مورخہ ۹ ر اسفندار ۱۳۴۹ف

سنہ ۱۳۴۹ف

معتمد انجمن اور میر مجلس صاحب مدرسہ کے درمیان گفتگو اور ان کا محال | جناب میر مجلس صاحب مدرسہ کے ارشاد پر ۲۸ فروردی معتمد انجمن کی ملاقات ہوئی دوران گفتگو میں

جناب میر مجلس صاحب نے فرمایا کہ جدید مجلس انتظامی میں نظامیئین کے نام اسلئے شریک نہیں کئے گئے کہ خود نظامیئین اپنے نمائندوں کو منتخب کر کے پیش کریں اور یہی عمل آئندہ ترقی جامعہ کیلئے سود مند ہوگا اس لیئے قریب میں مسئلہ زیر بحث کی یکسوئی کیلئے بعض اراکین انتظامی کو مدعو کروں گا جس میں انجمن طلبہ قدیم کے بھی اصحاب شریک رہیں گے جو امور اس جلسہ مشاورت میں طے پائیں گے اس کے بموجب مجلس انتظامی جامعہ میں نظامیئین کے نمائندے لینے سے متعلق بارگاہ خسروی میں منظوری کیلئے معروضہ پیش ہوسکیگا۔ چنانچہ اس اطمینان بخش گفتگو کے بعد جناب مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے اپنا ایک بیان اخبارات میں اسطرح شائع فرمایا۔

صدر انجمن کا عام بیان | اضلاع اور بلدہ کی نظامیہ برادری اور علوم دینیہ عربیہ کے دلدادہ احباب کے استفسارات کا سلسلہ بندھ گیا ہے کہ وہ جامعہ نظامیہ کی سرعت پذیر تبدیلیوں میں اس کے مستقبل سے متعلق تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میرے لیئے ہر ایک کا جواب ادا کرنا دشوار ہے اس لیئے ان سب کو اطلاع دیجاتی ہے کہ

جامعہ نظامیہ حضرت شیخ الاسلام فضیلت جنگ رحمہ کے فیض جاریہ کی بہترین یادگار ہے ہمارے شاہ ذیجاہ حضرت شمس الملت والدین سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی عطوفات شاہانہ جامعہ پر ہر وقت مبذول رہی اور ذات ہمایونی نے ہمیشہ اس کی سرپرستی فرمائی ہے۔

۵۸ھ

زمانہ کے ترقی پذیر رجحانات اور ضروریات حاضرہ کے مدنظر آخر عشرہ ذوالحجہ الحرام کو انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے جامعہ مذکور کی مزید اصلاحات پر مشتمل ایک اسکیم مرتب کی ہے جس کو میں نے بتوسط چیف سکرٹری نواب کاظم یار جنگ بہادر بارگاہ خسروی میں گذرانے کی سعادت حاصل کی ہے۔ لہذا سارے احباب سے گزارش ہے کہ وہ نتیجہ کا انتظار فرمائیں ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں ان کے اطمینان کے لئے یقینی معلومات بہم پہنچانے کے قابل ہوں۔

استفسار کا دوسرا جزجو ہئی کابینہ کی تشکیل میں نظامیین کی نشستوں پر مبنی ہے کہ انتظام جدید میں کیوں کمیٹی انتظامی کی ایک نشست تک بھی علمائے نظامیہ سے پُر نہیں کیگئی اس کا جواب بھی اطمینان بخش طریقہ پر اس وقت دیسکوں گا جب کہ میرے فاضل دوست حال میر مجلس صاحب کمیٹی انتظامی اپنے وطن مالوف بدایون سے واپس تشریف لائیں کیونکہ صاحب معز کو اس خصوص میں نہ صرف تحریراً توجہ دلائی گئی ہے بلکہ ان کے اور معتمد صاحب انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے درمیان بالمشافہ گفتگو بھی ہو چکی ہے جو امید افزا تصور کیجارہی ہے اور اس بناء پر کہا جاسکتا ہے کہ قریب میں ایک تصفیہ کن مفاہمت کا امکان پیدا ہو جائے ۔"(۱)

جناب میر مجلس صاحب مدرسہ کے مکان پر اجتماع اور مشاورت

اس کے قبل ظاہر کیا گیا ہے کہ ۲۰؍فروری ۱۳۴۹ف کے جلسہ ملاقات میں جناب میر مجلس صاحب جلسہ مشاورت کے خیال کو ظاہر فرمایا تھا۔ اس کے بموجب بتاریخ ۱۱؍اردی بہشت ۱۳۴۹ف روز جمعہ حسب ذیل اصحاب میر مجلس صاحب کے دولتکدہ پر جمع ہوئے ۔

(۱) جناب میر مجلس صاحب (۲) نواب احسن یار جنگ بہادر معتمد مدرسہ (۳) نواب ناظر یار جنگ بہادر (۴) جناب قاری قطب الدین صاحب (۵) مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) رکن ہائیکورٹ (۶) ابو الخیر صاحب معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ

ابتداء میں جناب امیر جامعہ نظامیہ نے چند عام امور پالیسی کے نسبت ظاہر فرمائے اور آخر میں سب نے اس امر سے اتفاق کیا کہ نظامیین کا انتخاب ان کا نمائندہ ادارہ ہی حسب ضرورت کیا کرے چنانچہ انجمن کی جانب سے یہ چار نام رکنیت منتظمہ کیلئے پیش کئے گئے ۔

۱- مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن ہائیکورٹ
۲- پروفیسر ڈاکٹر عبد الحق صاحب
۳- پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب
۴- مولوی میر مظہر علی صاحب (کامل) وکیل ہائیکورٹ

چونکہ یہ جلسہ کسی باقاعدہ مجلس یا کمیٹی کی نوعیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اس کا منشاء صرف ایک ایسے اجتماع کا موقع فراہم کرنا تھا کہ معزز ارکان منتظمہ میں سے چند اور خادمین انجمن

(۱) از اخبار رہبر دکن مورخہ ۰؍اردی بہشت ۱۳۴۹ف

طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے نمائندے ہم بزم ہوں اور ہر ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے واقف ہوکر ہم سب کے مشترکہ مقصد یعنی خدمت جامعہ نظامیہ کی پیش رفت کیلئے تجاویز سوچیں چنانچہ جناب مولوی سید شجن احمد صاحب شطاری صدر انجمن اور معتمد صاحب مدرسہ و میر مجلس صاحب مدرسہ کے درمیان دوبارہ گفتگو اور تبادلہ خیال کے بعد مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ منعقدہ ۲۹ اردی بہشت ۱۳۴۹ ف میں مکتوب صدر صاحب انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ مورخہ ۲۴ صفر المظفر ۱۳۵۹ھ پڑھا گیا۔ طے پایا کہ انجمن کے پیشکردہ منتخبہ اصحاب سے فی الحال دو اصحاب نامزد کیے جائیں۔ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ اور مولوی سید شجن احمد صاحب شطاری کا انتخاب کرکے منظوری کیلئے بارگاہ خسروی میں دعانامہ پیش کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔

جامعہ نظامیہ میں نظامیین کی نمائندگی | نظامیین کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ اور انجمن طلبہ قدیم کے درمیان مجلس انتظامی جامعہ میں نظامیین کی نمائندگی سے متعلق جو اختلافات تھے وہ بحمد اللہ جناب صدر صاحب انجمن کی مساعی سے دور ہوگئے اور آخر مجلس انتظامی نے بمصالح بارگاہ خسروی میں اس قسم کا ایک معروضہ پیش کیا کہ:۔

امیر جامعہ نظامیہ کا دعانامہ | پیشگاہ حضرت اقدس اعلیٰ سے ارکین مجلس انتظامی مدرسہ نظامیہ کی منظوری شرف صدور پاچکی ہے اور اب مجلس انتظامی نہایت مستعدی سے اصلاح مدرسہ میں مصروف عمل ہے اس مدرسہ کے طلبہ نے ایک مجلس انجمن طلبہ قدیم کے نام سے قایم کی ہے ان کی استدعا ہے کہ انجمن مذکور کے ارکین میں سے بھی کچھ اصحاب مجلس انتظامی میں لئے جائیں چند نام بھی پیش کئے ہیں ان کے نام ایسے ہیں جن کا تقرر اگر مجلس انتظامی میں کیا جائے تو مناسب ہے۔ ایک مولوی سید شجن احمد صاحب شطاری جو انجمن کے صدر ہیں اور دوسرے جناب خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ چونکہ مجلس انتظامی کی ترتیب اور اس کا ہر تغیر و تبدل محتاج منظوری اقدس و اعلیٰ ہے اور بغیر ارشاد ہمایونی کوئی تغیر نہیں ہوسکتا۔ اس معروضہ کو پیش کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے آئندہ جو حکم محکم شرف صدور لائیے حسبہٗ تعمیل کیجائیے گی (۱)

چنانچہ دفتر پیشی مبارک سے مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ میں نظامیین کے دو نمائندے مولوی سید شجن احمد صاحب شطاری صدر انجمن اور مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب رکن عدالت العالیہ کے

(۱) معروضہ مورخہ ۲۳ صفر المظفر ۵۹ھ

ماموری کی منظوری شرف اصدار لائی [1]، اس طرح موجودہ مجلس انتظامی میں سب سے اہم امر کی جو کمی تھی اس کی تکمیل ہوئی۔

مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی مکمل تشکیل | مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی آخری تشکیل حسب ذیل قرار پائی ہے۔

۱۔ مولوی محمد عبدالقدیر صاحب بدایونی امیر جامعہ
۲۔ نواب احسن یار جنگ بہادر معتمد جامعہ

ارا کین

۳۔ مولانا سید صابر حسینی صاحب سجادہ
۴۔ مولانا سید مناظر احسن صاحب (نظامیہ) صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ
۵۔ نواب ناظر یار جنگ بہادر
۶۔ نواب معشوق یار جنگ بہادر
۷۔ جناب قاری قطب الدین صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ
۸۔ جناب مامون صاحب دمشقی مدرس مدرسہ دینیات سرکار عالی
۹۔ جناب محمد عبد الہادی صاحب
۱۰۔ از طرف نظامیئن ہ۔ مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ
۱۱۔ مولوی خواجہ عبد العزیز صاحب (نظامیہ) رکن ہائیکورٹ

جدید مجلس انتظامی کا پہلا کارنامہ | حال میر مجلس صاحب نے جدید کابینہ کی منظوری کے بعد سب سے پہلے حسب ذیل تقررات کئے ہے۔

۱۔ خدمت نظامت پر اپنے صاحبزادے جناب عبدالہادی صاحب بدایونی کو مامور فرمایا۔ (۲) مودبی پر فخر الحسن صاحب بدایونی کا انتظام کیا۔
۳۔ ایک جدید خدمت مسجل کی قائم کیگئی [2]

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ | نواب فخر یار جنگ بہادر کے عہد میں سال ۱۳۴۹ھ ف کے جلسہ یوم تاسیس میں بیجا اور نا واجبی رکاوٹیں پیدا ہوگئی تھیں جس پر نہ صرف انجمن طلبہ قدیم نے

(۱) از اخبار رہبر دکن ۱۸ رتیر ۱۳۴۹ف (۲) از اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۳۴۹ف

احتجاج کیا، بلکہ ملک کے مفکرین اور مدیران اخبارات نے ارباب مدرسہ کو توجہ دلائی کہ کسی وجہ سے بھی یوم تاسیس نظامیہ کے جلسوں کو روکا نہ جائے یوم تاسیس کے جلسے حقیقی معنوں میں نظامیہ کے لئے مظاہر حیات ہیں جس کا نتیجہ ہوا کہ

ارباب مدرسہ نے بھی دوبارہ مسئلہ کی اہمیت اور وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے انعقاد جلسہ کی اجازت دیدی (۱) اس اجازت کے بعد تھوڑا عرصہ گذرنے نہیں پایا تھا کہ حال میر مجلس صاحب کا اقتدار قائم ہوا۔

افسوس ہے کہ اس عہد میں بھی رکاوٹیں پیدا کرنے کی ناکام سعی کی گئی آخر میں مدرسہ کے ہر دلعزیز معتمد نواب احسن یار جنگ بہادر نے انجمن اور مدرسہ کے درمیان جس قسم کے اختلافات تھے ان سب کو اپنے تدبر اور تجربہ کی بناء پر دور فرمایا اور یوم تاسیس کے جلسوں کی اجازت دیدی (۲) اور مولوی سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں یہ جلسہ بتاریخ ۱۵ ارخورداد ۱۳۴۹ف جامعہ نظامیہ میں نہایت اہتمام کے ساتھ منایا گیا۔

جامعہ نظامیہ کی سرعت پذیر تبدیلیوں کا اطمینان بخش تصفیہ

مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ میں نظامیین کی نمائندگی سے متعلق جو فرمان خسروی شرف صدور پایا اس سلسلہ میں اظہار تشکر و عقیدت کے طور پر مجلس انتظامی انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے ذیل کا ایک بیان شائع کیا۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کا اپنے ابتدائے قیام سے یہ خیال اور مطالبہ رہا ہے کہ مجلس منتظمہ جامعہ نظامیہ میں فارغین نظامیہ کے نمائندوں کا ہونا اس دینی درسگاہ کی ترقی اور تحفظ روایات کیلئے ناگزیر ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ جدید میر مجلس صاحب اور ان کی زمانہ شناس کابینہ نے اس مطالبہ کی معقولیت کو تسلیم فرمالیا اور سرپرست جامعہ اعلیحضرت بندگان عالی کی خدمت میں دعانامہ پیش فرمایا کہ انجمن طلبہ قدیم کے بھی دو نمائندے مجلس منتظمہ جامعہ نظامیہ میں شریک فرمائے جائیں چنانچہ اب بارگاہ اعلیحضرت شمس الملت والدین جلالت مآب سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ سے اس کی منظوری شرف صدور لائی ہے کہ

(۱) مراسلہ دفتر جامعہ نظامیہ عـ ۱۶۵ مورخہ ۱۵ ار اسفندار ۱۳۴۹ف (۲) مراسلہ دفتر جامعہ نظامیہ عـ ۳۶۹ مورخہ ۹ ارخورداد ۱۳۴۹ف

انجمن طلبہ قدیم کے پیش کردہ چھ ناموں میں سے جسٹس مولانا خواجہ عبد العزیز صاحب (فاضل نظامیہ) اور مولانا سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کا بطور ارکان مجلس منتظمہ تقرر عمل میں لایا جائے۔

انجمن ہذا فضیلت مآب امیر جامعہ نظامیہ اور ان کی کابینہ کی اس حقیقت شناسی پر دلی اظہار قدردانی کرتی ہے اور بارگاہ علیم و قدیر جل و علا میں دست بدعا ہے کہ ہمارے ظل اللہ سلطان العلوم شمس الملت والدین جلالت مآب شاہ دکن کی عمر و اقبال میں ترقی عطا فرمائیے اور جلالت مآب کے ہاتھوں ملت و دین کے روز افزوں بڑے کام سدا انجام پاتے رہیں۔

مجلس مشاورت کا قیام اس سلسلہ میں انجمن ہذا نے یہ بھی طے کیا کہ اپنے ان نمائندوں کے ذریعہ لائحہ عمل اصلاح جامعہ نظامیہ کی عاجلانہ تکمیل پر متوجہ ہو اور اپنے ان نمائندوں کو ایک مستحکم مجلس مشاورت کے خدمات بھی مہیا کردے تاکہ وہ اپنی نمائندگی میں نظامیین کی بہترین آراء اور خدمات سے ہر وقت مستفید ہوتے رہیں۔

جامعہ نظامیہ کے تقررات مجلس عاملہ انجمن نے جامعہ نظامیہ کے تقررات سے متعلق ذیل کی قرارداد منظور کی۔

طے ہوا کہ جامعہ نظامیہ میں تقررات کے وقت فارغین نظامیہ کے حقوق کو مرجح رکھنے کی پوری کوشش کی جائے اور فی الوقت جو تقررات جامعہ میں ہو رہے ہیں ان کے متعلق بطور خاص مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ کی توجہ منعطف کرائی جاتی ہے (۱)

اس تحریک کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ موتدبہ کی خدمت پر جو ایک غیر نظامیین کو مامور کیا گیا تھا ان سے جامعہ کا نظم سنبھل نہ سکا مجبوراً مستعفی ہو جانا پڑا اسی سلسلہ میں جامعہ نظامیہ کی خدمت نظامت پر نظامیین سے ماموری کی خواہش تھی تاکہ مادر علمی کی حقیقی معنوں میں اصلاح و ترقی ہو۔ اور انجمن کی یہ کوشش تخمیناً (۱۶) سال سے جاری تھی اس مرتبہ نمائندگان نظامیین کی خاص جد و جہد کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ مولوی محمد عبد الہادی صاحب فرزند جناب مفتی مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی میر مجلس خدمت نظامت سے مستعفی ہوئے اور حسب فرمان خسروی نظامت جیسی اہم خدمت پر علامہ مفتی سید محمود صاحب (فاضل نظامیہ) کا تقرر یکم ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ... رشوال ... عمل میں آیا

(۱) از اخبار رہبر دکن ۲۷ رتیر ۱۳۴۹ف (۲) از اخبار رہبر دکن مورخہ ۲۴ رآذر ۱۳۵۰ف و تنظیم ۲۷ رآذر ۱۳۵۰ف

جامعہ میں طلبہ کے مجالس ابتداء سے جامعہ نظامیہ میں طلبہ کے کئی مجالس موجود تھے ان میں سے معراج الاسلام اور مخزن الانوار جیسے مجالس کو خاص اہمیت تھی ان کے مقاصد واغراض میں یہ جز بھی شامل تھا کہ طلبہ اصول مناظرہ کی سختی سے پابندی کریں اور اس کے ساتھ مذہب اسلام کی خوبیوں کو ثابت اور غیر مذاہب کے مطاعن واعتراضات کا بطریق احسن جواب دینے کی اہلیت پیدا کریں، غرض ایک عرصہ تک اس قسم کے مجالس جامعہ میں قایم اور اپنے مقاصد واغراض میں کامیاب رہے۔ یہانتک کہ ان مجالس کے اہتمام میں ان کے قایم کردہ کتب خانے بھی تھے جہاں توسیع معلومات کے لئے بہت سے عربی اور اردو اخبارات ورسائل آیا کرتے تھے۔ طلبہ کے اس قسم کے مشاغل اور مصروفیات کی وجہ سے جامعہ میں ایک خاص قسم کی علمی و مذہبی فضا پیدا ہوگئی تھی اور جامعہ کے درودیوار سے علمی فضا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں غرض اس عہد میں نفخ روح کے بہت سے اسباب پیدا کرائے گئے تھے[1]

اسناد جامعہ نظامیہ جامعہ نظامیہ کی تعلیمی حالت اور اس کا معیار تعلیم بلند ہونے کے سبب حکومت سرکار عالی نے بھی اسناد جامعہ نظامیہ کے معیار کو مغربی جامعات کے مانند مماثل قرار دیا اس اعتبار سے مولوی فاضل اور بی۔ اے دونوں کے مساوی ومماثل حقوق قرار دیئے گئے[2] اور محکمہ سرکار صیغہ فنیانس کیجانب سے احکام اجرا ہونیکی وجہ ابتدا دفاتر اور مدارس میں نظامئین کی ماموری سے متعلق کسی قسم کی کوئی دشواری نہیں

اعلیٰ خدمات پر نظامئین کی ماموری اور اس کے احکام حضرت جلالت مآب شاہ دکن وبرار کے توجہات شاہانہ کا یہ محمود نتیجہ ہے کہ مولوی فاضل کامیاب اشخاص بھی تحصیلداری، تعلقداری اور اسی قسم کے اعلیٰ خدمات پر مامور اور کارگزار ہیں مگر چند روز ان اعلیٰ خدمات پر ماموری عمل میں نہیں آرہی تھی، دوبارہ محکمہ مال کو توجہ دلانے پر یہ تصفیہ ہوا کہ ان خدمات پر مولوی فاضل کو بھی بی۔ اے کے ساتھ منتخب ہونے کا کامل حق رہے گا[3]

خلاصہ یہ کہ دولت آصفیہ اسلامیہ کے یہ محمود برکات ہیں کہ اس ریاست میں علماء کی قدر ومنزلت اور ان کی وقعت وعظمت میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں، ایک عالم واعظ بھی ہے تو اہلکار بھی عدالت کی اعلیٰ خدمت رکنیت پر بھی فائز ہے غرض دولت اسلامیہ آصفیہ نے دنیا کو یہ ثابت کر دکھایا کہ مذہب اور سیاست دونوں ایک ہیں، اور اس وقت ملک کے

(۱) رپورٹ پنج سالہ جامعہ نظامیہ بابتہ ۱۳۱۹ف لغایتہ ۱۳۲۳ف (۲) گشتی دفتر صدر محاسب سرکار عالی ۲۲ نمبر ۱۹ اردی بہشت ۱۳۳۲ف نشانمثل ۱۷۸ صیغہ عام ۱۳۳۲ف (۳) مراسلہ محکمہ سرکار صیغہ مالگذاری ۱۶/۱ نمبر ۲۷ اردی بہشت ۱۳۴۲ف صیغہ تقرر نشانمثل ۱۲۸ ۱۳۴۱ف

اعلیٰ خدمات پر جامعہ نظامیہ اور جامعہ عثمانیہ کے قابل افراد فائز اور ملک کی خدمتگزاری کا شرف حاصل کر رہے ہیں ۔

ملازمین جامعہ کے لئے وظیفہ یا پنشن

حضرت اقدس و اعلیٰ نے جس طرح اس دینی جامعہ کے بقاء کا ضروری خیال فرماکر اس کی سرپرستی قبول فرمائی اور اس کی ترقی و عروج کے لئے وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات نافذ فرماتے رہے اسی طرح بکمال قدر افزائی اس جامعہ کے ملازمین کے لئے بھی وظائف کا حق منظور فرمایا۔ اب اس جامعہ کی تمام جائدادیں قابل وظیفہ قرار پا چکی ہیں ۔ (۱)

جامعہ نظامیہ میں صاحبان خدمات مذہبی کی تعلیم کا لزوم

دولت آصفیہ میں مذہبی خدمات قاضی، مفتی، محتسب، المخدمات شرعیہ اور صاحبان درگاہ کی ایک کثیر جماعت موجود ہے جن کے نام حکومت کی جانب سے انعامات اور جاگیریں بحال ہیں حضرت اقدس و اعلیٰ نے جن کو بلا لحاظ مذہب و ملت ملک کی عام تعلیم اور طبقات کی فلاح و بہبودی سے خاص شغف ہے ذریعہ فرمان مبارک مذکور الصدر صاحبان خدمت کی اولاد کی تعلیم و ترتیب جامعہ نظامیہ میں لازمی قرار دی ہے تاوقتیکہ جامعہ نظامیہ کے اسناد علمی پیش نہ ہوں اس وقت تک سررشتہ مال معاش بحال کرنے کا مجاز نہیں (۲) اس خصوص میں

جنرل کمیٹی جاگیردار کالج کی قرارداد

جنرل کمیٹی جاگیردار کالج منعقدہ ۱۵ر فروردی ۱۳۳۲ف کی قرارداد بھی قابل غور ہے ۔

"جنرل کمیٹی کو صدر الصدور صاحب کی رائے سے اتفاق ہے کہ معاشداران مشروط الخدمت مذہبی کے اولاد کی تعلیم کا جملہ انتظام مدرسہ نظامیہ میں ہونا چاہیئے اور ان جاگیرات سے جو ٹیکس جاگیردار کالج کو وصول ہوتا ہے وہ مدرسہ نظامیہ کی آمدنی میں منتقل ہو جائے کا اس شکل سے جنرل کمیٹی جاگیردار کالج کو اتفاق ہے چنانچہ اسی بناء پر انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کی جانب سے محکمہ سرکار میں کارروائی جاری کیگئی ۔ بالآخر طے پایا کہ مشروط الخدمت جاگیرات کا ٹکیس نو فیصد کی حد تک مدرسہ نظامیہ کو دیا جائے ۔ مراسلہ محکمہ سرکار صیغہ مذہبی نشان ۱۲۳۱ ۲۲ر تیر ۱۳۴۶ف نشانمثل ۱۳۴۶ف

جامعہ نظامیہ کی عمارت

جامعہ نظامیہ کی عمارت سے متعلق حضرت اقدس و اعلیٰ نے دو

(۱) احکام محکمہ سرکار صیغہ فینانس ۳۳۰ صیغہ فوج ۲۰ر خورداد ۱۳۴۲ف نشانمثل ۲۹۵/۲ ۱م ف
(۲) احکام محکمہ سرکار صیغہ مذہبی ۱۱ر آذر ۱۳۲۰ف م ۱۳ر صفر ۱۳۳۱ ۱۳۲۹م

فرمان مبارک نافذ فرمایے پہلے فرمان مبارک میں یہ ارشاد ہوا کہ پندرہ بیس ہزار کی لاگت میں مدرسہ کی عمارت تعمیر کردیجائے[1]۔ دوسرا فرمان مبارک مرقومہ ۱۶ ر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ میں پچاس ساٹھ ہزار کی عمارت تعمیر کرنے کا حکم صادر فرمایا گیا۔ ابھی تک اس کارروائی کا کوئی مناسب تصفیہ نہیں ہوا اگر تصفیہ ہوجائے تو جامعہ نظامیہ کے لئے ایک نمایاں عمارت تیار ہوجائے گی جو عہد عثمانی کی بہترین علمی و مذہبی یادگار رہے گی۔

جامعہ نظامیہ وجامعہ عثمانیہ جامعہ عثمانیہ نے جامعہ نظامیہ کے اسناد کو مسلمہ قرار دے کر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ کے مساوی حقوق ملازمت کا تصفیہ فرمایا و نیز اجلاس مجلس انعقاد جامعہ عثمانیہ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ ر فروردی ۱۳۴۵ف میں ذیل کی قرارداد منظور کی۔

"جامعہ نظامیہ کے مولوی کامیاب طلبہ امتحان میٹریکیولیشن جامعہ عثمانیہ کے صرف مضمون انگریزی میں شریک ہوسکتے ہیں اور اس میں کامیابی کے بعد انٹرمیڈیٹ شعبہ دینیات کے سال اول میں شریک ہوسکتے ہیں"

اس سلسلہ میں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے جانب سے ایک اور تحریک اس قسم کی پیش ہوئی کہ

الیف، اے اور بی، اے میں بھی عالم اور فاضل کو مولوی کی طرح شرکت کا موقع دیا جائے اس خصوص میں حامی تعلیم مذہبی نواب مہدی یار جنگ بہادر نائب امیر جامعہ عثمانیہ کے خاص توجہات مبذول ہیں نواب صاحب موصوف کی علم دوستی سے توقع ہے کہ جامعہ نظامیہ کو مذکور الصدر مزید رعائت بھی حاصل ہوجائے گی اور رہتی دنیا تک نواب صاحب کا یہ علمی کارنامہ یادگار عالم رہے گا۔

جامعہ نظامیہ کا نصاب جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم وہی ہے جو بالعموم ہندوستان کے تمام مدارس اسلامیہ میں پڑھایا جاتا ہے لیکن جامعہ نظامیہ کے نصاب نظامیہ اور ہندوستان کے درس نظامیہ میں نمایاں فرق ہے۔

جامعہ نظامیہ کے نصاب میں ضرورت زمانہ کے لحاظ سے بعض کتابوں میں تبدیلی اور اور بعض فنون کی زیادتی بھی ہوئی ہے۔ تحتانی اور وسطانی جماعتوں میں حساب، ریاضی اور

(۱) فرمان مبارک مرقومہ ۱۹ ر شوال المکرم ۱۳۳۶ھ

اقلیدس تاریخ وجغرافیہ جیسے مضامین پڑھائے گئے ہیں ۔حضرت بانیٔ جامعہ علیہ الرحمہ کے آخری عہد میں نصاب نظامیہ کو مولوی۔ عالم۔ فاضل اور کامل کی جماعتوں میں تقسیم کیا گیا اس طور سے اس تقسیم کی ابتداء ۱۳۳۵ھ سے شروع ہوئی اور نواب صدر یار جنگ بہادر میر مجلس وقت کے عہد میں تکمیل ہوئی جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے ۔ (۲)

مولوی مفتی محمد احمد صاحب میر مجلس اور نواب فخر یار جنگ بہادر کے دور صدارت میں نصاب میں نمایاں تغیرات ہوئے۔ اس تغیر کی وجہ سے نصاب میں سختی بڑھا دی گئی المخدمات شرعیہ جن کی تعلیم وتربیت جامعہ کے تفویض تھی ان کے لیئے ایک علیٰحدہ نصاب مرتب کیا گیا اور چند سال تک یہ نصاب جاری رہا حال (۲) میر مجلس صاحب کے عہد میں تبدیلی نصاب کی سعی کی جارہی ہے ۔ اور ایک کمیٹی اسی کام کے لئے بنائی گئی ہے جس میں ملک کے تجربہ کار علماء اور جامعہ کے اساتذہ شریک نہیں کیئے گئے ہیں جس کی وجہ سے منشار حضرت بانی علیہ الرحمہ کے فوت ہونیکا اندیشہ ہورہا ہے ---------- بہرحال جو تغیر بھی ہو اس میں منشاء بانیٔ جامعہ کا پہلو غالب رہے۔ تب ہی ایسا نصاب مسلمان اور جامعہ دونوں کیلئے مفید ہوسکیگا ۔

قواعد امتحانات | حضرت بانیٔ جامعہ علیہ الرحمہ کے عہد مبارک میں طریقۂ تعلیم امتحانات اور اقامت خانے کے قواعد مرتب ونافذ العمل تھے اور سختی سے ان قواعد کی پابندی کرائی جاتی تھی مہینے میں چار مرتبہ اساتذہ امتحان لیا کرتے تھے اور سالانہ امتحان کے لیئے باہر کے علماء آتے تقریری اور تحریری دونوں حیثیتوں سے امتحان لیا کرتے تھے مولوی مفتی محمد احمد صاحب اور نواب فخر یار جنگ بہادر کے دور صدارت میں امتحانات کے قواعد کی ترتیب عام جامعات کی طرح کیگئی ۔ اور بعض امتحانوں میں جامعات ہند سے زیادہ سخت قواعد رکھے گئے غرض جامعہ نظامیہ نصاب تعلیم مدت تعلیم، نگرانی تعلیم اور قرار داد امتحانات بلکہ ہر حیثیت سے ہند کے مشرقی جامعات میں ایک نمایاں خصوصیات کا حامل ہے ۔

طب کی تعلیم | حضرت بانیٔ جامعہ کے عہد میں فن طب کی تعلیم کا بھی اہتمام تھا جہاں فارغ التحصیل طلبہ طب کی تعلیم پاتے تھے مگر بعد کے دور میں طب کی تعلیم کا انتظام برخواست کر دیا گیا۔

۲۔ مولوی مفتی عبد القدیر صاحب بدایونی ۔

انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے دوبارہ ارباب جامعہ سے طب کی تعلیم کو جاری کرنے کی سفارش کی ہے۔

ورزش | طلبہ کی صحت اور ان کو قوی بنانے کی غرض سے حضرت بانی علیہ الرحمہ کے عہد میں ورزش جسمانی کا انتظام تھا لیکن اس شعبہ کو جیسی ترقی ملنی چاہیئے نہیں ملی بعد کے دودور میں اس کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا۔ آخر فخر یار جنگ بہادر کے عہد میں مولانا عبد القدیر صاحب صدیقی کی تحریک پر ورزش کا شعبہ کھول دیا گیا جس میں طلبہ کو کود پھاند لکڑی چلانا اور مخصوص ورزشیں سکھلائی جاتی ہیں حقیقت میں یہ شعبہ حصول تندرستی کے ساتھ مسلمانوں کو ان کا اصلی مگر بھولا ہوا سبق یاد دلانے اور ان میں جراءت وحوصلہ پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ ہے توقع ہے کہ حال میر مجلس صاحب کے عہد میں اس شعبہ کو اور وسعت ہوگی، اور انجمن کی تحریک فوجی تعلیم کا رواج بھی ہوگا۔

(نوٹ) افسوس ہے کہ جامعہ میں شعبہ احتساب حفظ، فصل خصومات صفائی اور تعمیرات کے جُداجُدا شعبے موجود نہیں ہیں اگر یہ شعبے قایم ہوجائیں تو طلبہ کی زندگی میں ایک خاص روح پیدا ہوجانے کی توقع ہوسکیگی۔

موجودہ حضرات اساتذہ کا ایثار | جامعہ نظامیہ کے اساتذہ جس ایثار اور خلوص سے تعلیم دیتے ہیں اس کی نظیر سرکاری مدارس میں نہیں ملسکتی۔ سرکاری مدارس اور جامعہ میں اساتذہ ہفتہ میں چند گھنٹے تعلیم دیتے ہیں، ان کی تنخواہ کا معیار دوسو سے ہزار تک ہوتا ہے۔ مگر جامعہ نظامیہ کے باکمال اساتذہ روزآنہ (۸) گھنٹے پڑھاتے ہیں، ان کی تنخواہ کا اوسط تیس روپیہ ماہانہ ہے کالج کے دو سینیر پروفیسروں کی تنخواہ میں جامعہ نظامیہ کے جملہ مصارف چلائے جاتے ہیں ونیز ہندوستان کے قومی عربی مدارس کے مشاہرات پر بھی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے مقابلہ میں بھی اساتذہ نظامیہ کی تنخواہیں نہایت کم ہیں مثال کے طور پر دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کی تنخواہ (ماصہ) کلدار حالی ماصہ عثمانیہ ہے، اس اندازہ سے جامعہ نظامیہ کے اساتذہ جس خلوص وللّٰہیت سے اسلامی علوم وفنون کی نشر واشاعت میں منہمک اور مصروف عمل ہیں اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی اور سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ نہیں کرسکتا غرض

دکن ہند اور عالم اسلام کا کوئی شہر کوئی قصبہ ایسا نہ ہوگا جہاں جامعہ نظامیہ کے سر چشمہ کی کوئی نہر مسلمانوں کو سیراب نہ کر رہی ہو۔

یاد رفتگان

تاریخ جامعۂ نظامیہ کے سلسلہ میں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جامعہ نظامیہ کے قدیم ممتحنین مرحوم اساتذہ اور قدیم طلبہ کے مختصر حالات کا تذکرہ بھی لکھا جائے تاکہ ان کے حالات مستقبل میں ہمارے لئے مشعل ہدایت ثابت ہوں۔

جامعہ نظامیہ کے قدیم ممتحنین | ہندوستان کے جملہ عربی مدارس کا بالعموم یہ طریقہ رہا ہے کہ رجب کے آخری دنوں میں سالانہ امتحانات شروع ہوکر آخر شعبان تک ختم ہو جاتے ہیں اور رمضان المبارک کے کامل مہینے کی چھٹیاں دیجاتی ہیں یہ طریقہ ابتداء سے جامعہ نظامیہ میں بھی رہا ہے اس کے سالانہ امتحانات کیلئے باہر سے علماء مدعو ہوتے اور طلبہ کے امتحانات تقریری اور تحریری لیا کرتے تھے اور ہر کتاب میں (۳۳) نمبر حاصل کرنے کا لزوم لازمی تھا اگر کسی کتاب کے تقریری یا تحریری امتحان میں (۲۰) نمبر سے کم حاصل کرنے کی صورت میں طالب علم کو کسی جماعت میں کوئی ترقی نہیں دیجاتی اور اس طریقہ عمل کی پابندی شدت سے کیجاتی تھی جو کسی اور مدرسہ میں عموماً نہیں پائی جاتی۔

یہ عمل حضرت بانیؒ کے عہد تک جاری رہا آپ کے بعد تقریری اور تحریری امتحانات کے طریقوں میں بہت سی اصلاحیں کی گیئں اور تقریری امتحان کے طریقہ کو موقوف کیا گیا اور اس کے بجائے تحریری امتحان کے اصول کو رائج کیا گیا۔ اس کے لیئے خاص قواعد مرتب کئے گئے جو کسی طرح سرکاری مدارس اور جامعات کے امتحانات سے کم نہیں ہیں۔

ذیل میں عہد قدیم کے ممتاز اور قابل ممتحنین کی ایک فہرست لکھی جاتی ہے جس سے یہ اندازہ قایم ہوسکیگا کہ کس پایہ کے علماء جامعہ نظامیہ کے ممتحنین مقرر ہوا کرتے تھے۔

مولانا مفتی محمد لطف اللہ صاحب مفتی عدالت العالیہ۔ مولانا عبدالصمد صاحب۔ مولوی حکیم منصور علی خاں صاحب۔ مولوی عبدالعزیز صاحب استاذ مدرسہ منصبداران کوکن رما مولوی

عبدالجبار خاں صاحب صدر مدرسہ اعزہ۔ مولوی[6] عبدالوہاب صاحب صدر مدرسہ نورالدین شاہ۔ مولوی[7] محمد عزیز الدین صاحب۔ مولوی[8] حبیب الرحمٰن صاحب مدرس دارالعلوم۔ مولوی[9] حسن علی صاحب۔ مولوی[10] عبدالغنی صاحب۔ مولوی[11] سید ابراہیم صاحب منتظم مدرسہ فخریہ۔ مولوی[12] سید کریم اللہ صاحب۔ مولوی[13] حبیب اللہ صاحب۔ مولوی[14] محمد شاہ صاحب۔ مولوی[15] شرف الدین احمد صاحب۔ مولوی[16] حسن علی صاحب۔ مولوی[17] سرفراز الدین صاحب۔ مولوی[18] سید غلام افضل صاحب۔ مولوی[19] سید مظفر الحسین صاحب۔ مولوی[20] عبدالحکیم صاحب۔ مولوی[21] سید مرتضیٰ صاحب ناظم ترقی علوم فنون۔ مولوی[22] سید نادر الدین صاحب مدرس دارالعلوم۔ مولانا[23] حکیم عبدالرحمٰن صاحب سہارنپوری محدث۔ مولوی[24] محمد عباس علی خاں صاحب محدث۔ مولوی[25] شیر علی صاحب مدرس دارالعلوم۔ مولوی[26] عبدالغنی صاحب مدرس مدرسۂ عربی۔ مولوی[27] الٰہی بخش صاحب صدر مدرس مدرسۂ ابوالعلائی۔ مولوی[28] میر جعفر حسین صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ۔

دورِ جدید کے ممتحنین | جامعہ نظامیہ کے عہدِ حاضر میں حسبِ ذیل اصحاب اس کے ممتحن رہے ہیں۔

۱۔ مولانا سید شیر علی صاحبؒ استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۲) مولانا عبدالواسع صاحبؒ استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۳) مولانا شاہ محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی سابق صدر شعبہ دینیات (۴) مولوی سید مناظر احسن صاحب گیلانی (۵) مولانا مفتی محمد رحیم الدین صاحب معتمد اشاعۃ العلوم (۶) مولانا سید وحید باد شاہ صاحب قادری (۵) مولوی قاری قطب الدین صاحب پروفیسر (۶) مولوی حکیم محمد حبیب اللہ صاحب استاذ نظامیہ طبی کالج (۷) مولوی ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب (۸) مولوی عبدالمجید صاحب پروفیسر (۹) مولوی فضل احمد صاحب پروفیسر (۱۰) مولوی ہارون خان صاحب شیروانی (۱۱) مولوی احمد حسن صاحب سابق استاذ فلسفہ جامعہ عثمانیہ (۱۲) مولانا مفتی سید محمود صاحب (۱۳) مولوی حکیم محمود صمدانی صاحبؒ (۱۴) مولوی عبدالقادر صاحب بی اے عثمانیہ ڈاکٹر محمد عبدالحق صاحب (۱۶) مولوی سیف بن سلطان صاحب (۱۷) مولوی سید ابراہیم صاحب ادیب مولوی عبداللہ صاحب نقشبندی الخ

مولانا قاضی محمد امیر الدین صاحب پونیری | آپ دکن کے قضاۃ سے تھے قصبہ پونیر علاقہ نانديڑ کے رہنے والے تھے۔ علوم دینیہ میں دستگاہ حاصل تھی اور ہمیشہ ترویج تعلیم علوم دینیہ میں کوششیں کیں ایک عرصہ تک جامعہ نظامیہ کی خدمت اہتمام کو نہایت عمدگی سے انجام دیا بڑے متورع اور متقی بزرگ تھے۔ سنہ ۱۳۰۱ھ م ۱۲۹۳ف میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے ۱۳۱۵ھ

میں انتقال فرمایا اس وقت آپ کے ایک صاحبزادے مولوی قاضی عبدالمنان صاحب تعلقہ پاتھری ضلع پربھنی میں علم و مذہب کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

علامہ ملا محمد عبدالقیوم صاحب سن ولادت تقریباً ۱۲۷۰ھ ہے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ دارالعلوم میں ہوئی اور اعلیٰ تعلیم ہندوستان میں ہوئی۔ تکمیل تعلیم کے بعد ملازم ہوئے سنہ ۱۲۹۴ف میں مددگار ناظم تعلیمات ہوئے سنہ ۱۲۹۶ف میں ڈپٹی کمشنر انعام ہوئے اور سنہ ۱۳۰۰ف میں ضلع لنگسگور کے تعلقدار ہوئے۔ آپ کی ملازمت میں یہ پالیسی تھی کہ کسی طرح رعایا مرفہ الحال اور خوش حال رہے۔

آپ نے اپنی صلح پسندی اور حسن اخلاق سے ملک میں ایک عالمگیر شہرت حاصل کر لی تھی۔

ہندو اور مسلمان دونوں آپ سے خوش اور آپ کے خدماتِ ملی کے دل سے قائل تھے۔

آپ جبری تعلیم کے بڑے حامی اور موئد تھے اور ایک رسالہ تعلیم جبری کے نام سے بھی شائع فرمایا جس سے مقصود یہ تھا کہ حکومت کو جبری تعلیم کی طرف آمادہ کیا جائے آپ اس قسم کی تعلیم کے حامی تھے کہ قوت نظری اور دماغی کی تعلیم کے بجائے حکمت عملی کی تعلیم ملک میں عام ہو جسمانی ضروریات کے استیفاء کے بغیر کسی طرح ملک دنیوی و اخروی سعادات کا اکتساب نہیں کر سکتا اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ اہل ملک کو وہ تعلیم دیجائے جس کے ذریعہ وہ ختم تعلیم کے بعد اپنی روٹی اپنے دست سے کما کر کھا سکیں معیشت میں سرکار کے دست نگر نہ رہیں طریقہ تعلیم کے اختیار کرنے میں ہم کو امریکہ - جاپان - اور یورپ کی پیروی اور تقلید کرنی چاہیئے ان ممالک کی ترقی جامعاتی اسناد کے ذریعہ نہیں ہوئی بلکہ اشاعت صنعت و حرفت و تجارت سے ہوئی بہرحال جو قوم اپنی ضروریات کو خود پورا نہ کرے اور دیگر اقوام کی محتاج و دست نگر رہے وہ کبھی بھی غلامی کی پستی سے ترقی و تہذیب کے مرتبہ پر نہیں پہنچ سکتی۔ آپ جامعہ نظامیہ کے بھی رکن انتظامی تھے اسلیئے آپ نے اپنے عہد میں جامعہ میں صنعت و حرفت کی تعلیم کا شعبہ بھی قایم کرنے کی سعی کی تھی۔ کتب خانہ آصفیہ اور دائرۃ المعارف کے قیام اور اس کی ترقیوں میں آپ کے خاص مساعی شریک رہی ہیں۔

جشن جوبلی چہل سالہ حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے موقع پر تعلیم صنعت و حرفت کے لیئے ایک فنڈ قایم کیا تھا اور مجلس چندہ حجاز ریلوے بھی قایم کی تھی۔ غرض ملا صاحب مرحوم کے متعدد تجاویز اور تحریکات اور اصلاحی مشاغل ایسے ہیں جن کو لکھنے سے ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ

ملک کے تعلیمی امور اور رفاہ عامہ میں حضرت مُلّا صاحب نے کیا کیا کوششیں اور کون کون سی تدبیریں کی تھیں۔ اس اعتبار سے حضرت مُلّا کو فخر قوم کا اعزاز دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔

آپ میں ایک نمایاں صفت یہ بھی تھی کہ آپ اپنے عزم کے پکّے اور مستقل مزاج تھے اور اس عزم کا یہ محمود نتیجہ تھا کہ آپ کی سعی اور کوشش کی حرکت ہمیشہ اپنی طاقت کے انتہائی نقطہ پر آکے ختم ہوتی اور اکثر اوقات انہوں نے اپنے مقاصد میں کامیابی بھی حاصل کی۔ آخر علم وعمل کا یہ باکمال آفتاب ۹ رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کی صبح کو نماز سے فارغ ہوکر اس عالم فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ کے انتقال پر دکن اور ہندوستان کے ہر حصہ میں عالمگیر ماتم رہا۔ آپ کے چار صاحبزادے ہیں اور ان میں سے دو اعلیٰ خدمات پر فائز ہیں۔ افسوس ہے کہ ایسے فخر قوم کی تفصیلی سوانح حیات ابھی تک شائع نہیں ہوئی اور نہ ایسے جامع الاخلاق کی کوئی یادگار قایم ہوئی۔ ضرورت ہے کہ ملک اس یکتائے آفاق کے کارناموں سے واقف ہوکر عمل کی طرف بڑھے۔ گلبرگہ میں روضہ حضرت خواجہ دکنؒ میں دفن ہوئے۔ مرزا اعزاز علی صاحب اعزاز نے تاریخ وفات اس طرح کہی ہے۔ (۱)

سالِ فوتِ ہجریش آید بروں (ہائے مُلّا مرد) خوانی چار بار
۱۳۲۲ھ

مولانا محمد یسین صاحب | یہ جامعہ نظامیہ کے قابل اور لایق طالبعلم تھے مدرسہ منصبداران میں جہاں علوم عربیہ کی اعلیٰ تعلیم دیجاتی تھی مدرس مقرر ہوئے اور ایک عرصہ تک قوم کو علمی فائدہ پہنچاتے رہے۔ سنہ ۱۳۳۰ھ م ۱۳۲۱ف میں انتقال فرمایا۔

مولانا محمد حسین صاحب شاہ نوری | یہ شاہ نور کے رہنے والے تھے جامعہ نظامیہ میں درسیات کی تکمیل کی اور ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں تدریس کی خدمت کو انجام دیتے رہے سنہ ۱۳۳۰ھ م ۱۳۲۱ف میں رحلت کرگئے۔

مولانا حافظ شاہ سید غلام غوث صاحب قادری الشطاری | واعظ، قاری، فقیہ، ادیب اور محدث تھے۔ بلدۂ حیدرآباد کے مشاہیر علما اور ممتاز و با اثر مشائخین میں آپکا شمار ہے۔ زہد و اتقاء اور تبحّر علمی کیساتھ حلم و انکسار کا جوہر بھی قدرت کی جانب سے آپ کو عطا ہوا تھا۔ آپکے حلقہ درس حدیث میں شرکت کیلئے روزآنہ دُور دُور سے لوگ آیا کرتے۔ بالخصوص ادب، فقہ، منطق اور حدیث و رجال پر ایسا عبور تھا کہ شاید و باید۔ آپکے اساتذہ میں خاص طور پر بحر العلوم مولانا محمد عباس علی خاں صاحبؒ اور امام القراء قاری محمد تونسی صاحبؒ قابل ذکر ہیں۔ دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ مسلمانوں کو معاشی پستی سے نکالنے

(۱) آج (۳۵) سال کے بعد سالِ حال ۹ رمضان ۱۳۵۵ھ مسجد چوک میں نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت میں ایک جلسہ یادگاری نظامیہ منتظمین کی جانب سے مقرر ہوا تھا جس میں ۵، ۶ اور ۶ ہزار سے زائد کا اجتماع تھا۔

کیلئے عروۃ الوثقی کے نام سے ایک مجلس تجارت قایم فرمائی تھی - آخر عمر تک جامعہ نظامیہ کی خدمت کرتے رہے -
۲۷ محرم ۱۳۳۱ھ م ۲۴ اسفندار ۱۳۲۲ ف میں واصل بحق ہوئے - رحمۃ اللہ علیہ

مولانا غلام محبوب صاحب جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل محنتی اور شوقین طلبہ سے تھے ۱۳۱۳ ف م ۱۳۲۲ھ میں سند فضیلت حاصل کی اور ۱۰ محرم ۱۳۳۲ھ م ۶ بہمن ۱۳۲۳ ف میں اس عالم فانی سے رحلت فرمائی -

مولانا حکیم حافظ احمد عبد العلی صاحب جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل طلبہ سے تھے علوم دینیہ میں آپ کو کافی شغف تھا ایک عرصہ تک جامعہ نظامیہ میں خدمت تدریس کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے اور آخر میں اس جامعہ کے پرنسپل ہوتے ہوئے اپنی اعلیٰ قابلیت و دیانتداری کے ساتھ جامعہ نظامیہ کو عروج و کمال کے انتہائی درجہ پر پہنچانے کی بے انتہا کوششیں کیں اور اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے پورا قرآن بھی یاد کر لیا - آخر ۱۲ رجب ۱۳۳۲ھ م ۱۲ امرداد ۱۳۲۳ ف میں وفات پائی -

مولانا محمد مظفر الدین صاحب معلی سن ولادت ۹ ذیقعدہ ۱۲۵۵ھ ہے - وطن تعلقہ احمد پور ضلع بیدر ہے - نسباً صدیقی ہیں - ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے پائی اور حضرت زماں خاں صاحب شہید سے درسیات کی تکمیل فرمائی - سرکار عالی کے سررشتہ ٹپہ میں مددگار ناظم مقرر ہوئے اور سرکاری خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے - تاہم دین و مذہب اور قوم و ملّت کی خدمت کا حق پورے طور پر ادا کرتے رہے - مدرسہ محبوبیہ دائرۃ المعارف اور جامعہ نظامیہ کے معتمد رہے، اور ان قومی اداروں کو نہایت عمدگی سے چلاتے رہے -

سلوک اور تصوف سے بھی طبعی رغبت تھی - شیخ الوقت مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے بیعت کی - تین مرتبہ اپنے شیخ کی معیت میں حج بیت اللہ اور چار دفعہ مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے -

نہایت باخدا خلیق مزاج ذی مروّت علم دوست اور صوم و صلوٰۃ کے پابند شب بیدار بزرگ تھے -

شعر و سخن سے بھی خاصی دلچسپی تھی، عربی، فارسی اور اردو میں آپ کا ذوق رہا ہے -

ریاض معلی کے نام سے آپ کے کلام کا مجموعہ شائع ہوا ہے وفات سے پہلے اپنے وفات پر اس طرح فرمایا:-

اے معلی گرچہ ہوں عصیاں میں غرق — رحمت خالق پہ تکیہ ہے میرا
رحمتی سبقت علی غضبی عیاں — بہر بخشائش وثیقہ ہے میرا
کہ اسی رحمت کی سبقت کے سبب — شافع محشر وسیلہ ہے میرا
رب کریم اور ہیں حبیب اس کے کریم — دو کریموں پہ بھروسہ ہے میرا
جان نکل کر جسم سے کہتی ہے سن — بخشنے والا اب اللہ ہے میرا
۱۳۳۵ھ

پوری زندگی تقویٰ وطہارت میں بسر ہوئی ۲۶ر شوال ۱۳۳۵ھ م ۹ر مہر ۱۳۲۶ف میں انتقال ہوا، رود موسی کے کنارے کتب خانہ آصفیہ کے عقبی حصہ میں دفن ہوئے۔

مولانا حافظ سید شاہ محمد علی صاحب قادری شطاری | خاندان شطاریہ کے رکن رکین عالم باعمل تھے تمام عمر شب بیداری اور عبادت میں بسر کی تحصیل علم کی سند بحر العلوم مولانا محمد عباس علیخاں صاحب سے اور سبعہ قراءت کی سند امام القراء قاری محمد تونسی صاحب سے حاصل فرمائی۔ خدمت خلق آپ کی زندگی کا مقصد وحید تھا معین المسلمین کے نام سے مجلس قرضہ حسنہ قایم فرمائی اور آخر عمر تک نہایت جفاکشی اور دیانت داری سے ابتغاءً لوجہ اللہ اس کو چلاتے رہے۔ ہزارہا مسلمانوں کو لاکھوں کے سود سے بچایا آپ کو حج وزیارت نبویؐ کا شرف بھی حاصل تھا۔ جامعہ نظامیہ کی خدمت انجام دیتے ہوئے ۱۲ر رجب ۱۳۳۶ھ م ۲۰ر خورداد ۱۳۲۷ف میں رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ رحمۃ اللہ علیہ

مولانا وحید الدین عالی | وحید الدین نام عالی تخلص قریشی النسل تھے۔ کوہیر ضلع بیدر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد منشی محمد صاحب پیدائش سے پہلے کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ وہ بازار سے کچھ مچھلیاں لائے ہیں اور ان میں سے ایک مچھلی کے پیٹ سے ایک ہیرا نکلا مولانا عبد اللہ صاحب جو اس زمانہ کے بزرگ تھے خواب کی تعبیر یہ دی تھی کہ منشی صاحب کو ایک لڑکا ہوگا جو علوم عربیہ کا متبحر عالم بنے گا۔ چنانچہ آپ ۲۶ر محرم ۱۲۸۵ھ م بلیت پیدا ہوئے اور خواب کی تعبیر صحیح ہوئی درس نظامیہ کے فارغ تھے متبحر عالم اور خداداد قابلیت کے مالک ہوئے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے حدیث اور مولوی حکیم منصور علی خاں صاحب اور مولوی حکیم احمد سعید صاحب سے طب کی تکمیل کی۔ دائرۃ المعارف کے کتب

حدیث وعلوم قدیمہ کی تصحیح آخر کا کام آخر وقت تک انجام دیتے رہے۔ جامعہ نظامیہ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس۔ اشاعت العلوم۔ کمیٹی انتظام مکہ مسجد۔ دائرۃ المعارف۔ مجلس طبابت سرکار عالی اور انجمن اطبا دار الشخص کے اعزازی رکن تھے اور ان سب خدمات کو نہایت کمال سے انجام دیتے رہے۔ آخر (۶۹) سال کی عمر میں ۱۹ر شعبان ۱۳۴۲ھ م ۲۲ر اردی بہشت ۱۳۳۳ف رحلت کر گئے۔ مرحوم کی تعریف و توصیف میں آقا سید علی شوستری مرحوم نے اس طرح فرمایا تھا۔

للہ در وحید الدین من فطن   مالاح لی مثلہ من ساکن الدکن

وحید الدین جو صاحب ذکاوت شخص ہیں ان کی خوبیاں خدا کی خوبیاں ہیں مجھے ساکنان دکن سے ایسا شخص آج تک نظر نہیں آیا۔

وحید الدین فی الفضلاء وحید   ولیس لقولنا ہذا جحید

وحید الدین فضلا میں وحید تھے   اس ہمارے دعویٰ کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

وحید الدین والدنیا بطبع   ذکاءٌ فیہ تحسدہ ذکاء

دنیا اور دین میں اس کی طبیعت کی وجہ سے یکتا ہے جس کی ذکاوت کی روشنی سے آفتاب کو حسد ہے۔

مولانا سید شاہ صلاح الدین صاحب شطاری | جامعہ نظامیہ کے رکن انتظامی تھے مولانا عباس علی خاں صاحب سے درسیات کی تکمیل کے ساتھ سند حدیث بھی حاصل فرمائی۔ ۶ر صفر ۱۳۵۵ھ م ۳ر تیر ۱۳۴۷ف انتقال فرمایا۔

مولانا سید غوث الدین صاحب قادری | سن ولادت نامعلوم ہے۔ سن رشد کو پہنچے تو جامعہ نظامیہ میں تعلیم کیلئے شریک ہوئے اور ۱۳۲۱ھ میں سند فراغ حاصل کر کے جامعہ میں درس وتدریس کی خدمت کو انجام دیتے رہے اور شیخ الفقہ کی اہم خدمت پر پہنچ گئے۔ جس کی وجہ سے آپ کے علم وفضل کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی اور ہر طرف سے طالبان علم آتے درس میں شریک ہو کر فیضیاب جاتے تھے تصنیف وتالیف سے بھی دلچسپی تھی۔ آپ کی ایک تصنیف مرجع غیب نامی مجلس اشاعت العلوم کی جانب سے شائع ہو چکی ہے جو ملک اور بیرون ملک میں بیحد مقبول ہو چکی ہے

اس کتاب میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جس حد تک علم غیب حاصل تھا اس کو نہایت وضاحت سے مدلل تبلایا ہے ابتک اس فن میں اس سے بہتر کوئی تصنیف شائع نہیں ہوئی۔

۱۴ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ م ۸ ردے ۱۳۳۴ف میں انتقال فرمایا۔

مولانا سید عبدالکریم صاحب | عالم اجل فاضل اکمل تھے۔ افغانستان کے شریف اور معزز خاندان اور سادات سے تھے۔ حضرت العلامہ مولانا شاہ محمدؐ صاحب رامپوری سے سند حدیث حاصل کی۔ علوم عقلیہ پر بہت ہی وسیع نظر تھی اور اس فن میں شان اجتہاد رکھتے تھے عبادت و ریاضت کی کثرت کے سبب رات کو بھی دن کی طرح مشغول رہتے جب حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے آپ کو جامعہ نظامیہ کی صدارت تفویض فرمائی تو آپ نے اس علمی اور مذہبی خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دی۔ نماز فجر سے مغرب تک پورا وقت درس میں صرف ہوتا اور طلبہ کے پیشکردہ ہر مشکل سے مشکل مسائل کو نہایت حسن وخوبی سے حل فرما دیا کرتے تھے۔

طالبان علوم کے سوا وقت کے بہت سے علماء ومشائخ آپ کے ہاں آتے اور دولت علم و عرفان سے مالا مال ہو جاتے تھے درس وتدریس کے سوا افتاء بھی آپ کی زندگی کا دلچسپ مشغلہ تھا روزآنہ بہت سے استفتے ملک اور بیرون ملک کے وصول ہوتے اور اس کے جوابات لکھادئے جاتے تھے۔ پوری زندگی توکل اور سادگی پر گذاری۔ ساری عمر جامعہ نظامیہ سے (ماعسہ) سے زائد نہیں پائی۔ آخر یہ علم وفن کا آفتاب ہمیشہ کیلئے اہل دنیا سے غائب ہو گیا تاریخ وفات ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ م ۱۱ آذر ۱۳۳۴ف ہے۔

سرپرست جامعہ جلالت الملک شمس الملت والدین خلد اللہ ملکہ وسلطنۃ نے بمراحم الطاف خسروانہ مولانا موصوف کے پسماندگان کے نام (صعہ) ماہانہ کی امداد منظور فرمائی۔

مولانا سید احمد صاحب رضوی | یہ جامعہ نظامیہ کے لائق اور قابل فرزند ہیں جنھوں نے عربی ادب میں خاص کمال حاصل کیا تھا۔ خوش اخلاق منکسر المزاج تھے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ م ۸ بہمن ۱۳۳۴ف رحلت کر گئے۔

مولانا ابو المظفر سعید الدین انصاری | قصبہ رامپور ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے باپ کا نام شجاع الدین انصاری تھا نسب کا سلسلہ حضرت ایوب انصاریؓ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم

اپنے والد سے پائی اور درسیات کی تکمیل مولانا عبدالوہاب صاحب بہاری، مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی، مولانا ارشاد حسین صاحب رامپوری اور مولوی حافظ عنایت اللہ صاحب رامپوری سے تکمیل کی۔

خوش خلق تھے اور انکسار و تواضع مزاج کا خمیر تھے۔ دو مرتبہ جامعہ نظامیہ میں خدمت درس کیلئے مامور ہوئے علوم عقلیہ کے استاد تھے مسائل عقلیہ کو نہایت خوبی سے سمجھاتے تھے روزآنہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے اور دلائل الخیرات کا ورد فرمایا کرتے تھے آپ کی محفل میں سوائے تذکار علوم دینیہ کے کسی اور قسم کی کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی۔ شاعرانہ طبیعت کے بھی مالک تھے کبھی کبھی اردو۔ فارسی اور عربی میں کہا کرتے تھے۔ سعید تخلص اور ابوالمظفر کنیت رکھتے تھے۔

۱۶ رجمادی الاول ۱۳۵۶ھ م ۱۰ ربہمن ۱۳۴۷ف میں آپ نے اس عالم فانی سے بعارضہ اسہال کبدی رحلت فرمائی۔

آپ کے پسماندگان میں تین لڑکے ایک لڑکی اور ایک اہلیہ بقید حیات موجود ہیں ان پسماندگان کے نام حضرت اقدس اعلی نے بمراحم الطاف خسروانہ مبلغ (سے) ماہوار مقرر فرمائی ہے۔

مرحوم کے دوسرے فرزند حکیم غفران احمد انصاری جو حکیم انصاری کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ الاعظم۔ طوفان۔ اقبال ہفتہ وار اعظم نیوز سرویس کے ایڈیٹر اور ملکی شفا خانہ یونانی کے مالک ہیں۔ دنیائے صحافت اور طب میں غیر معمولی شہرت و امتیاز کے مالک ہیں۔

مولانا سید عبدالرحمن صاحب قادری رفاعی بغدادیؒ | سنہ ولادت ۱۰ ر شوال ۱۲۸۰ھ اور وطن بغداد ہے

بچپن میں تعلیم و تربیت والد بزرگوار حضرت سید عبدالرحیم صاحب قادری رفاعی کے سایۂ عاطفت میں ہوئی اور خرقۂ خلافت اور اجازت بیعت بھی حاصل فرمائی صاحب علم و فضل اور باعمل ارباب باطن ہوئے۔ اعلیحضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کے عہد میں بتاریخ ۵ رمحرم الحرام ۱۳۱۵ھ حیدرآباد دکن آئے آپ کے تقدس و تورع کی شہرت پھیلی۔ غریب سے امیر تک آپ کے فیض صحبت سے اکتساب کی سعی کی اور جو کوئی آپ کی مجلس میں بیٹھتا اس کا دامن گوہر مقصود سے معمور ہوتا یہی وجہ ہے حضرت غفران مکان علیہ الرحمہ کو آپ سے بڑی عقیدت تھی اور اعلیحضرت شمس الملت والدین وسع اللہ ملکہ وسلطنتہ بھی آپ کی بڑی عظمت و توقیر فرماتے۔ غرض

غرض سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد ایک ہزار ماہوار مقرر فرمائی وہ وصال تک برابر ایصال ہوتی رہی۔

ذکر و اشغال کے ساتھ ترویج علوم دینیہ میں بھی آپ کا انہماک رہا۔ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے حیات تک جامعہ نظامیہ کی خدمت بھی انجام دیتے رہے۔ عبادت و ریاضت کی کثرت کے باعث رات کو بھی دن کی طرح مشغول رہتے۔ اسوہ حسنہ کے حامل اور مجسمہ خلق عظیم تھے۔ انتقال کے وقت قرآن شریف کی تلاوت شروع فرمائی "لقد جاءکم" پڑھنے لگے جیسے ہی "رؤف رحیم" پر پہنچے سربسجود ہوگئے اور معشوق حقیقی سے جا ملے۔ تاریخ وفات ۱۰ر محرم الحرام ۱۳۴۴ھ م ۲۶ر شہریور ۱۳۳۴ف روز شنبہ ہے۔ حسب فرمان خسروی درگاہ حضرت یوسف صاحبؒ و حضرت شریف صاحبؒ علیہ الرحمہ کے قریب مقام مدفون ہوئے بعد میں اس مقام کا نام "خطہ صالحین" رکھا گیا جس کا تاریخی مادہ ۱۳۴۴ھ ہے اس حساب سے آپ کا سن وصال اور تعمیر خطہ صالحین ایک ہی ہے آپ کے آثار باقیات ہیں ایک اہلیہ محترمہ اور تین صاحبزادے اس وقت موجود ہیں[1] رحمہم اللہ تعالیٰ

مولانا محمد رکن الدین صاحب ابتدائی تعلیم والد ماجد سے پڑھی درسیات کی تکمیل جامعہ نظامیہ میں ہوئی۔ آپ جامعہ نظامیہ کے قابل فارغ التحصیل طلبہ سے ہیں حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ سے بھی شرف تلمذ حاصل کیا ہے سند فراغ حاصل کرنے کے بعد جامعہ نظامیہ میں مدرس ہوئے۔ افتاء اور شیخ الجامعہ کی خدمت کو بھی انجام دیئے اور زندگی بھر جامعہ نظامیہ کی خدمت میں مصروف رہے۔

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کو آپ سے غایت درجہ محبت تھی۔ سلوک اور تصوف میں بھی آپ ہی سے فائز المرام ہوئے۔

بڑے متورع اور متقی بزرگ تھے۔ عزم کے پکے تھے۔ کسی اہل دولت یا صاحب حکومت کا رعب آپ کے دل پر مسلط نہیں ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی حضرت فضیلت جنگ نے آپ کو حضرت شہزادگان دکن (حضرت والا شان پرنس ولیعہد بہادر و حضرت والا شان پرنس معظم جاہ بہادر) اطال اللہ عمرہما کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ نے اس خدمت کو نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے

(۱) جناب سید عبدالکریم حسینی صاحب۔ سید محمد عبدالخالق حسینی صاحب اور میاں سید محمد عبدالسلام حسینی صاحب۔

جامعہ نظامیہ کی ایک کارروائی کے سلسلہ میں حضرت اقدس و اعلیٰ کا یہ فرمان شرف صدور لایا کہ:

"اس سے بڑھکر ان کے کیارکٹر کی صداقت کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سردست صاحبزادوں کی مدرسی پر مقرر ہیں ورنہ وہ اس خدمت کے اہل نہ سمجھے جاتے۔" (۱)

غرض آپ نے اپنے عہد میں دین و مذہب اور قوم و ملّت کی خدمت کا حق پورے طور پر ادا کرنے کی سعی کی اور ساتھ ساتھ حج و زیارت نبوی سے بھی مشرف ہوئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند خوش اخلاق منکسر المزاج بزرگ تھے آثار باقیات میں دو صاحبزادے صاحب علم و فضل چھوڑے (۲) ۶ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ م ۱۶ فروری ۱۳۳۸ف اس عالم فانی سے رحلت کر گئے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب محدث آپ اعظم گڈھ کے رہنے والے تھے والد کا نام مولوی محمد پیارے صاحب تھا۔ ابتدائی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی اور حج و زیارت نبوی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا احمد حسین صاحب کانپوری سے مدرسۂ فیض عام کانپور میں درسیات کی تکمیل فرمائی۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی اور شیخ الهند مولانا محمود الحسن صاحب سے حدیث کی سند حاصل کی۔ معلوم ہوا ہے کہ مولانا مفتی محمد عبد اللطیف صاحب سابق صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ، مولانا سید سلیمان ندوی اور مولانا محمد عمر صاحب کبر نوی آپ کے ہم درس تھے۔

حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے عہد میں بلدہ حیدرآباد تشریف لائے جامعہ نظامیہ میں دین و مذہب کی خدمتگزاری کیلئے مامور ہوئے۔ عسرت سے زندگی کو ترجیح دے کر خدمت خلق و خالق میں مصروف رہے، ۲۵ سے ۱۰۰ تک تنخواہ پائی۔

علوم میں قرآن و حدیث فقہ پر پوری دسترس حاصل تھی۔ افہام اور تفہیم میں خاصی مہارت تھی حسن و خوبی کے ساتھ ہر مشکل مسئلہ کو سمجھانے کے سبب طلبہ نہایت آسانی سے سمجھ جاتے تھے۔ ہزارہا تشنگان علم اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے طرز عمل نہایت ہی سنجیدہ اور متین تھا۔ آخر عمر میں درس و تدریس کا سلسلہ ترک فرما دیا تھا ۱۳۵۰ھ م ۱۳۴۰ف میں حج و زیارت نبوی سے مشرف ہوئے اور ہر آن یاد الٰہی میں مشغول رہتے۔ آخر علم و عمل حکمت و معرفت کا یہ

(۱) فرمان مبارک مشرشدہ یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ (۲) مولوی محمد وحید الدین صاحب کامل نظامیہ اور مولوی محمد فصیح الدین صاحب عالم نظامیہ۔

یہ درخشندہ آفتاب ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ م ۱۷ فروردی ۱۳۴۳ف روز پنجشنبہ کو غروب ہوگیا۔ درگاہ حضرت شجاع الدین صاحبؒ کے احاطہ میں آپ کی قبر موجود ہے۔

مولانا حکیم محمود صمدانی صاحب | ۵ ذیقعدہ ۱۲۸۷ھ میں پیدا ہوئے جامعہ نظامیہ میں ابتدائی اور انتہائی تعلیم پائی ۱۳۱۲ف میں سند فضیلت حاصل کی اور علم طب کی تعلیم حکیم احمد سعید امروہی اور حکیم مقصود علی خاں صاحب سے حاصل کی اور سرکاری امتحان میں بدرجہ اول کامیابی حاصل کی۔

نام کی برکت و گھرانے کی عالمانہ فضیلت نے اس ہونہار کی فطری سعادت مندی میں سونے پر سہاگہ کا کام دیا اور نہایت کامیابی کے ساتھ خدمت طبابت کو آخر دم تک انجام دیتے رہے۔

ابتداء میں صدر شفاخانہ یونانی کے مہتمم گودام مقرر ہوئے اور آخر میں افسر الاطباء کی خدمت تک پہنچ گئے نواب حکمت جنگ مرحوم کی علالت میں کامل تین سال تک دواخانہ پیشی مبارک پر بھی مامور رہے۔ نواب لطف الدولہ بہادر کے استاد انجمن اطباء یونانی اور مجلس اشاعۃ العلوم کے معتمد بھی رہ چکے ہیں اور جامعہ نظامیہ کی خدمت نظامت بھی نہایت عمدگی سے انجام دیتے رہے اس طرح پبلک خدمات کی انجام دہی میں خاص امتیاز کے حامل رہے اور خادم قوم کہلائے جانے کے مستحق ہوئے۔

حکیم فیروز الدین صاحب نے لکھا ہے کہ :-

آپ بہت سی کتابوں کے مولف اور مصنف ہیں کتابیں ایسی نہیں جیسی آج کل لکھی جارہی ہیں کہ ادھر ادھر سے رکھایا اور جمع کردیا بلکہ محققانہ ہیں (۱)

آپ کے جملہ تصانیف کی تعداد (۶۵) تبلائی جاتی ہے جس میں طب سے متعلق (۳۵) اور کیمیا[۱] ۔ طبیعات[۲] ۔ قیافہ[۳] ۔ مسئول[۴] ۔ منطق[۵] ۔ مناظرہ[۶] ۔ مرایا[۷] ۔ ہیئت[۸] ۔ تاریخ[۹] ۔ فقہ[۱۰] ۔ حدیث[۱۱] سے متعلق (۲۵) ہے کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

تذکرہ طاعون[۱] ۔ قرابادین بیری[۲] ۔ قارورہ[۳] ۔ الابصار[۴] ۔ البسائط[۵] ۔ اصلاح ادویہ چشم[۶] ۔ اغلاط بصر[۷] ۔ ضعف بصر[۸] ۔ کحل البصر[۹] ۔ آلات غذا[۱۰] ۔ قرابادین عثمانی[۱۱] ۔ اخلاط[۱۲] ۔ جگر[۱۳] ۔ ماء الجبن[۱۴] ۔ سکنجبین[۱۵] ۔ آشوب چشم[۱۶] ۔ العنبیہ[۱۷] ۔ ماء الشعیر[۱۸] ۔ معیار الاطباء[۱۹] ۔ حکایات الاطباء[۲۰] ۔ قرابادین محمودی[۲۱] ۔ قلب[۲۲] ۔ دماغ[۲۳] ۔ براز[۲۴] ۔ الحمیات[۲۵] ۔ جامع مفردات عثمانیہ[۲۶] ۔ تعلیم الاوزان[۲۷] ۔ ایجاد طبی[۲۸] ۔ نقاد الخیل[۲۹] ۔

(۱) رموز الاطباء جلد اول صد ۴۸ مطبوعہ ۱۹۲۸ء

معیار الحدیث[۳۰] ۔ اصول فقہ[۳۱] ۔ معیار الاصول[۳۲] ۔ شرح مسلم[۳۳] ۔ محمود النصائح[۳۴] ۔ الکیمیا[۳۵] ۔ استقصاد[۳۶] ۔
زینت الانسان[۳۷] ۔ شرح علم قیافہ[۳۸] ۔ منطق[۳۹] ۔ ہدایت النظار[۴۰] ۔ احقاق[۴۱]

۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۰ھ م سنہ ۱۳۴۸ف رحلت کر گئے اور احاطہ درگاہ حضرت شجاع الدین رحؒ میں آسودہ ہوئے ۔ مرحوم حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے چشم و چراغ تھے اس طرح آپ کا سلسلہ نسب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر منتہی ہوتا ہے ۔ آپ کے جد اعلی قاضی نظام الدین ملتان سے دہلی اور پھر دولت آباد آئے ۔ آپ کے اجداد بہمنی دولت کے عہد میں ضلع بیڑ میں قضاءت کے عہدے پر مامور رہے اور دولت آصفیہ کے عہد میں بھی یہ خاندان ممتاز اور اعلی خدمات کا حامل رہا ۔

مرحوم کو چشتی قادری ، سہروردی ، اور نقشبندی سلسلوں کے صاحب اجازت اور عالم با عمل تھے حرمین شریفین کی زیارت سے بھی مشرف تھے ۔ نہایت خوش خلق اور منکسر المزاج تھے طلبہ اور حاجتمندوں سے عمدگی سے پیش آتے اور حتی المقدور ان کی مدد کرتے تھے ۔ غرض مرحوم میں بہت سی خوبیاں تھیں جن کا نعم البدل ملنا اس وقت ہمارے لیئے نہایت مشکل ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ

مولانا حکیم ابو الفدا محمود احمد صاحب | مولانا حکیم حاجی شاہ محمد صاحب صدیقی کے صاحبزادے تھے جو کانپور کے ایک موضع کے رہنے والے تھے سن ولادت ۱۷ یا ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۹ھ ہے ۔ آپ کے والد جو ہر شناس تھے اسی کا تقاضا تھا کہ تعلیم و تربیت کسی جو ہر شناس کے سپرد ہو چنانچہ آپ کی تعلیم و تربیت جامعہ نظامیہ کے سپرد ہوئی ۔ مولانا فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی صحبت میں فیوض و برکات سے مستفید ہوئے ۔

جامعہ نظامیہ سے ختم تعلیم کے بعد مدرسہ طبیہ سرکار عالی میں طب یونانی کی تعلیم حاصل کی علاج المرضا میں کمال حاصل کیا ۔ چند روز میں آپ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ جائیے مطب پر ہر وقت ہندو مسلمان مردوں اور عورتوں کا کثیر ہجوم رہنے لگا ۔

مرحوم جامعہ نظامیہ کے بہترین اور قابل فرزندوں سے تھے حضرت بانی علیہ الرحمہ کے عہد میں مدرسہ میں ملازم ہوئے اور مدرسہ کی خدمت کو نہایت مستعدی اور خاصی قابلیت سے انجام دیتے رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا فضیلت جنگ کو آپ سے بیحد محبت ہو گئی اور آپ کے

مشوروں اور مفید تحریکات کو وقعت دیگئی۔

آپ اپنے عہد میں جامعہ نظامیہ کی تعلیمات میں انقلاب پیدا کرنے کی سعی کی مولانا علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد ۱۳۲۹ھ میں جامعہ نظامیہ کی خدمت مہتمی (پرنسپل) پر پہنچ گئے ۱۳۴۳ھ تک اس خدمت کو نہایت عمدگی اور اعلیٰ قابلیت سے انجام دیتے رہے آپ کے مبارک اور مسعود دور میں جامعہ نظامیہ کیلئے ایک دستور مرتب اور منظور ہوا، اور جب آپ کا تعلق جامعۂ نظامیہ سے علیحدہ ہوگیا تو اس تاریخ سے جامعہ کی شہرت تعلیمی و علمی میں فرق نمایاں ہونے لگا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

جامعۂ نظامیہ کی خدمت سے کنارہ کشی کے بعد حکیم صاحب موصوف نے اپنا پورا وقت طب یونانی کی خدمت پر صرف کیا۔ معالجات اور تشخیص میں وہ نمایاں خصوصیت پیدا کرلی کہ حیدرآباد میں اس وقت آپ کا کوئی مثل نہیں تھا۔ آپ انجمن اطبا یونانی اور احیاء المعارف النعمانیہ کے معتمد اور انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ کے صدر تھے اور طبی بورڈ کے بھی روح رواں تھے ۱۳۵۳ھ میں حج و زیارت نبوی سے مشرف ہوئے شگفتہ مزاج اور تکلف سے بری تھے۔ چھوٹے اور بڑوں سے علی قدر مراتب شفقت اور محبت سے گفتگو فرماتے تھے۔

احباب کا حلقہ وسیع تھا مزاج میں تقدس مابی اور جلوہ نمائی نہ تھی انکسار و تواضع مزاج کا خمیر تھا۔ سیر چشم، فیاض اور خوش اخلاق تھے صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے پانچ چھ ماہ تک ذیابطیس میں مبتلا رہے۔ صحت بھی ہوئی۔ عید کی نماز عیدگاہ میں ادا فرمائی پھر بیمار ہوئے۔ آخر ۹ ذی الحجہ ۱۳۵۷ھ م ۲۸ اسفندار ۱۳۴۸ف روز سہ شنبہ بوقت ۴ بج کر ۲ منٹ صبح رحلت فرمائی[1]۔ آپ کے انتقال پر اطبا اور نظامیئین کیجانب سے تعزیتی اور ختم قرآن کے جلسے ہوئے جس میں مرحوم کے خدمات تعلیمی اور طبی کا اعتراف کیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ مرحوم ملک کے روشن چراغ تھے جو افسوس ہے کہ ہمیشہ کیلئے بجھ گیا۔ مرحوم کے پسماندگان میں مرحوم کی بیوی اور مرحوم کے بھائی ابو صالح مولوی حکیم ریاض الدین صاحب استاذ ریاضی جامعہ نظامیہ ہیں جن کو مرحوم نے اپنے زمانہ میں طب کی تعلیم دی جو آج خدمت طب کو انجام دیرہے ہیں۔ (۲)

(۱) مسلم جنگ کے قریب قبرستان میں مدفون ہوئے کسی نے مادۂ تاریخ وفات المغفور (۱۳۵۷ھ) کہا ہے جو قبر پر کندہ ہے۔

(۲) از مجلہ نظامیہ جلد ۳ ص ۱۲۳ و ۱۲۸

مولوی محمد مبشر الدین صاحب | یہ جامعہ نظامیہ کے قدیم طالبعلم تھے۔ سال ۱۳۲۱ھ میں سند حاصل کی فارسی میں کمال حاصل تھا۔ ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں استاذ فارسی کی خدمت پر مامور ہوئے۔ سرکار عالی کے امتحان وکالت میں بھی کامیاب تھے چند عرصہ تک اس خدمت کو بھی عمدگی سے انجام دیا خوش خلق متین اور ہمدرد تھے طلبہ سے وقار اور عظمت سے ملتے اور ان کی تعلیم کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ ۱۱ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ م ۲۹ ربیع ۱۳۳۲ف میں وفات پائی۔

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب ہزاروی | یہ جامعہ نظامیہ کے فارغ التحصیل تھے ختم تعلیم کے بعد جامعہ میں مدرس فقہ پر مامور ہوئے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند اور شب بیدار تھے للہیت کے آثار چہرے پر ظاہر تھے۔ ۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ م ۲۱ر مہر ۱۳۳۰ف میں وفات پائی۔

ان اہل علم بزرگوں کے سوا نظامئین کے بہت سے علماء کے نام اور بھی ہیں مثلاً مولوی ولی الدین صاحب مہتمم اشاعۃ العلوم مولوی محمد فتح الدین صاحب مولوی سید ابراہیم صاحب استاذ حضرت صلابت جاہ مرحوم۔ مولوی سید صبغۃ اللہ صاحب استاذ حدیث جامعہ عثمانیہ ہیں۔ لیکن افسوس کہ ان کے اسماء اور ان کی زندگی کی تفصیلات سے ہم بالکل ناواقف ہیں۔

بشارت نبویؐ | بتاریخ ۲۲ر ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ جامعہ نظامیہ میں تقسیم اسناد کا جلسہ مقرر کیا گیا تھا جس میں بلدہ حیدرآباد کے مشاہیر مشائخین و علماء اور امراء شریک تھے مولانا عبد الصمد صاحب قندھاری نے اپنے دست مبارک سے سندیں تقسیم فرمائیں اور مولانا رکن الدین صاحب نے فضیلت علم پر تقریر کی اور مولانا عبد الحق صاحب مصنف تفسیر حقانی نے تعلیم علوم دینیہ کی اہمیت اور ضرورت پر ایک عالمانہ تقریر فرمائی اسی شب میں حضرت مولانا مولوی شرف الدین احمد صاحب رودلوی نے خواب دیکھا کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو آج تشریف لائے اور سندیں جو اس جلسہ میں عطا ہوئیں ان کو دستخط خاص سے مزین فرمانے کے لئے طلب فرما رہے ہیں۔ چنانچہ منتظم صاحب مدرسہ (۸) سندیں لیکر حاضر خدمت ہوئے یہ بشارت فقط انھیں صاحبوں کیلئے نہیں ہے جن کو سندیں عطا ہوئی ہیں بلکہ تمام معاونین مدرسہ کو بھی بڑی خوشخبری ہے کہ

ان حضرات کی سعی مقبول بارگاہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہے (۱)

جامعہ نظامیہ کی تعلیم اور اس کے فوائد کا یہ وہ خاکہ تھا جو ایک اسلامی اور قومی جامعہ کے شایان شان تھا۔ جامعہ نظامیہ نے حتی الامکان مسلمانوں کو اسلام پر رکھنے کی کوششیں کیں تاکہ مسلمان قرآن و حدیث کے سمجھنے کے قابل ہو جائیں۔ اس کے فیض یافتہ اصحاب نہ صرف دکن میں پھیلے بلکہ ہندوستان کے علاوہ تمام عالم اسلامی میں علم مذہب کی خدمتگذاری میں مصروف عمل ہیں۔

جس طرح جامعہ نظامیہ نے مسلمانوں کو دین سے آگاہ کرنے کی سعی کی اسی طرح اس نے دینوی ضروریات کا بھی اپنے ہاں انتظام رکھا تاکہ یہاں کے تعلیم یافتہ اصحاب صرف مسجد کے ملّا نہ بنے رہیں بلکہ ضرورت پر مساجد کی امامت، قوم کی خطابت، عدالتوں کی قضاءت، غرض دنیا کے ہر شعبے میں اس کے تلامذہ حصہ لے سکیں اور دین و دنیا کا کوئی دروازہ ان پر بند نہ ہو۔ اس غرض کے تحت دینیات کے نصاب کے ساتھ ادب، تاریخ، فلسفہ، ریاضی، اور علم ہندسہ کے مضامین بھی خاص طور پر شریک ہیں اسلیئے ہمارا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ جامعہ نظامیہ کا نصاب تعلیم اور اس کے طریقے تعلیم و انتظامات کی کوئی نظیر آج ہندوستان کے کسی عربی مدرسہ میں نہیں مل سکتی۔

حضرت بانی علیہ الرحمہ کے مبارک عہد میں یہ نظم بھی رکھا گیا تھا کہ اگر حکومت کے افراد طلبہ جامعہ کے لئے دنیا کے اور راستے بند کر دیں تو ایسی صورت میں طلبہ جامعہ اکل حلال سے مایوس نہ ہونے کیلئے دستکاری کی تعلیم کا انتظام تھا تاکہ باعزت طریقوں سے رزق حاصل کیا جاسکے اور ایسی روزی حاصل کرنے میں بڑے سرمایہ کی حاجت بھی نہ ہو چنانچہ اس عہد میں نجاری اور پارچہ بافی کی تعلیم کا نظم کیا گیا تھا۔ مگر یہ محمود طریقہ حضرت بانی علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد فوراً ملتوی کر دیا گیا۔ اگر اب بھی جامعہ میں ضروری دستکاری کی

(۱) اس مبارک جلسہ میں حسب ذیل اصحاب صاحب سند قرار پائے (۱) مولانا حکیم ابوالخیر محمدؒ پیر صاحب طبیب شاہی (۲) مولانا مفتی محمد رکن الدین صاحبؒ استاذ والاشان حضرت ولیعہد بہادر (۳) مولانا غوث الدین صاحبؒ فقیہ جامعہ نظامیہ (۴) مولوی محمد بشیر الدین صاحبؒ (۵) مولانا محمد قاسم صاحب شیخ المنطق والفلسفہ جامعہ نظامیہ

بقیہ ملاحظہ ہو حاشیہ صفحہ (۵۸)

تعلیم کا نظم ہو جائے تو یقین ہے کہ طلبہ خالص دماغی کام کے ذریعہ ہی سے روزی کمانے پر مجبور نہ ہونگے بلکہ جسمانی محنت سے بھی روزی کمانے کے قابل ہو سکیں گے اور ضرورت کے وقت اہل قلم سے اہل سیف کی بھی قابلیت اپنے میں رکھیں گے۔

خلاصہ یہ کہ جامعہ نظامیہ اس وقت اپنے مقاصد میں کامیاب و بامراد رہے گا جبکہ قوم اس کا تعاون کرے اور اس کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کا عہد کرے یقین ہے کہ اسی جامعہ کے ذریعہ حیدرآباد کو آزادی اور حریت میں وہ مرتبہ ملے گا جس کا وہ مستحق ہے۔

ایک نظم | جامعہ نظامیہ کے خدمات سے متعلق یوم تاسیس کی تقریب کے موقع پر ملک کے قابل شاعر مولانا میر اشرف علی صاحب اشرف کامل (نظامیہ) مفتی محکمہ صدارت العالیہ سرکار عالی نے فی البدیہہ اپنے خیالات کو منظوم فرمایا ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج ذیل کیجاتی ہے۔

عزیزو بھائیو اے مدرسہ کے طالبعلمو — کہ تم کیا چیز ہو اس چیز کو سوچو ذرا سمجھو
ترقی دین و دنیا میں خدائے پاک دے تم کو — بزرگوں کی طرح فیضان عرفاں سے پھلو پھولو

سبب ہر چیز کے ہو باعث ہر کامرانی ہو
حقیقت یہ کہ پچھلے حق پرستوں کی نشانی ہو

قدم کی شان خود تصویر امکاں ہو کے رہتی ہے — بہار آتی ہے تو بلبل غزل خواں ہو کے رہتی ہے
کبھی وہ دن بھی آتا ہے نہیں ہاں ہو کے رہتی ہے — خدا کی شان بندوں سے نمایاں ہو کے رہتی ہے

طلب کے راستہ میں جس کو حاصل استقامت ہے
یہ راز کامیابی فرق عادت ہے کرامت ہے

کہاں وہ زہد و تقویٰ کہاں وہ شان و شوکت — کہاں ہے وہ نوازش وہ کرم وہ جاہ وجاہت
جہاں پائی کسی انسان کی انسان پر شفقت — نگاہوں میں لگی پھرنے فضیلت جنگؒ کی صورت

---

(۶) مولانا غلام محبوب صاحبؒ (۷) مولوی شیخ محمد صاحبؒ
(۸) مولوی محمد ولی الدین صاحبؒ۔ مہتمم مجلس اشاعۃ العلوم
(۲) از کارروائی مدرسہ نظامیہ بابتہ ۱۳۱۳؁ ف صـ ۵

در و دیوار پر ابتک وہی انوار باقی ہے
اثر والے مقدس شخص کے آثار باقی ہے

ادا اس جا کیا ہے طالبعلمی کا حق ہم نے / یہیں سمجھے زمینوں آسماں کے طبق ہم نے
کئے ہیں حل یہیں سارے مضامین دق ہم نے / ابھی تک یاد ہیں حاصل کئے تھے جو سبق ہم نے

نمایاں کامیابی سے جو بندے تن کے نکلے ہیں
حقیقت ان کی اتنی ہے یہیں بن کے نکلے ہیں

یہ جادہ ہے جہاں قرآں کی تفسیر ہوتی ہے / رسول پاک ﷺ کے ہر حکم کی توقیر ہوتی ہے
سنن کی پیروی بدعات کی تحقیر ہوتی ہے / یہاں اصلاح کی ہر ممکنہ تدبیر ہوتی ہے

بجا ہے گر کہوں اللہ کی رحمت برستی ہے
نظامیہ میں دینی طالبعلموں کی بستی ہے

بظاہر لاکھ محنت ہے مصیبت ہے مشقت ہے / مگر تصویر کا رخ دوسرا یہ ہے کہ عزت ہے
انہی کمزور بندوں میں خدائی شان و شوکت ہے / یہاں کا بچہ بچہ حامل بار امانت ہے

بحمد اللہ سینوں میں ابھی قرآن باقی ہے
اسی گھر سے دکن کی عالمانہ شان باقی ہے

جو خود کو پیرو سردار دو عالم ﷺ بتاتے ہیں / بگڑ جاتے ہیں تو بگڑی ہوئی قسمت بناتے ہیں
مسلم ہے علوم دین سے جو لو لگاتے ہیں / تو ان کے پاؤں کے نیچے فرشتے پر بچھاتے ہیں

یہاں سب کچھ اسے ملتا ہے جو خود کو بھلاتا ہے
یہیں گم ہونیوالا دولت دارین پاتا ہے

خدائے پاک پھر اشرف وہی شفقت کے دن لائے / عجب کیا ہے پھر وہی پچھلا زمانہ عود کر آئے
ہمارے صدر بن کر آج مرزا یار جنگ آئے / مبارک ہو کہ پہلے کی طرح پھر صدر ہم پائے

صدارت پھر وہی ہے مذہبی صدر الہامی کی
فضیلت ہے فضیلت جنگ رح کی قایم مقامی کی

یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کا تیسرا سالانہ جلاس

جامعہ نظامیہ کی تقریب تاسیس کا تیسرا اجلاس رفعت مآب مولوی سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی کی صدارت میں بتاریخ ۱۰ ربیع المنور ۱۳۵۹ھ م ۱۵ خورداد ۱۳۴۹ف روز جمعہ جامعہ نظامیہ میں منعقد ہوا۔

ملک کے علماء و مشائخین، امراء جاگیردار، معززین غرض ہر طبقے کے کثیر افراد جمع تھے۔

صدر انجمن کی تعارفی تقریر مولوی حافظ سید حسن شاہ صاحب کامل (نظامیہ) کی قرات سے جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور مولوی سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے فضیلت مآب مولوی سید عبد العزیز صاحب کی تشریف فرمائی پر خیر مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ

مولوی سید عبد العزیز صاحب کے قومی اور مذہبی خدمات ہندوستان میں قابل ستائش رہی ہیں اور یقین ہے کہ ہمارے ملک میں اس سے زیادہ رہینگی سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا

طالبان علم کا مقصد کسب دنیا ہوتا ہے یا نفسانی اور روحانی ترقی جامعہ نظامیہ اور اس کے طلبہ کا مقصد صرف روحانی ترقی ہے کیونکہ وہ علم کو علم کیلئے حاصل کرتے ہیں آخر میں نظامئین کی طرف سے بہترین توقعات کی امید کا اظہار کرتے ہوئے صدارت جلسہ کی خواہش فرمائی۔

تقریر آنریبل سید عبد العزیز صاحب آنریبل سید عبد العزیز صاحب صدر المہام عدالت و مذہبی نے ایک جامع تقریر فرمائی اور اس امر کو ظاہر فرمایا کہ مولانا سید شیخن احمد صاحب شطاری صدر انجمن نے مجھ سے جن توقعات کا اظہار فرمایا فی الحقیقت میرا ارادہ بھی یہی ہے کہ میں اس اسلامی سلطنت میں علم و مذہب کی خدمت انجام دیسکوں جامعہ نظامیہ کے حالات سے ابھی ابھی واقف ہوا ہوں ایک ایسے ادارے میں جہاں علماء کرام موجود ہوں اس جلسہ کی صدارت مجھ کو سپرد کیگئی ہے جس کے لیئے میں آپ سب کا شکر گزار ہوں۔

عربی زبان کی جامعیت کے متعلق اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ ایک

زندہ اور مکمل اور کئی ممالک میں مسلمانوں کی مادری زبان ہے ایشیا اور افریقہ کے بڑے حصوں میں یہ زبان بطور روزمرہ کے بولی جاتی ہے اس زبان میں اچھے اچھے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں اور تصانیف وتالیف کا سلسلہ نہایت کثرت سے ابتک برابر جاری ہے۔

عربی زبان دنیا کی کلاسیکل زبانوں میں ایک ممتاز مرتبہ رکھتی ہے مسلمانوں کا اس زبان سے مذہبی قومی اور ادبی تعلق ہے اور مسلمان اس زبان سے تعلق رکھے بغیر کسی ملک میں ایک عرصہ تک باوقار و صحیح اسلامی زندگی بسر نہیں کرسکتے۔ جس آئین و دستور سے ان کا وجود وابستہ ہے اس کے حقیقی سرچشمے اس کے اندر پائے جاتے ہیں جہاں یہ مادری زبان نہیں ہے وہاں اور ہندوستان میں مسلمانوں نے اس زبان کے ساتھ اپنے تعلقات کو درسگاہوں کے ذریعہ قایم اور زندہ رکھا ہے جس کی مایۂ ناز یادگار جامعہ نظامیہ ہے جس کی یوم تاسیس کی تقریب میں آج ہم سب لوگ یہاں شریک ہیں یہ وہ قدیم درسگاہ ہے جو ایک عرصہ سے مذہبی و علمی خدمت انجام دے رہی ہے کس طرح مقدس بانیان کی مساعی جمیلہ کی بدولت یہ درسگاہ مختصر آغاز سے ترقی کرکے رفعت و بلندی پر پہنچی اور پھر اس میں انحطاط کی سی کیفیت پیدا ہوئی لیکن حضرت جلالت الملک سلطان العلوم شمس الملت والدین کی معارف پروری اور ہمہ گیر فیاضانہ سرپرستی جو اس جامعہ پر خصوصیت سے مبذول رہی، توقع ہے کہ اس جامعہ کو علم و مذہب کی خدمتگزاری کا پہلے سے زیادہ موقع ملیگا اور سارے عالم اسلامی کو اس کا فیض جیسا پہلے پہنچا تھا پہنچتا رہے گا۔ (۱)

آخر میں عربی تعلیم کے موجودہ نصاب تعلیم پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ ابتداً جو نصاب تعلیم مقرر کیا گیا تھا اس کے دو حصے تھے ایک مذہبی تعلیم دوسرا دنیوی علوم کی تعلیم اول الذکر کے متعلق فرمایا کہ اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہیں بلکہ اس کو مستحکم کردینا چاہیئے لیکن دوسرے جزو کے متعلق کہا کہ اس وقت کی ضروریات کے پیش نظر یہ نصاب مقرر کیا گیا تھا اب حالات بدل گئے ہیں ضروریات حاضرہ کے مدنظر نصاب کے دوسرے جزو میں اصلاح و ترمیم کی سخت ضرورت ہے کیونکہ اسلام میں دین اور دنیا دو علیحدہ چیز نہیں ہیں اچھے طریقہ سے جو کام کیا جاتا ہے وہ دین ہے اور غلط طریقے سے استعمال کرنے کا نام دنیا ہے۔

(۱) از اخبار رہبر دکن ۱۱ ربیع المنور ۱۳۵۸ھ م ۱۶ ارخورداد ۱۳۴۹ف

ہر زمانے میں نصاب نظامیہ کے تعلیم یافتہ اصحاب نے دین و دنیا دونوں کی خدمت عمدگی سے انجام دی ہے، قاضی ہوئے۔ مفتی بنے۔ یہاں تک کہ ملک پر حکومت کی اور وقت پر سپاہی کا کام بھی انجام دیا۔ غرض دین کا عالم دنیا سے کسی طرح کورا نہیں رہ سکتا۔ اسی نظریہ کے تحت میرا ارادہ ہے کہ جامعہ نظامیہ کے نصاب کے دوسرے حصہ میں مناسب ترمیم کریں سلسلہ تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ حیدرآباد ایک اسلامی سلطنت ہے اس کا فرمانروا نہایت ہی فیاض اور معارف نواز ہے۔ ایسے زرین عہد میں جامعہ نظامیہ کو ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنا چاہیئے تاکہ اس کی شعل ہدایت سے تمام ہند روشن اور منور ہو سکے (۱)

مقاصد یوم تاسیس مولوی ابوالخیر صاحب کنج نشین معتمد انجمن طلبہ قدیم جامعہ نظامیہ نے یوم تاسیس جامعہ نظامیہ کے اغراض و مقاصد کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔

جناب صدر علماء کرام اور برادران عزیز!

آج ہم جامعہ نظامیہ کی (۶۷) ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ کسی ادارے کے لئے (۶۶) سال ختم کرکے (۶۷) ویں سال میں قدم رکھنا کسی بھی ملک میں مسرت کا باعث ہو سکتا ہے لیکن دکن کی ہماری اس دینی تعلیم گاہ کے مختصر حالات عرض کرنے پر آج کی تقریب کی اہمیت مزید وضاحت کے ساتھ ذہن میں آسکتی ہے۔

حضرت حافظ مولانا محمد انوار اللہ خاں نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کے سپرد خانوادہ آصفی کی تین پشتوں کی تعلیم رہی ہے۔ ۱۹ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۲ھ سے جامعہ نظامیہ قائم ہے اور ابتداء سے حضرت استاذ السلاطین اس کی روح رواں رہے ہیں۔ حج کے بعد سنہ ۱۳۰۱ھ میں آپ مدینہ منورہ میں مقیم تھے اور ہمشیرہ اور اکلوتے فرزند کی وفات کے باعث دنیا سے کنارا کش ہو کر دیار حبیب ﷺ میں مستقل توطن کا آپ نے ارادہ فرما لیا تھا لیکن بزرگان دین کے طریقے پر آپ نے استخارہ فرمایا تو آپ کو حیدرآباد واپس ہونے کی ہدایت دی گئی اور ایک چراغ بھی عطا ہوا۔ ایک مزید روایت میں یہ تفصیل ہے کہ ایک بچہ آپ کے سامنے کتاب کھولے بیٹھا ہے اور حضرت فضیلت جنگ کو ان کے والد ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس بچہ کو پڑھاؤ۔ تعمیل حکم میں آپ حیدرآباد تشریف لائے اور پہلے سے زیادہ توجہ جامعہ نظامیہ پر کرنے لگے۔ واپسی وطن کے بعد ہی شہزادہ ولیعہد بہادر یعنی ہمارے موجودہ حکمران جلالت مآب آصف سابع

(۱) اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۲ امرداد ۱۳۵۹ف

کی تعلیم آپ کے سپرد ہوئی جو اگرچہ بذات خود جامعہ نظامیہ میں نہیں آتے تھے لیکن نظامتین کو فخر ہے کہ ان کے ملک کا بادشاہ بھی انہیں کا استاد بھائی ہے متعنا اللہ بطول حیاتہ وضاعف مقدار جمیلہ وحسناتہ۔

ایک اور واقعہ جامعہ نظامیہ کی روئداد بابت ۱۳۱۲ھ میں درج ہے کہ جامعہ ہذا کے استاذ حضرت مولانا شرف الدین رودولوی نے خواب میں دیکھا کہ جامعہ نظامیہ کا جلسہ تقسیم اسناد ہونے والا ہے اور حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فارغین نظامیہ کی سندوں کو طلب فرمارہے ہیں تاکہ اپنی دستخط سے انھیں مزین فرمائیں۔کیوں نہ ہو جو جامعہ اہل السنت والجماعت کے طریقہ پر علوم دینیہ کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرتی ہو اور علوم قرآن وفنون حدیث کی خدمت اس کا منشاء ہو، اس جامعہ کے امیر اور چانسلر کے عہدے کو سرور کائنات کی ذات مبارکہ سے عزت حاصل ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی نعمائہ۔

گذشتہ ساٹھ ستر سال میں ہماری اس دینی جامعہ سے ہزارہا فضلاء اقطاع عالم میں پھیل چکے ہیں۔ہندوستان ہی نہیں عرب وترکستان کے تک بیسیوں طلبہ یہاں آتے رہے ہیں اور حضرت انوار اللہ خاں کی شمع عرفان سے کسب نور کرکے اپنے ملکوں میں روشن کرتے رہے ہیں۔

درس نظامیہ کی مقبولیت کے باعث ہندوستان کے دینی مدارس میں عموماً اس کے مطابق تعلیم ہوتی ہے ہماری درس گاہ میں بھی کافی حد تک اس کا لحاظ ہے لیکن ایک تو تعلیمی باقاعدگی کے لئے یہاں درجہ بندی مکمل کیگئی ہے اور جماعتہائے مولوی وعالم وفاضل وکامل کسی نئی وضع کی مغربی جامعہ سے اس کو کسی بات میں کم نہیں رکھتیں تو دوسری طرف بعض علوم جدیدہ مثلاً جغرافیہ، تاریخ، ریاضی وغیرہ بھی شامل نصاب ہیں اور تاریخ اسلام کا تو کامل تک ایک شعبہ قایم ہے اس سے انکار نہیں کہ ابھی اس میں ترقی کی گنجائش ہے اور فن تالیف کی مشق جس طرح تحقیقات علمیہ کی جماعتوں میں کرائی جاتی اور ڈاکٹر کی ڈگری دیجاتی ہے۔اسی طرح ہمارے ہاں بھی اعلیٰ اساتذہ کی نگرانی میں حکیم التفسیر، حکیم الحدیث۔حکیم الفقہ وغیرہ کے سند میں کسی اچھے مقالے کے پیش کرنے پر دیجا سکتی ہیں۔یوں بھی ضروریات زمانہ کا ساتھ

دینے اور تبلیغ دین کے لئے ہماری جامعہ میں السنہ ملکی، تلنگی، مرہٹی وغیرہ کی تعلیم کا تصفیہ ہوا تھا جس کی عمل کی ضرورت ہے لیکن اس قدر یاد دلانا بہر حال ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آج چوطرف تخصص پر زور دیا جارہا ہے تو خالص علوم دینیہ میں تخصص کی بھی ملک میں سہولت رہنی چاہیئے۔ ہمارے ملک میں خالص انگریزی تعلیم کے لئے سینیر کیمبرج کے مدارس ہیں۔ مدراس یونیورسٹی کی شاخ نظام کالج بھی ہے جو برطانوی ہند کے مروجہ نصاب کی تعلیم کے لئے قایم ہے۔ جامعہ عثمانیہ بھی ہے جہاں شعبہ جات فنون وسائنس میں اردو نصاب کے ساتھ دینیات لازم کی تعلیم کا بندوبست ہے اور شعبہ دینیات میں پی یچ ۔ ڈی ۔ تک تفسیر حدیث، فقہ اور کلام کی تعلیم کا انتظام ہے لیکن ان طلباء دینیات کا خاصا وقت انگریزی ادب اور عربی نثر ونظم کے پڑھنے میں بھی صرف ہوتا ہے۔ جب ملک میں اتنی قسم کی تعلیم کا انتظام ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک خالص دینی تعلیم کا ادارہ نہ ہو۔ ایک ادارہ دوسرے کے کام میں حارج نہیں اور نہ رقیب۔ مدارس فوقانیہ عثمانیہ کی موجودگی میں سینٹ جارج گرمر اسکول جب خالی نہیں ہوگیا بلکہ دونوں جگہ طلباء روز افزوں ہی ہیں تو پھر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ اور ہماری درس گاہ جامعہ نظامیہ کے ساتھ ساتھ ملک میں رہنے میں نہ صرف یہ کہ کوئی حرج نہیں ہے بلکہ ضرورت ہے کہ یہ ہمیشہ باقی رکھے جائیں اور ہر قسم کے مذاق کی تکمیل کا سامان ہو، اور ہمارے طلباء کو باہر جانے کی ضرورت نہ رہے۔

بے شبہ وقتاً فوقتاً نصاب میں نظر ثانی ہوسکتی ہے کتب نصاب بدلے جاسکتے ہیں ترجمہ و تقریر کے لئے اوقات نکالے جاسکتے ہیں۔ فنون مدافعت کی مکمل تعلیم جملہ طلباء کیلئے لازمی قرار دیجاسکتی ہے شوق دلانے کے لیئے دیگر اداروں کے طلبہ سے مسابقتی مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں لیکن بہر حال جامعہ نظامیہ کو خالص دینی تعلیم کا انتظام کرکے باقی ہر چیز سے آئندہ بھی بے تعلق رہنا چاہیئے اس کے نتائج کچھ برے نہیں رہے۔ آج ہمارے ایک قدیم تعلیمیافتہ عدالت العالیہ کے ممتاز جج ہیں۔ آج ہمارے ایک قدیم تعلیم یافتہ کو توالی بلدہ کی ذمہ دار اور نازک خدمت کو عمدگی سے بجالارہے ہیں۔ آج ہمارے ایک قدیم طالبعلم جامعہ عثمانیہ میں شعبہ عربی کے صدر اور ایک اسی شعبے کے ریڈر ہیں۔ اور آج ہمارے ایک قدیم طالبعلم قانون بین الممالک

(انٹرنیشنل لا) کے جامعہ عثمانیہ میں استاذ ہیں۔ غیر سرکاری زندگی میں ملک کے سب سے بڑے واعظ اور واقف زمانہ مشائخ بھی ہمارے ہی تعلیم یافتہ ہیں۔ ملک کے بیسیوں مشہور وکلاء بھی اسی چار دیواری کے فیض یافتہ ہیں اور ہر شخص اپنی صلاحیت کے مطابق کسب فیض کرتا ہے۔

غرض یہ وہ مختصر حالات ہیں جو ہماری مادر علمی کے سلسلہ میں بیان کرنے تھے۔ اس کا یوم تاسیس ابھی صرف چار سال سے منایا جانے لگا ہے پیوستہ سال صدر المہام امور مذہبی نواب مرزا یار جنگ نے اس اجتماع کی صدارت فرمائی تو گزشتہ سال صدر المہام تعلیمات نواب مہدی یار جنگ یہاں رونق افروز تھے آج ہم خوش قسمت ہیں کہ حضرت بانی نظامیہ نواب فضیلت جنگ صدر الصدور و معین المہام امور مذہبی کے جانشین یہاں تشریف فرما ہیں اور بانی جامعہ اپنی مرقد مبارک سے دعاؤں کے ساتھ ان کا استقبال کر رہے ہیں۔

اس یوم تاسیس کا آغاز ہماری انجمن طلبہ قدیم نظامیہ کی تحریک پر ہوا، اور اس کے پہلے اجلاس میں صدر المہام فنیانس نواب فخر یار جنگ بہادر نے ہماری انجمن کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:—

"جامعہ نظامیہ کی قدیم طلبہ کی انجمن نے جس کام کو سنبھالنے کا بیڑا اُٹھایا ہے وہ مبارک ہے، وہ نہ صرف حضرت فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین آرزوؤں کو پورا کرنا چاہتی ہے بلکہ امت مرحومہ کی اصلاح بھی اس کے پیش نظر ہے۔ میں مجلس انتظامی مدرسہ کی جانب سے انجمن کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انجمن نے ہر وقت مادر علمی کی اصلاحی امور میں اپنے مفید مشوروں سے ہمیشہ فائدہ پہنچاتی رہی"

یہ بہت حوصلہ افزا رائے ہے جو ہماری کوششیں جامعہ نظامیہ کی ترقی و فلاح سے متعلق رہی ہیں۔

حضرات! ہم فرزندان جامعہ کا یہ کہنا اور یقین دلانا شاید ہی ضروری ہو کہ ہم پورے خلوص کے ساتھ ہماری مادر جامعہ کے ارباب انتظام کے ساتھ تعاون کرتے رہیں گے اور ہم دونوں کا اشتراک عمل اپنے مشترکہ مقصد [illegible] جامعہ نظامیہ کے لئے چشم بددور دیرگاہ جاری اور نتائج حسنہ کا باعث رہے گا۔ ان امور کا اظہار باعث مسرت ہوگا کہ

ہماری انجمن کی اب تک (١٤) مقامات پر شاخیں قایم ہو چکی ہیں اور کثیر نظامیہ برادری اپنی انجمن کے ذریعے آج جناب والا کو خوش آمدید کہتی ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ خدا اعلیٰحضرت سلطان العلوم جلالت مآب شمس الملت والدین آصف سابع کو دیرگاہ خدمت دین و ملت کے لئے سلامت باکرامت رکھے اور آپکے اقبال میں ترقی اور آپکی سلطنت کی عمر میں اضافہ ہو، اور ملک میں سنت نبوی کا بول بالا ہو۔ آمین یا رب العالمین۔

نصاب نظامیہ کی اہمیت اور اس کی مقبولیت علامہ مفتی سید محمود صاحب کی تقریر

علامہ مفتی سید محمود صاحب سابق ناظم کلیہ جامعہ نظامیہ نے مذہبی تعلیم اور اس کی اصلی غرض و غایت پر ایک تفصیلی تقریر فرمائی دوران تقریر آپ نے اس امر کو واضح فرمایا کہ اب بھی بعض مسلمان ایسے موجود ہیں جن کو علوم اسلامیہ کی تعلیم اور علماء سے کمال درجہ کی نفرت ہے ان کا خیال ہے کہ دین کی ترقی میں دنیا کا تنزل اور دینی اعتقادات مانع ترقی قوم ہیں حالانکہ یہ نظریہ کسی طرح صحیح نہیں۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ مسلمانوں کو دنیوی ترقیاں اس وقت تک حاصل ہوتی رہیں جب تک اون کے دینی عقائد میں پختگی رہی اور جب مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں ضعف آتا گیا ان میں تنزل اور انحطاط کا دور شروع ہوا جس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر دین کا مدار اس کے علوم مختصہ پر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر وہ علوم مفقود ہو جائیں تو دین کا باقی رہنا دشوار ہے کیونکہ دین جسد ہے تو اس کی روح علم ہے فی زمانہ اسلامی تعلیم و تربیت کے صحیح اداروں کا فقدان ہے جہاں ان کے دینی علوم اور مذہبی ثقافت کی حفاظت کا ساماں ہو۔

تحصیل و اشاعت علوم دینیہ کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد ارشادات ہیں جن سے ثابت ہے کہ بعد فرائض کوئی عبادت علم سے زیادہ مقبول اور باوقعت نہیں حضرت فضیلت جنگ نوراللہ مرقدہ نے آج سے (٧٥) سال قبل جامعہ نظامیہ کو اس غرض کے لئے قایم فرمایا تھا کہ اس جامعہ کے ذریعہ علوم عربیہ دینیہ کا فیضان عام ہو۔ آج دنیا میں تحصیل علوم دینیہ کے دو طریقے رائج ہیں ایک ولایت کا اور دوسرا ہند کا ولایت (افغانستان، عرب،

مصر، وغیرہ) کی تعلیم میں تحصیل علم مقصود ہے اور ہند میں تحصیل استعداد اسلئے یہاں کے طلبہ بجائے حفظ مسائل کے نفس کتاب کے سمجھنے اور قوت مطالعہ کے بڑھانے پر مجبور کیئے جاتے ہیں اور اس قسم کی تمام سہولیتں نصاب نظامیہ میں شریک ہیں جس کی وجہ سے اس نصاب کو ملک میں غیر معمولی مقبولیت نصیب ہوئی افسوس ہے کہ آج ملک میں ایسے اصحاب بھی موجود ہیں جو اس نصاب کو ناقص تبلانے کے دعویدار ہیں حالانکہ ان کا یہ نظریہ کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا یہ نصاب ہزارہا علماء کے تجربہ سے تحصیل علوم دینیہ کے لئے مفید ثابت ہو چکا ہے اس وجہ سے حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ نے اس جامعہ کا نصاب درس نظامیہ مقرر فرمایا۔ بانی جامعہ نظامیہ کے اس مبارک ارادے کے تحت حضرت اقدس و اعلیٰ کی پیشگاہ سے یہ فرمان شرف صدور لایا کہ اس جامعہ کے نصاب نظامیہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوسکتا یہ تصورات جو آپ کے سامنے پیش کیئے گئے وہ حضرت بانی جامعہ علیہ الرحمہ کے افادات سے تھے جو آپ کے مصنفات اور کارروائی سہ سالہ ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۱۵ف سے اخذ ہیں ۔

فن قراءت کا عملی مظاہرہ | مولوی حافظ قاری محمد عبدالرحمن صاحب شیخ التجوید والقراءت جامعہ نظامیہ نے فن قراءت اور اس کی اہمیت پر ایک مختصر تقریر فرمائی۔ اور حاضرین اجلاس کو فن قراءت سے دلچسپی پیدا ہونے اور اس سے شغف پیدا کرنے کی غرض سے عاصم۔ سبعہ اور عشرہ کے قراءت کے چند نمونے پیش فرمائے آخر میں حاضرین سے استدعا کی کہ بغیر تجوید کے قرآن کے حسن وخوبی سے واقفیت نہیں ہوسکتی تعلیم قراءت کے نمونوں کو جو خاص اہتمام اور نظم سے پیش ہوئے تھے جناب صدر نے بید پسند فرمایا اور حاضرین کو توجہ دلائی کہ وہ قرآن کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کرنے کی کوشش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

مولوی مامون صاحب کی تقریر | مولوی عبدالوہاب مامون صاحب دمشقی رکن انتظامی جامعہ نے بھی عربی تعلیم اور عربی ادب پر عربی میں مختصر سی تقریر فرمائی اور عربی زبان کے سہل الاصول ہونے کو مدلل طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کی آخر میں مسلمانوں سے درخواست کی کہ وہ علوم عربیہ کو حاصل کرنے میں سب سے زیادہ عجلت کریں کیونکہ اس زبان کی تحصیل مسلمانوں کیلئے دنیا اور دین دونوں جگہ کارآمد ہے ۔

علمائے واقف زمانہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب د نظامیہ معتمد مجلس علماء دکن نے علمائے واقف زمانہ کے عنوان پر ایک جامع اور عالمانہ تقریر فرمائی دوران تقریر میں فرمایا:- واقف زمانہ علماء سے مراد وہ زمانہ کے رنگ میں رنگ ملانے والے علمائے سُو مراد ہیں جنھوں نے زمانہ ماموں میں بادشاہ کا رنگ دیکھکر خلق قرآن کا فتویٰ دیدیا اور علمائے ربانیین کو کوڑوں سے پٹوادیا جیل میں ڈلوادیا- دربار اکبر میں سجدہ کا فتویٰ دیکر ہزاروں سے اکبر کو سجدہ کرایا- تعداد ازدواج بادشاہ کے لئے چار تک محدود نہ رکھا- حرام کو حلال کیا- فرائض کی فرضیت کو باطل- اس طرح چند دراہم و دنانیر کیخاطر ایمان فروشی کی، اپنی دنیا آباد کی- اپنی آخرت خراب- علمائے سُو کا فتنہ اشد فتنہ ہے ان لوگوں نے خود کا نام ”واقف زمانہ علما“ رکھا- اور بزعم خود مصلح قوم ہیں- الا انہم ہم المفسدون-

دوستو! واقف زمانہ علماء سے مراد یہ دین فروش علما نہیں بلکہ وہ علماء مراد ہیں جنھوں نے زمانہ اور اہل زمانہ کو اپنے رنگ میں رنگا صبغۃ اللہ کا رنگ بھی اہل دنیا پر چڑھادیا- انہیں اہل دین کی صف میں لا کھڑا کیا حق و صداقت کیلئے قربانیاں پیش کیں اور امت محمدیہ کو حیات جاوید بخشی- دنیا کی سیاسیات اور دنیا کے سارے جھمیلوں کو انھوں نے ایمان کی کسوٹی پر پرکھا- کھوٹے کھرے کو الگ الگ کر دکھایا اور اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہی وارث انبیاء مرسلین ہیں دنیا کی سطوت نہ انھیں مرعوب کرسکی نہ اس کی جاذبیت سے ان کے پائے ثبات میں کبھی جنبش آئی ان کی موت وحیات دونوں اللہ سبحانہ کیلئے تھی- راہ حق میں فدا ہوجانا ان کا مقصد حیات تھا-

آخر پر بانی جامعہ حضرت فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی قبر کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے بانی مدرسہ خدائے رحمٰن ورحیم کی ہزاروں رحمتیں تم پر نازل ہوں کہ ہم نے تمہاری زندگی میں بھی اور اب بھی ہمیشہ تم کو ایک سچا مرد مومن اور سچا عاشق رسول جانکر عظمت کی اور اب تک تمہاری یاد دل میں چٹکیاں لے رہی ہے اسلئے نہیں کہ تم صدر الصدور تھے یا معین المہام امور مذہبی بلکہ اسلئے کہ تم ایک مرد مومن کی طرح جیئے- اور جب اجل آئی تو ایک مرد مجاہد کی طرح اپنی جان، جان جاناں کے سپرد کردی اور اپنی بہترین یادگار جامعہ نظامیہ کو چھوڑا- خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را“

آخر میں مولانا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے حاضرین اور جناب صدر کا شکریہ ادا کرتے ہوئے افتتاح نمائش کی خواہش فرمائی- جناب صدر نے افتتاح نمائش کے وقت فرمایا کہ انجمن طلبہ قدیم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے یوم تاسیس کے جلسہ کو کامیاب طور پر منعقد کیا- ہمارا کام ہے کہ آپ کی ہمت بڑھائیں اور اس کو ترقی دیں---